یا اللہ جل جلالہُ

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (النحل ۴۳)
اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تم علم نہیں رکھتے

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سینکڑوں مسائلِ شرعیہ کے حل کا بیش بہا خزانہ

العطایا السیفیة فی الفتاویٰ النقشبندیة

المجلد الأحد عشرة

تصنیف
فخر المتاخرین العالم العارف باللّٰہ
مفسر کلام اللّٰہ تعالیٰ و خادم حدیث رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
الشیخ السید احمد علی شاہ
الحنفی الترمذی الماتریدی السیفی
النقشبندی الجشتی القادری السهروردی

ناشر
جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ
فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن نمبر ۱۰ کراچی غربی

نام کتاب: العطایا السیفیۃ فی الفتاوی النقشبندیۃ، المجلد الأحد عشرۃ

تصنیف و تالیف: پیر طریقت رہبر شریعت آفتاب ہدایت حضرت علامہ سید احمد علی شاہ سیفی نقشبندی دامت برکاتہم القدسیہ

تعلیق و ترتیب: پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ صاحبزادہ سید عبد الحق شاہ ترمذی سیفی نقشبندی دامت برکاتہم القدسیہ

طباعت اول: اپریل ۲۰۲۴ء بمطابق شوال المکرم ۱۴۴۵ھ

طباعت ثانی:

کمپوزر: صوفی سید فرحان الحسن سیفی

ناشر: جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی، فقیر کالونی، اورنگی ٹاؤن، کراچی

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

(۱) باب نمبر ایک: حقوق و آداب مشائخِ عظام واخوانِ کرام (پیر بھائی)

اے عزیز جب تجھ کو یہ معلوم ہو گیا کہ بیعت ہونا سنت ہے اور علم باطن کا حاصل کرنا فرض ہے تو بیعت ہو کر کچھ عرصہ تک اپنے پیر کی خدمت میں باادب رہ، کیونکہ پیر حقیقی نائب پیغمبر ہے، تاکہ تجھ کو فائدہ پہنچے اور نقصان سے بچے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بے ادب فضل حق سے محروم رہتا ہے اور فرمایا ہے حضور ﷺ نے جس چھوٹے نے بڑے کا ادب نہیں کیا وہ نہیں ہے مجھ سے۔ انسان علم وادب سے بزرگی حاصل کرتا ہے کسی شاعر نے عربی میں کہا ہے:

شَرَفُ الْاِنْسَانِ بِالْعِلْمِ وَالْاَدَبْ وَلَا بِالْمَالِ وَلَا بِالنَّسَبْ

انسان کی بزرگی علم وادب سے ہے نہ کہ مال اور حسب ونسب سے

حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ادب تاجیست از فضل الٰہی بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

ادب خدا کے فضل کا ایک تاج ہے ادب کا تاج سر پر رکھ اور جہاں چاہے جا

حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

از خدا خواہیم توفیق ادب بے ادب محروم ماند از فضل رب

ہم خدا سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں بے ادب خدا کے فضل سے محروم رہتا ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (الحجرات ۱)

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے پیش قدمی نہ کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔ کیونکہ اللہ سنتا اور جانتا ہے۔"[1]

اس آیت مبارکہ کے شانِ نزول میں مختلف واقعات بیان کئے گئے ہیں روح البیان وروح المعانی وغیرہ میں یہ واقعہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ مدینہ شریف میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عید الاضحی کی نماز ادا کرنے سے پہلے ہی قربانی کر دی۔ حالانکہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے خود اب تک قربانی نہیں کی تھی۔ پس اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی کہ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے پیش قدمی نہ کیا کرو (آخر تک) لیکن چونکہ آیت مبارکہ کے الفاظ عام ہیں لہٰذا یہ

[1](ترجمہ: از تفسیر حقانی: ۲۹۸)

حکم مبارک ہر قول اور ہر فعل میں پیش قدمی نہ کرنے پر عام ہو گا۔ اور یوں نہ کہا جائے گا کہ یہ حکم صرف اس واقعہ قربانی کرنے میں خاص ہے۔ کیونکہ تمام محققین و مفسرین کے نزدیک یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ "العبرۃ بعموم اللفظ لا بخصوص السبب" یعنی قرآن مجید کے عام الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے خاص سبب (یا صرف واقعہ شان نزول) کا اعتبار نہیں ہوتا ہے۔[1]

فائدہ: جاننا چاہیئے کہ لفظ لَا تُقَدِّمُوا فعل نہی حاضر متعدی ہے جس کیلئے بقاعدہ نحو مفعول بہ ضروری ہے اور وہ یہاں محذوف یا مقدر ہے اور اس کی وجہ مفسرین حضرات نے یہ لکھی ہے کہ تاکہ حکم مبارک عام ہو جائے کہ جو بھی چیز ہو تم اس میں رسول اللہ ﷺ سے پیش قدمی نہ کیا کرو۔ قول ہو یا فعل یا کوئی دیگر چیز۔[2]

مفسرین حضرات نے اس آیت مبارکہ سے مندرجہ ذیل مسائل و آداب استنباط فرمائے ہیں۔

نمبر ا: معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے حضور مبارک میں یہ جائز نہیں ہے کہ آپ ﷺ کے حکم سے پہلے اپنا کوئی حکم قائم کیا جائے۔

چنانچہ ایک ایسا ہی واقعہ دو اصحابِ کرام سے ظہور پذیر ہوا تھا۔ پھر انہوں نے اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد فوراً ہی توبہ کی۔ (رواہ البخاری)

اور اب بھی آپ ﷺ کی شریعت مبارکہ پر اپنی عقل کو ترجیح دینا ناجائز ہے کیونکہ یہ نعوذ باللہ تعالیٰ منہ رسول اللہ ﷺ سے سبقت کرنا ہے۔

نمبر ۲: نیز معلوم ہوا کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی دستر خوان پر تشریف فرما ہوں تو آپ سے پہلے کھانا شروع کرنا ناجائز ہے۔ کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ سے سبقت کرنا ہے اور یہ ممنوع ہے۔

نمبر ۳: اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ راستہ میں چلتے وقت حضور ﷺ کے آگے چلنا ناجائز ہے مگر جب کہ اس طرح کا فرمان عالی ہو جیسا کہ جہاد یا رات کو خراب راستہ کی سیر میں۔

اور تفسیر حقانی میں اس آیت مبارکہ کے ذیل میں یوں مرقوم ہے بعینہ عبارت مندرجہ ذیل ہے:

یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا الخ۔ یہ پہلا حکم ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے آگے نہ بڑھو۔ اللہ تعالیٰ کا لفظ اس لئے ذکر کیا کہ رسول، اللہ کا نائب ہے۔ اس کی گستاخی اللہ کی گستاخی اور اس کی تعظیم اللہ کی تعظیم ہے۔ آگے بڑھنے سے کیا مراد ہے؟ یعنی کسی بات میں حضور ﷺ کے سامنے جلدی نہ کرو۔ بلکہ تابع رہو۔ حضور ﷺ سے پہلے کوئی حکم نہ دو، آپ ﷺ کے سامنے

---

[1] (روح المعانی: صفحہ: ۱۳۴: جلد: ۱۳)

[2] (روح المعانی و روح البیان)

کسی کام میں سبقت نہ کرو۔ چلنے میں، بات کرنے میں، حکم دینے میں، کھانے میں، کسی کے سوال کے جواب دینے میں آگے بڑھ کر بیٹھنے میں عام ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اللہ تعالیٰ تمہاری باتیں سنتا ہے۔ دل کے احوال جانتا ہے۔ [1]

اور اس آیت مبارکہ کے تحت روح البیان میں یوں مرقوم ہے:

"ویدخل فی النہی المشی بین یدی العلماء فانھم ورثۃ الانبیاء دلیلہ ما روی عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رانی رسول اللہ ﷺ امشی امام ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال تمشی امام من ھو خیر منک فی الدنیا و الآخرۃ ما طلعت شمس و لا غربت علی احد بعد النبیین و المرسلین خیرا و افضل من ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کما فی کشف الاسرار"۔

اور لفظ (لا تقدموا) کی نہی میں علماء کے آگے چلنا بھی داخل ہے کیونکہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور اس کی دلیل حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ نے مجھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آگے چلتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم ایسے شخص کے آگے چلتے ہو جو دنیا و آخرت میں تم سے بہتر ہے (اور فرمایا کہ دنیا میں) آفتاب کا طلوع و غروب کسی ایسے شخص پر نہیں ہوا جو انبیاء کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر اور افضل ہو۔ جیسا کہ کشف الاسرار میں ہے۔ [2]

فائدہ: روح البیان میں ہے کہ پہلے زمانے میں جب کوئی نوجوان کسی بوڑھے آدمی کے آگے چلتا تو اللہ تعالیٰ اسے (اس کی اس بے ادبی کی وجہ سے) زمین میں دھنسا دیتا تھا۔ [3]

آیت ۲: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (الحجرات ۲)

اے ایمان والو! اپنی آواز نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کیا کرو۔ اور نہ رسول ﷺ سے بلند آواز سے بات کیا کرو جیسا کہ تم ایک دوسرے سے کیا کرتے ہو۔ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جاویں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ [4]

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں تفسیر معارف القرآن اردو (ص ۱۰۰) میں مرقوم عبارت بعینہ درجِ ذیل ہے۔

لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ یہ دوسرا ادب مجلس نبوی ﷺ کا بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے آپ ﷺ کی آواز سے زیادہ آواز بلند کرنا یا بلند آواز سے اس طرح گفتگو کرنا جیسے آپس میں ایک دوسرے سے بے حجاب کیا کرتے ہیں ایک

[1] (تفسیر حقانی: صفحہ: ۲۹۸: جلد: ۶)
[2] (تفسیر روح البیان: صفحہ: ۶۲: جلد: ۹:)
[3] (روح البیان: صفحہ: ۶۲)
[4] (الحجرات: رکوع: ۱: ترجمہ از تفسیر حقانی: صفحہ: ۲۹۸: جلد: ۶)

قسم کی بے ادبی و گستاخی ہے۔ چنانچہ اس آیت کے نزول سے صحابۂ کرام کا یہ حال ہو گیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ قسم ہے کہ اب مرتے دم تک آپ ﷺ سے اس طرح بولوں گا جیسے کوئی کسی سے سرگوشی کرتا ہو (در منثور عن البیہقی) اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر آہستہ بولنے لگے کہ بعض اوقات دوبارہ پوچھنا پڑتا تھا (کذافی الصحاح) اور حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ طبعی طور پر بہت بلند آواز تھے یہ آیت سن کر وہ بہت ڈرے اور روئے اور اپنی آواز کو گھٹایا۔[1]

روضۂ اقدس کے سامنے بھی بہت بلند آواز سے سلام و کلام کرنا ممنوع ہے

قاضی ابو بکر ابن عربی نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور ادب آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی ایسا ہی واجب ہے جیسا حیات میں تھا اسی لئے بعض علماء نے فرمایا کہ آپ ﷺ کی قبر شریف کے سامنے بھی زیادہ بلند آواز سے سلام و کلام کرنا ادب کے خلاف ہے۔ اسی طرح جس مجلس میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث پڑھی یا بیان کی جارہی ہوں اس میں بھی شور و شغب کرنا بے ادبی ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کا کلام جس وقت آپ ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہو رہا ہو۔ اس وقت سب کیلئے خاموش ہو کر اس کا سننا واجب و ضروری تھا۔ اس طرح بعد وفات جس مجلس میں آپ ﷺ کا کلام سنایا جاتا ہو۔ وہاں خاموش ہو کر اس کا سننا بھی واجب و ضروری ہے اور شور و شغب کرنا بے ادبی ہے۔

مسئلہ: جس طرح تقدم علی النبی (یعنی نبی ﷺ سے آگے بڑھنا) کی ممانعت میں علمائے دین بحیثیت وارث انبیاء ہونے کے داخل ہیں اسی طرح رفع صوت کا بھی یہی حکم ہے کہ اکابر علماء کی مجلس میں اتنی بلند آواز سے نہ بولے جس سے ان کی آواز دب جائے (یا انہیں تکلیف وایذا پہنچے)۔[2]

روح البیان میں ہے، بعینہ عربی عبارت کا اردو ترجمہ نیچے درج کیا جاتا ہے:

بعض علماء نے نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس رفع صوت کو مکروہ جانا ہے کیونکہ آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ (نیز) بعض علماء کرام نے علماء کی تعظیم کیلئے ان کی مجالس میں آواز بلند کرنے کو مکروہ جانا ہے کیونکہ وہ انبیاء کے وارث ہیں۔[3]

---

[1] (بیان القرآن از درمنثور)

[2] (قرطبی بحوالہ تفسیر معارف القرآن اردو: صفحہ: ۱۰۱: جلد: ۸)

[3] (روح البیان صفحہ: ۲۶: جلد: ۹:)

حکایت: حضرت سلیمان بن حرب نے فرمایا کہ ایک شخص حضرت حماد بن زید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حضور میں ان کے درس حدیث مبارک کے دوران ہنسا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ناراض ہو گئے اور فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ کی زندگی مبارک میں آپ ﷺ کے حضور میں رفع صوت ممنوع تھا اسی طرح آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی حدیث مبارک کے تذکرہ کے وقت بھی رفع صوت ممنوع ہے۔ آپ یہ کہہ کر اسی وقت اٹھے اور اسی دن سے درس کو بند کر دیا۔

اس بات کا خلاصہ یہ ہے کہ درس حدیث اور محدث (یعنی حدیث پڑھانے والے استاد) کے حضور میں آواز بلند کرنا مکروہ ہے۔ علاوہ ازیں کہ ہنسنا تمسخر اور مذاق سے خالی نہیں ہوتا ہے اور مجلس سنجیدگی (ادب) اس چیز کا احتمال ہی نہیں رکھتی ہے اگر (بالفرض) اسلاف میں سے کوئی بزرگ ہمارے زمانے کی مجلس وعظ یا درس یا مجمع میلاد شریف وغیرہ میں آجائیں تو لوگوں کی بے ادبی اور بہت سے ناپسندیدہ کاموں کو دیکھ کر اس ہی وقت ان مجالس سے نکل جائیں۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ "من ترک الأداب ردّ عن الباب" جس شخص نے آداب کو چھوڑ دیا اسے دروازہ سے ہٹا دیا جائے گا۔ ابلیس کی نولاکھ برس کی عبادت ایک بے ادبی کی وجہ سے ضائع و برباد ہو گئی۔

نگاہ دار ادب در طریق عشق و نیاز   کہ گفتہ اند طریقت تمام آدابست

عشق اور نیاز کی راہ میں ادب کی (خوب) رعایت کر   کیونکہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ طریقت تمام تر آداب ہی ہے

"نسأل اللہ الکریم ان یجعلنا متحلین بحلیۃ الادب العظیم۔"

یعنی ہم خدائے کریم سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں ادب عظیم کے زیور سے آراستہ فرمادے (آمین ثم آمین)۔[1]

اور روح المعانی کی عبارت بمعہ ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:

واستدل العلماء بالآیۃ علی المنع من رفع الصوت عند قبرہ الشریف صلّی اللہ علیہ وسلّم، وعند قراءۃ حدیثہ علیہ الصلاۃ والسلام لأن حرمتہ میتا کحرمتہ حیا. وذکر أبو حیان کراھۃ الرفع أیضا بحضرۃ العالم، وغیر بعید حرمتہ بقصد الإیذاء والاستھانۃ لمن یحرم إیذاؤہ والاستھانۃ بہ مطلقا لکن للحرمۃ مراتب متفاوتۃ کما لا یخفی۔

یعنی علمائے کرام نے اس آیت مبارکہ سے استدلال فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس اور آپ ﷺ کی حدیث مبارک پڑھنے کے وقت آواز بلند کرنا ممنوع ہے کیونکہ آپ ﷺ کا احترام وفات کے بعد بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ زندگی میں تھا۔ امام ابو حیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عالم باعمل کے حضور میں بھی آواز بلند کرنے کو مکروہ کہا ہے اور جس شخص کی

---

[1] (روح البیان: صفحہ: ۲۶: جلد: ۹)

ایذاء واہانت حرام ہے اس کی ایذاء واہانت کی غرض سے اس کے پاس آواز بلند کرنا حرمت سے بھی دور نہیں۔ وہ شخص کوئی بھی ہو (نبی ہو یا ولی، عالم ہو یا مؤمن) لیکن حرمت کے درجوں میں فرق ضرور ہے۔ جیسا کہ یہ مخفی بات نہیں ہے۔[1]

اور مسائل السلوک مترجم اردو للتھانوی علی تفسیرہ بیان القرآن میں ہے:

قولہ تعالیٰ۔ یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (الحجرات ۲) یہ آیات اصل ہیں شیخ کے آداب واحترام میں۔[2]

اور تفسیر حقانی میں مکتوب ہے کہ:

افسوس ہندوستان کے مسلمانوں پر کہ مساجد میں کیسا غل مچاتے ہیں اور اکابر اور بزرگانِ دین کے سامنے بات کرنے میں تہذیب وادب ان کے نصیب میں نہیں۔ **الا ماشاء اللہ۔** کیسی بد تہذیبی آ گئی ہے۔[3]

اور تفسیر معارف القرآن میں زیر تفسیر ارشاد باری تعالیٰ **أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (الحجرات ۲)** یوں مرقوم ہے کہ: بعض مصیبتوں کا خاصہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے کرنے والے سے توبہ اور اعمال صالحہ کی توفیق سلب ہو جاتی ہے اور وہ گناہوں میں منہمک ہو کر انجام کار کفر تک پہنچ جاتے ہیں جو سبب ہے حبط اعمال کا، کسی اپنے دینی مقتداء استاد یا مرشد کی ایذاء رسائی ایسی ہی معصیت ہے جس سے سلب توفیق کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس طرح یہ افعال یعنی **تقدم علی النبی** اور **رفع الصوت** ایسی معصیت ٹھہرے کہ جن سے خطرہ ہے کہ توفیق سلب ہو جائے اور یہ خذلان آخر کار کفر تک پہنچا دے جس سے تمام اعمال صالحہ ضائع ہو جاتے ہیں۔ اور کرنے والے نے چونکہ ایذاء کا قصد نہ کیا تھا اس لئے اس کو اس کی خبر بھی نہ ہو گی کہ اس ابتلاء کفر اور حبط اعمال کا اصل سبب کیا تھا۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کسی صالح بزرگ کو کسی نے اپنا مرشد بنایا ہو تو اس کے ساتھ گستاخی وبے ادبی کا بھی یہی حال ہے کہ بعض اوقات وہ سلب توفیق اور خذلان کا سبب بن جاتی ہے جو انجام کار متاع ایمان کو بھی ضائع کر دیتی ہے۔ **نعوذ باللہ منہ۔**[4]

آیت نمبر ۳: إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ (الحجرات ۳)

---

[1] (روح المعانی: صفحہ: ۱۳۸: جلد: ۱۳:)

[2] (مسائل السلوک مترجم اردو للتھانوی علی تفسیرہ بیان القرآن: صفحہ: ۹۹۲:)

[3] (تفسیر حقانی: صفحہ: ۲۹۹: جلد: ۶:)

[4] (معارف القرآن ص ۱۰۲ ج ۸)

اس آیت مبارکہ کے ماتحت تفسیر روح البیان میں ہے کہ:

وفی الأیة اشارة الی غضّ الصوت عند الشیخ المرشد ایضًا لانه الوارث وله الخلافة۔

اس آیت مبارکہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شیخ و مرشد کے پاس بھی آواز پست رکھی جائے کیونکہ شیخ رسول اللہ ﷺ کا وارث اور نائب ہوتا ہے۔[1]

پس اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے سچے نائبوں کا ادب بجالاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب کو تقویٰ کیلئے خالص کر دیا ہے۔

نیز معلوم ہوا کہ ایسے لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مغفرت واجر عظیم ہے پس کیا شان ہے ادب بجالانے والوں کی! کاش کہ حق تعالیٰ ہم سب کو ادب عظیم کی دولت بے پایاں سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین۔

از خدا خواہیم توفیقِ ادب	بے ادب محروم ماند از لطفِ رب
ہم اللہ تعالیٰ سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں	بے ادب اللہ تعالیٰ کے لطف سے بے نصیب رہ گیا

آیت نمبر ۴: إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ (الحجرات ۴)

جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ ﷺ کو پکارتے ہیں ان میں اکثروں کو عقل نہیں ہے اور اگر یہ لوگ (ذرا) صبر (اور انتظار) کرتے یہاں تک کہ آپ ﷺ خود ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کیلئے بہتر ہوتا (کیونکہ یہ ادب کی بات تھی) اور (اگر اب بھی توبہ کریں تو) اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے۔

اس آیت مبارکہ کے ماتحت تفسیر معارف القرآن میں مکتوب ہے کہ "اس آیت میں نبی کریم ﷺ کا ایک تیسرا ادب سکھلایا گیا ہے کہ جس وقت آپ اپنے مکان اور آرام گاہ میں تشریف فرما ہوں اس وقت باہر کھڑے ہو کر آپ ﷺ کو پکارنا خصوصًا گنوار پن کے ساتھ کہ نام لے کر پکارا جائے یہ بے ادبی ہے عقل والوں کے یہ کام نہیں۔[2]

سببِ نزول:

امام بغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بروایت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کیا ہے کہ قبیلہ بنو تمیم کے لوگ جو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے جن کا ذکر اوپر آیا ہے یہ دوپہر کے وقت مدینہ میں پہنچے جب کہ آپ ﷺ کسی حجرہ میں آرام فرما رہے تھے یہ لوگ اعراب آداب معاشرت سے ناواقف تھے۔ انہوں نے حجرات کے باہر ہی سے پکارنا شروع کر دیا۔"

---

[1] (تفسیر روح البیان: صفحہ ۶۲: جلد: ۹)

[2] (تفسیر معارف القرآن: صفحہ: ۱۰۲: جلد: ۸)

اخرج الینا یامحمد" ("اے محمد (ﷺ)ہماری طرف نکلئے") اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں اس طرح پکارنے کی ممانعت اور انتظار کرنے کا حکم دیا گیا۔ مسند احمد ترمذی وغیرہ میں بھی یہ روایت مختلف الفاظ سے آئی ہے۔(تفسیر مظھری)

تنبیہ:

صحابہ وتابعینِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے علماء ومشائخ کے ساتھ بھی اسی ادب کا استعمال کیا ہے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ جب میں کسی عالم صحابی سے کوئی حدیث دریافت کرنا چاہتا تھا تو ان کے مکان پر پہنچ کر ان کو آواز یا دروازہ پر دستک دینے سے پرہیز کرتا اور دروازہ کے باہر بیٹھ جاتا تھا کہ جب وہ خود ہی باہر تشریف لائیں گے اس وقت ان سے دریافت کروں گا۔ وہ مجھے دیکھ کر فرماتے کہ اے رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی آپ نے دروازہ پر دستک دے کر اطلاع کیوں نہ کر دی؟ تو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ (میں عرض کرتا کہ) عالم اپنی قوم میں مثل نبی کے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی شان میں یہ ہدایت فرمائی ہے کہ ان کے باہر آنے کا انتظار کیا جائے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے کبھی کسی عالم کے دروازہ پر جا کر دستک نہیں دی، بلکہ اس کا انتظار کیا کہ وہ خود ہی جب باہر تشریف لائیں گے اس وقت ملاقات کروں گا۔ [1]

مسئلہ: آیت مذکورہ میں حَتّٰی تَخْرُجَ إِلَیْهِمْ (الحجرات ۵) میں (لفظ) الیھم کی قید بڑھانے سے یہ ثابت ہوا کہ صبر وانتظار اس وقت تک کرنا ہے جب تک کہ آپ ﷺ لوگوں سے ملاقات و گفتگو کیلئے باہر تشریف لائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا باہر تشریف لانا کسی دوسری ضرورت سے ہو اس وقت بھی آپ ﷺ سے اپنے مطلب کی بات کرنا مناسب نہیں بلکہ اس کا انتظار کریں کہ جب آپ ﷺ (صرف ان کی غرض سے باہر تشریف لا کر) ان کی طرف متوجہ ہوں اس وقت بات کریں۔ [2]

اس آیت مبارکہ کے ماتحت روح البیان میں ہے:

"فکما لابد من التأدب معه ﷺ فکذا مع من استنّ بسنّته کالعلماء العاملین و کان جماعة من العلماء یجلسون علی باب غیرھم و لایدقّون علیه بابه حتی یخرج لقضاء حاجته احترامًا۔الخ"۔

---

[1] (روح المعانی: صفحہ: ۱۴۴: جلد: ۱۳)

[2] (معارف القرآن: صفحہ: ۱۰۳: جلد: ۸)

پھر جیسا کہ نبی ﷺ کا ادب ضروری ہے ایسا ہی اس شخص کا ادب بھی ضروری ہے جو کہ آپ ﷺ کی سنت مبارکہ کا کامل متبع ہو جیسا کہ باعمل علماء ہیں اور (اسلاف کے) علماء کی ایک جماعت جب دوسرے علماء کے پاس جاتی تو احترام کی وجہ سے ان کے دروازے نہیں کھٹکھٹاتی بلکہ دروازہ پر بیٹھ کر انتظار کرتی تا کہ وہ خود اپنے کام سے باہر تشریف لائیں۔[1]

آیت نمبر ۶: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ (البقرۃ ۱۰۴)

ترجمہ: "اے ایمان والو! تم رَاعِنَا مت کہا کرو اور انْظُرْنَا کہہ دیا کرو اور سن لو اور کافروں کو سزا دردناک ہوگی۔"

(جاننا چاہئے کہ) بعض یہودیوں نے ایک شرارت ایجاد کی کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے حضور میں آ کر لفظ رَاعِنَا سے آپ کو خطاب کرتے جس کے معنی ان کی عبرانی زبان میں برے ہیں اور وہ اسی نیت سے کہتے مگر عربی زبان میں اس کے معنی بہت اچھے ہیں کہ "ہماری مصلحت کی رعایت فرمایئے" اس لئے عربی دان اس شرارت کو نہ سمجھ سکتے اور اس اچھے معنی کے قصد سے بعض مسلمان بھی حضور ﷺ کو اس کلمہ سے خطاب کرنے لگے اس سے ان شریروں کو اور گنجائش ملی حق تعالیٰ نے اس گنجائش کے ختم کرنے کے لئے مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ اے ایمان والو تم لفظ رَاعِنَا مت کہا کرو اور اگر اس کے ظاہری مطلب عرض کرنے کی ضرورت پڑا کرے تو لفظ انْظُرْنَا کہہ دیا کرو کہ اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ ہماری مصلحت پر نظر فرمایئے اور اس حکم کو اچھی طرح سن لو اور یاد رکھو اور ان کافروں کو تو سزائے دردناک ہوگی جو پیغمبر ﷺ کی شان میں ایسی گستاخی اور وہ بھی چالاکی کے ساتھ کرتے ہیں۔[2]

اور اس آیت مبارکہ کے ماتحت مسائل السلوک بر حاشیہ بیان القرآن للتھانوی میں ہے:

"قولہ تعالیٰ۔ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا (البقرۃ ۱۰۴)

اس آیت میں آدابِ شیخ کی تعلیم ہے کہ جس امر میں ادب شیخ میں خلل پڑنے کا شبہ بھی ہو اس سے بھی بچنا چاہئے۔[3]

آیت نمبر ۷: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوهُ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَنْ لِمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (النور ۶۲)

بس مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور جب رسول کے پاس کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں جس کیلئے جمع کیا گیا ہے تو جب تک آپ سے اجازت نہ لیں نہیں جاتے جو لوگ آپ سے اجازت لیتے ہیں بس وہی اللہ اور اس کے

[1] (روح البیان، صفحہ ۶۹ جلد ۹)
[2] (بیان القرآن)
[3] (مسائل السلوک بر حاشیہ بیان القرآن للتھانوی، ص ۳۳)

رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ تو جب یہ لوگ اپنے کسی کام کیلئے آپ سے اجازت طلب کریں تو ان میں سے آپ جس کیلئے چاہیں اجازت دے دیا کریں اور آپ ان کیلئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کیا کیجئے بلاشبہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں مؤمنوں کو ادب کی تعلیم دی ہے کہ جب کبھی رسول اللہ ﷺ انہیں کسی ضروری معاملے کیلئے اکٹھا کریں تو انہیں وہاں سے بغیر اجازت چلے جانا جائز نہیں ہے، حرام ہے۔ اگر بالفرض انہیں کوئی سخت ضروری مسئلہ پیش آئے تو پھر بھی اجازت لے کر ہی جائیں، بغیر اجازت نہ چلے جائیں۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں صاحب روح البیان لکھتے ہیں:

"وفی الآیة بیان حفظ الادب بان الامام اذا جمع الناس لتدبیر امر من امور المسلمین ینبغی ان لا یرجعوا الا باذنه ولا یخالفوا امیر السریة ویرجعوا بالاذن اذا خرجوا للغزو ونحوه وللامام ان یاذن وله ان لا یاذن الا علی ما یری فمن تفرق بغیر اذن صار من اهل الهوی والبدع وکان علیه الصلوٰة والسلام اذا صعد المنبر یوم الجمعة واراد رجل الخروج وقف حیث یراه فیاذن له ان شاء ولذا قال عظماء الطریقة قدس اللہ اسرارهم ان المرید اذا اراد ان یخرج لحاجة ضروریة ولم یجد الشیخ مکانه فانه یحضر الباب ویتوجه بقلبه ویستاذن من روحانیة الشیخ حتی لا یستقل فی خروجه بل یقع ذٰلک من طریق المتابعة فان للمتابعة تاثیرا عظیما"۔

اس آیت مبارکہ میں ادب کی رعایت کا بیان ہے کہ جب امام لوگوں کو مسلمانوں کے کسی بھی ایک معاملہ کی اصلاح کیلئے جمع فرمائیں تو لوگوں پر حق ہے کہ وہ ان کی اجازت کے بغیر واپس نہ جائیں۔ نیز امیر لشکر کی مخالفت نہ کریں۔ جب لوگ جہاد وغیرہ کیلئے نکلے ہوں اور واپس آنا چاہیں تو اجازت لے کر پھر واپس ہوں اور امام کو اختیار ہے کہ اجازت دے یا اجازت نہ دے۔ بجز سخت ضروری مسئلہ کے کہ اس وقت اجازت دینا بہتر ہے پھر جو شخص بغیر اجازت لئے جدا ہوا تو وہ اصحاب خواہش نفسانی اور اصحاب بدعت میں سے ہو جائے گا۔ اور نبی ﷺ جمعہ کے دن جب منبر مبارک پر چڑھتے اور کوئی شخص مسجد شریف سے باہر نکلنے کا ارادہ رکھتا تو وہ کھڑا ہو کر ٹھہر جاتا بایں طور کہ آپ ﷺ اسے دیکھ لیتے پھر اگر چاہتے تو اسے اجازت دے دیتے۔ اسی لئے مشائخِ طریقت قدس اللہ اسرارہم نے فرمایا ہے کہ مرید جب کسی ضروری کام کیلئے باہر جانا چاہے اور شیخ کو اپنے مکان میں نہ پائے تو وہ اپنے شیخ کے دروازہ پر حاضر ہو کر اپنے دل سے ان کی طرف متوجہ ہو جائے اور شیخ کی روحانیت سے اجازت لے کر پھر جائے تاکہ مرید اپنے باہر جانے میں اپنے ارادے یا اختیار کے تابع نہ ہو جائے اور یہ کام متابعتِ شیخ سے ظہور میں آئے کیونکہ متابعت میں بڑی تاثیر ہے۔

اور اس آیت مبارکہ کے تحت مسائل السلوک میں ہے:

قولہ تعالیٰ۔ "إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا۔ الخ"۔

روح البیان میں ہے کہ اس میں (یہ بھی) اشارہ ہے کہ مرید کو مستقل ہو کر کوئی کام نہ کرنا چاہئے۔

آیت نمبر ۸: لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (النور ٦٣)

ترجمہ: اے مسلمانو! تم رسول ﷺ کے بلانے کو آپس کے ایک دوسرے کے بلانے جیسا نہ سمجھو۔

اس آیت مبارکہ کی تشریح میں صاحب معارف القرآن اپنی اسی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قولہ تعالیٰ: لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (النور ٦٣)

اس آیت مبارکہ کی ایک تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ دُعَاءَ الرَّسُولِ سے مراد رسول اللہ ﷺ کا لوگوں کو بلانا ہے (جو نحوی قاعدہ سے اضافت الی الفاعل ہے) اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب لوگوں کو بلائیں تو اس کو عام لوگوں کے بلانے کی طرح نہ سمجھو کہ اس میں آنے نہ آنے کا اختیار رہتا ہے بلکہ اس وقت آنا فرض ہو جاتا ہے اور بغیر اجازت جانا حرام ہو جاتا ہے۔ آیت کے سیاق وسباق سے یہ تفسیر زیادہ مناسبت رکھتی ہے اسی لئے مظہری اور بیان القرآن میں اس کو اختیار کیا ہے اور اس کی ایک دوسری تفسیر حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ابن کثیر اور قرطبی وغیرہ نے یہ نقل کی ہے کہ دعاء الرسول سے مراد لوگوں کا رسول ﷺ کو کسی کام کیلئے پکارنا اور بلانا ہے۔ (جو نحوی ترکیب میں اضافت الی المفعول ہوگی)۔

اس تفسیر کی بناء پر معنی آیت کے یہ ہوں گے کہ جب تم رسول اللہ ﷺ کو کسی ضرورت سے بلاؤ یا مخاطب کرو تو عام لوگوں کی طرح آپ کا نام لے کر "یا محمد" نہ کہو کہ بے ادبی ہے بلکہ تعظیمی القاب کے ساتھ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وغیرہ کہا کرو اس کا حاصل رسول اللہ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کا مسلمانوں پر واجب ہونا اور ہر ایسی چیز سے بچنا ہے جو ادب کے خلاف ہو یا جس سے آنحضرت ﷺ کو تکلیف پہنچے۔ یہ حکم ایسا ہو گا جیسے سورہ حجرات میں اسی طرح کے کئی حکم دیئے گئے ہیں مثلاً وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ (الحجرات ٢) یعنی جب آنحضرت ﷺ سے بات کرو تو ادب کی رعایت رکھو ضرورت سے زیادہ اونچی آواز سے باتیں نہ کرو جیسے لوگ آپس میں کیا کرتے ہیں اور مثلاً یہ کہ جب آپ ﷺ گھر میں تشریف رکھتے ہوں تو باہر سے آواز دے کر نہ بلاؤ بلکہ آپ ﷺ کے باہر تشریف لانے کا انتظار کرو إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ (الحجرات ۴) میں اسی کا بیان ہے۔

تنبیہ: اس دوسری تفسیر میں ایک عام ادب بزرگوں اور بڑوں کا بھی معلوم ہوا کہ اپنے بزرگوں بڑوں کو ان کا نام لے کر پکارنا اور بلانا بے ادبی ہے۔ تعظیمی لقب سے مخاطب کرنا چاہئے۔[1]

[1] (معارف القرآن: صفحہ: ۴۵۵: جلد: ٦)

نوٹ: عزیزم! اس عاجز نے قرآن مجید سے آداب مشائخِ عظام کے ثبوت کے لئے آٹھ آیات مبارکہ مستند اور مشہور تفاسیر کی عبارات کو درج کرتے ہوئے پیش خدمت کی ہیں۔ حقیقتًا تو قرآن مجید میں اس موضوع پر بہت سی آیات مبارکہ موجود ہیں لیکن اس عاجز نے اختصار کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ان آٹھ آیاتِ مقدسہ پر اکتفا کیا۔

اگر آپ کو اسی موضوع پر کچھ مزید آیات کے دیکھنے کا ارادہ واشتیاق ہو تو سورہ احزاب کی آیت نمبر:٦: کا ابتدائی حصہ اور آیت نمبر:۵۳: کا مکمل ہی اور سورہ فتح کی آیت نمبر۹: (جبکہ **تعزروہ** اور **توقروہ** کے ضمائر منصوب متصل کا مرجع لفظ (رسول ﷺ) کو تسلیم کیا جائے (**کماسلمہ** بعض التفاسیر) کا مطالعہ فرمائیں۔

چند احادیث مبارکہ اور واقعات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آدابِ مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کا استنباط وثبوت

اب آگے اسی موضوع کے اثبات میں یہ احقر چند احادیث مبارکہ پیش خدمت کرتا ہے اور اس کے دو حصے بنائے جاتے ہیں۔ حصہ اولیٰ میں وہ احادیث پیش کی جاتی ہیں جن سے بڑوں کا ادب رکھنے کا ثبوت ملتا ہے اور دوسرے حصے میں وہ جو کہ حضرت رسول ﷺ کے آداب بجالانے میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے قصے اور واقعات ذکر ہوئے ہیں۔

ثبوت آداب اکابر علماء ومشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ از احادیث مبارکہ

حدیث نمبر ا:عن مالک بن الحویرث قال اتی رجلان النبی ﷺ یریدان السفر فقال النبی ﷺ اذا انتما خرجتمافأذناثم اقیماثم لیؤمکمااکبرکما۔

ابو قلابہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا دو آدمی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے جو سفر کرنا چاہتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تم سفر پہ نکل جاؤ تو اذان کہنا پھر اقامت کہنا اور تم میں سے بڑا امامت کرائے۔[1]

فائدہ: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جو شخص عمر میں دوسرے شخص سے بڑا ہو تو چھوٹے پر لازم ہے کہ وہ بڑے کا ادب کرے یہاں تک کہ اگر وہ سفر میں ہوں اور وہ دونوں حسن قرأت اور علمِ دین میں برابر ہوں تو چھوٹے کو چاہئے کہ بڑے ہی کو اپنا امام بنائے۔ اسی میں ادب ہے۔

---

[1] (بخاری ص۸۸ باب الاذان للمسافر اذا کانوا جماعۃ والاقامۃ)

حدیث نمبر ۲: "عن ابی قلابة عن مالک بن الحویرث قال اتیت النبی ﷺ فی نفر من قومی فاقمنا عنده عشرین لیلة وکان رحیما رفیقا فلما رای شوقنا الی اهلینا قال ارجعوا فکونوا فیهم وعلموهم وصلوا فاذا حضرت الصلوٰة فلیؤذن لکم احدکم ولیؤمکم اکبرکم۔"

ابو قلابہ سے روایت ہے کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں اپنی قوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور ہم بیس روز تک آپ ﷺ کی بارگاہ میں ٹھہرے۔ آپ ﷺ بہت مہربان اور شفیق تھے۔ جب آپ ﷺ نے اہل وعیال کی طرف ہمارا رجحان دیکھا تو فرمایا کہ اب واپس جاکر اہل میں رہو۔ انہیں علمِ دین سکھانا اور نماز پڑھتے رہنا۔ جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے ایک اذان کہہ دے اور جو عمر میں بڑا ہو وہ تمہیں نماز پڑھائے۔[1]

فائدہ: اس حدیث شریف سے بھی پہلی حدیث والا مسئلہ معلوم ہوا کہ چھوٹی عمر والے پر حق ہے کہ وہ اپنے سے بڑی عمر والے کا ادب واحترام کرے اور اسے اپنا امام بنائے۔

حدیث نمبر ۳: عن ابی مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ یؤم القوم اقرأهم لکتاب اللہ فان کانوا فی القراءة سوآء فاعلمهم بالسنّة فان کانوا فی السنّة سوآء فاقدمهم هجرة فان کانوا فی الهجرة سواء فاقدمهم سنّا۔

یعنی روایت ہے حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ قوم کی امامت وہ کرے جو کتاب اللہ کا زیادہ قاری ہو اگر قرأت میں سب برابر ہوں تو سنت کا زیادہ جاننے والا اگر سنت میں سب برابر ہوں تو پہلے ہجرت والا اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو زیادہ عمر رسیدہ۔[2]

فائدہ: اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ زیادہ علم والا شخص زیادہ عمر والے سے افضل ہے اگر کسی جگہ کوئی چھوٹی عمر والا عالم دین اور کوئی بڑی عمر والا آدمی اکٹھے ہو جائیں تو عمر رسیدہ (یعنی بڑی عمر والے) کو چاہیئے کہ وہ عالم دین کا اس کے علم دین کی وجہ سے ادب واحترام کرے اگرچہ وہ اس سے کم عمر ہو۔ یہاں تک کہ نماز کا اپنا امام بھی اسی ہی کو بنائے۔ (کیونکہ بنابر ادب شرعًا وہ ہی اس کا حق دار ہے)۔

حدیث نمبر ۴: "عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا ویامر بالمعروف وینه عن المنکر۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے اور اچھی باتوں کا حکم نہ کرے اور بری باتوں سے منع نہ کرے۔[1]

---

[1] (بخاری ص ۸۷: باب من قال لیؤذن فی سفر مؤذن واحد)

[2] (مسلم، مشکوٰۃ باب الامامۃ ص ۱۰۰)

فائدہ: اس حدیث مبارک سے بخوبی ظاہر ہوا کہ جو شخص بڑوں کی تعظیم واحترام نہ کرے تو وہ بفرمانِ سید المرسلین ﷺ وعید **لیس منّا** میں داخل ہے۔یعنی وہ نبی ﷺ کی جماعت میں سے نہیں ہے۔**(العیاذ باللہ تعالیٰ)**

حدیث نمبر۵: ”**عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده رضی اللہ تعالی عنهم قال قال رسول اللہ ﷺ لیس منا من لم یرحم صغیرنا ویعرف شرف کبیرنا**“۔

حضرت عمرو بن شعیب رحمہ اللہ تعالیٰ سے وہ اپنے باپ سے، وہ اپنے دادا سے رضی اللہ تعالیٰ عنہم روایت کرتے ہیں فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو شخص ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ جانے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔[2]

تشریح: مرآت (ص ۵۶۰) میں ہے کہ بڑے کی عزت و تعظیم کرنا یہ حکم مبارک عام ہے یعنی بڑائی خواہ عمر کی ہو، خواہ علم کی، خواہ درجہ کی۔سب کی بفرق مراتب تعظیم کرنا ضروری ہے۔اگر کوئی شخص یوں کہے کہ یہاں سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ کبیر (بڑے) سے مراد عمر اور سن کا کبیر ہے۔علم کا کبیر مراد نہیں تو ہم اثبات میں یوں کہیں گے کہ جب سن کے کبیر کی تعظیم و تکریم لازم ہوئی تو علم کے کبیر کی تعظیم و تکریم تو بطریقہ اولیٰ لازم وضروری ہوئی کیونکہ علم کے کبیر کی شان سن کے کبیر سے کوسوں درجے زیادہ ہی ہے۔پھر اہل اللہ کی تعظیم و تکریم تو بطریقہ **اولیٰ ثم اولیٰ من الاولیٰ** ثابت ہوئی کیونکہ اہل اللہ کی شان اہلِ علم سے کوسوں درجے زیادہ ہی ہے۔

حدیث نمبر۶: ”**وعن ابی موسی قال قال رسول اللہ ﷺ ان من اجلال اللہ اکرام ذی الشیبة المسلم وحامل القرآن غیر الغالی فیه ولا الجافی عنه واکرام السلطان المقسط۔**“

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں سے ہے بوڑھے مسلمان اور ایسے حاملِ قرآن کا احترام جو کہ نہ اس (قرآن) میں زیادتی کرے اور نہ اس سے دور رہے اور عادل بادشاہ کا احترام (یعنی ان تینوں قسم کے لوگوں کا احترام اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں سے ہے)۔[3]

حدیث نمبر۷: ”**وعن عآئشة ان النبی ﷺ قال انزلوا الناس منازلهم۔**“

---

[1] (رواہ الترمذی:وقال ھذا حدیث غریب:مشکوٰۃ:۴۲۳)

[2] (حدیث صحیح رواہ ابوداؤد والترمذی، وقال الترمذی حدیث حسن صحیح وفی روایۃ ابی داؤد حق کبیرنا۔ریاض الصالحین:صفحہ:۱۶۸ :باب توقیر العلماء والکبار)

[3] (رواہ ابوداؤد والبیہقی فی شعب الایمان ومشکوٰۃ:۴۲۳)

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کے ساتھ ان کے مراتب کے اعتبار سے پیش آؤ۔[1]

فائدہ: اس حدیث شریف کے ماتحت حاشیہ مشکوٰۃ شریف میں لمعات سے منقولاً مرقوم ہے کہ:

"ای اکرموا کل شخص علی حسب فضلہ و شرفہ ولا سوّوا بین الوضیع و الشریف و الخادم و المخدوم"۔

یعنی ہر شخص کا اکرام اس کی فضیلت اور شرف کے مطابق کرو خسیس اور شریف خادم اور مخدوم میں برابری مت کرو۔ (شریف اور مخدوم کا اکرام و تعظیم زیادہ کرو کہ یہ خسیس اور خادم سے فضیلت اور شرف میں بڑھ کر ہیں)۔

حدیث نمبر ۸: "وعن ابی امامۃ الباھلی قال ذکر لرسول اللہ ﷺ رجلان احدھما عابد و الآخر عالم فقال رسول اللہ ﷺ فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم۔"

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دو شخصوں کا ذکر کیا گیا ان میں سے ایک عابد ہے اور دوسرا عالم۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تمہارے ایک ادنیٰ پر۔[2]

دربیانِ ذکرِ واقعاتِ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم در آدابِ حضرت رسول اللہ ﷺ

یہ عاجز اس حصہ کے بیان میں عربی عبارات کے لکھنے کو اختصار کی وجہ سے چھوڑ دیتا ہے صرف ترجمہ یا بیان مفہوم و مطلب پر اکتفا کرتا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہر ایک واقعہ کے ثبوت کیلئے ماخذ (یعنی منقول عنہ کتاب) کا نام اور صفحہ وغیرہ ضرور عرض کرتا جائے گا۔

واقعہ نمبر ۱: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب و محبت

جب نبی اکرم ﷺ ایامِ ہجرت میں مدینہ شریف پہنچے تو وہاں قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں جا اترے اور نئے لوگ جوق در جوق آپ ﷺ کی زیارت کیلئے آتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ پر دھوپ آگئی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کے اوپر اپنی چادر تان لی اور سایہ کئے رکھا۔[3]

---

[1] (رواہ ابو داؤد و مشکوٰۃ: ۴۲۴)

[2] (رواہ الترمذی و مشکوٰۃ: صفحہ: ۳۴)

[3] (بخاری ص ۵۵۴ ج ۱: باب ھجرۃ النبی ﷺ الی المدینۃ و اصحابہ)

واقعہ نمبر ۲: حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب و محبت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک منافق جس کا نام بشر تھا اس کا کسی یہودی سے جھگڑا ہو گیا۔ یہودی چونکہ جانتا تھا کہ نبی ﷺ حق ہی کا فیصلہ فرماتے ہیں اور رشوت کبھی نہیں لیتے ہیں لہٰذا اس نے بشر کو کہا کہ چل حضرت محمد ﷺ سے فیصلہ کرائیں گے۔ بشر چونکہ جھوٹا تھا اس نے یہودی کو کہا کہ نہیں بلکہ تمہارے سردار کعب بن مالک کے پاس جا کر فیصلہ کرائیں گے۔ منافق کا خیال یہ تھا کہ کعب چونکہ رشوت خور ہے میں اسے کچھ رقم وغیرہ دے کر اپنا بنادوں گا لیکن یہودی کے اصرار سے دونوں حضرت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ آپ ﷺ نے دونوں کا بیان سن کر فیصلہ یہودی کے بارے میں دے دیا۔ منافق اس بات پر راضی نہ ہوا اور یہودی کو کہنے لگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کرواتے ہیں شاید اس نے یہ سمجھا ہو گا کہ چونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کفار پر سخت ہوتے ہیں لہٰذا وہ یہودی پر سختی کریں گے اور میرے لئے ہی فیصلہ کریں گے۔ یہودی کو اطمینان تھا کہ وہ سخت ہیں لیکن وہ سختی حق پرستی ہی کی وجہ سے ہے جب میں حق پر ہوں تو مجھ کو ہی غالب رکھیں گے بہر حال یہودی نے انکار نہ کیا اور جب وہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے تو یہودی نے سارا واقعہ بیان کر دیا کہ اس مقدمہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ فیصلہ سنا چکے ہیں مگر یہ شخص (یعنی منافق) اس پر راضی نہیں ہوا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس منافق سے پوچھا کیا یہ بات صحیح ہے اس نے کہا ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اچھا ٹھہرو میں ابھی ابھی گھر سے آکر تمہارا فیصلہ کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر تشریف لے گئے اور اپنی تلوار لے کر نکلے اور اس منافق کی گردن پر یہ کہتے ہوئے ماری کہ جو حضور ﷺ کا فیصلہ نہ مانے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اس کا فیصلہ یہ ہے۔ آیت شریف أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ (النساء ۶۰) سے لے کر فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (النساء ۶۵) تک کی آیتیں اس قصہ کے موضوع پر نازل ہوئی ہیں۔[1]

فائدہ: اس واقعہ سے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب و محبت رسول اکرم ﷺ بخوبی عیاں و نمایاں ہوئی۔

واقعہ نمبر ۳: حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب و محبت

جب صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضور اکرم ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قریش کی جانب دعوتِ اسلام اور صلح کے ابتدائی قواعد و ضوابط طے کرنے کیلئے بھیجا تو قریش نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت دی کہ

---

[1] (روح البیان: صفحہ: ۳۲۰: جلد: ۵)

وہ بیت الحرام کا طواف کر لیں مگر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار فرمایا اور فرمایا میں اس وقت تک طواف خانہ کعبہ نہیں کر سکتا جب تک کہ رسول اللہ ﷺ پہلے اس کا طواف نہ فرمالیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کے ادب کی رعایت کو طواف سے عظیم تر جانا اور حق وصواب بھی یہی ہونا چاہئے کہ کوئی عمل اور کوئی عبادت حضور اکرم ﷺ کے ادب کی رعایت کے برابر نہیں ہے۔[1]

واقعہ نمبر ۴: حضرت علی باب المدینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب و محبت

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ذی قعدہ ٦ ھ میں عمرہ کیا تو مکہ والوں نے مکہ میں داخلہ کی اجازت دینے سے انکار کر دیا حتی کہ ان سے اس شرط پر صلح ہوئی کہ آپ ﷺ اگلے سال تشریف لائیں۔ اور مکہ شریف میں (صرف) تین دن قیام فرمائیں تو جب کاتب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر لکھی تو لکھا کہ یہ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا وہ بولے ہم اس (یعنی محمد ﷺ کے رسول ہونے) کا اقرار نہیں کرتے کیونکہ اگر ہم مانتے ہوتے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو آپ ﷺ کو نہ روکتے لیکن آپ محمد ابن عبد اللہ ﷺ ہیں تو فرمایا کہ میں رسول بھی ہوں اور محمد ابن عبد اللہ ﷺ بھی ہوں پھر آپ ﷺ نے حضرت علی ابن ابی طالب سے فرمایا کہ لفظ رسول اللہ ﷺ کو مٹا دو وہ بولے کہ اللہ کی قسم میں کبھی آپ کو (یعنی لفظِ رسول اللہ ﷺ کو) نہیں مٹاؤں گا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے خود اس صلح نامہ کو پکڑا حالانکہ آپ اچھی طرح لکھتے نہ تھے پھر لکھا کہ یہ وہ ہے جس پر محمد ابن عبد اللہ نے صلح فرمائی۔[2]

فائدہ: اس واقعہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لفظِ رسول اللہ ﷺ کو نہ مٹانا نبی اکرم ﷺ کی محبت وادب کی بناء پر تھا۔ لہٰذا اس واقعہ سے آپ ﷺ کے ادب و محبت کا ثبوت ملا جو کہ مقصود بیان ہے۔

[1] (مدارج النبوۃ ص ۵۴۰ ج ۱ :الشفاء لقاضی عیاض عربی ص ۳۱ ج ۲)
[2] (مشکوٰۃ:صفحہ:۳۵۵:باب الصلح)

واقعہ ۵: مدینہ طیبہ کے مسلمانوں کا نبی اکرم ﷺ کے ایام ہجرت میں روزانہ آپ ﷺ کے استقبال کیلئے مقام حَرَّہ تک آنا:

جب مدینہ طیبہ کے مہاجر وانصار مسلمانوں کو خبر پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ ہجرت کے ارادہ سے مکۃ المکرمہ سے روانہ ہو چکے ہیں تو وہ روزانہ صبح کے وقت آپ ﷺ کا استقبال کرنے کیلئے مقام حرہ تک آتے۔ انتظار کرتے رہتے اور دوپہر گرم ہونے پر واپس لوٹتے تھے۔[1]

واقعہ نمبر ٦: حضرت بلال اور حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ادب

حضرت امّ الحصین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت اسامہ وبلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ ان میں سے ایک رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے تھے اور دوسرے آپ ﷺ کو گرمی سے بچانے کی خاطر اپنا کپڑا اوپر تان کر آپ ﷺ پر سایہ کئے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے جمرہ عقبہ کو کنکریاں ماریں۔[2]

فائدہ: مولانا احمد یار خان صاحب نعیمی **مرآت: صفحہ: ۱۸۷ : جلد: ۴** میں اس حدیث مبارکہ کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اونٹنی کی مہار پکڑے تھے اور حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر انور پر سایہ کئے ہوئے تھے۔ اس حدیث شریف سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اپنے خدام سے خدمت لینا جائز ہے، خواہ خدام تنخواہ دار نوکر ہوں، یا اپنے شاگرد، مرید، معتقد۔

دوسرے یہ کہ محرم بحالت احرام چھتری، خیمہ اور چادر کا سایہ لے سکتا ہے۔ بشرطیکہ یہ چیزیں اس کے سر سے علیحدہ رہیں۔

فائدہ: مرقاۃ: صفحہ: ۳۸۲ : جلد: ۵ میں ہے کہ چادر تاننے والے حضرت اسامہ اور مہار تھامنے والے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے پس اس حدیث مبارکہ سے ان دونوں حضرات کے ادب کا ثبوت ملا کیونکہ محبوب حقیقی پر چادر تان کر سایہ کرنا بھی ادب ہے اور محبوب کے جانور کی مہار پکڑ کر چلنا بھی ادب ہے۔

---

[1] (بخاری ص ۵۵۴ ج ۱ : باب ھجرۃ النبی ﷺ و اصحابہ)

[2] (مسلم شریف و مشکوٰۃ: صفحہ: ۲۳۵ : باب مایجتنبہ المحرم)

"مندرجہ ذیل تمام عبارت **مدارج النبوۃ اردو: صفحہ: ۵۳۸: جلد: ۱** سے نقل کی گئی ہے جو کہ حقیقۃً **الشفا فی حقوق المصطفیٰ لقاضی عیاض: صفحہ: ۳۱: جلد: ۲** کا ترجمہ ہے۔"

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا تعظیم و توقیر بجالانا

حضور اکرم ﷺ کی تعظیم و توقیر صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کس طرح کرتے تھے اس ضمن میں حضرت عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی طویل حدیث بیان کی گئی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کے صفات مذکور ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک رسولِ خدا ﷺ سے زیادہ محبوب کوئی ایک بھی نہ تھا اور نہ میری آنکھ میں آپ ﷺ سے زیادہ کوئی بزرگ و عظیم تر تھا اور میرا حال یہ تھا کہ میری طاقت اتنی نہ تھی کہ میں آپ ﷺ کو آنکھ بھر کر دیکھ سکوں اور نہ آپ ﷺ سے آنکھیں سیر ہوتی تھیں اگر کوئی مجھ سے کہے کہ میں حضور ﷺ کا وصف بیان کروں تو مجھ میں اتنی قدرت نہیں اس لئے کہ میں آپ ﷺ کے سامنے اپنی آنکھیں اوپر نہیں اٹھا سکتا تھا۔

ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں ہماری حالت یہ تھی کہ جب حضورِ اکرم ﷺ باہر تشریف لاتے تو اصحاب مہاجرین وانصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حلقے میں جلوہ گر ہوتے ان میں حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان نشست فرماتے مگر ان میں سے کسی میں تاب و تواں نہ ہوتی کہ آپ ﷺ کی طرف نظر بھر کر دیکھ سکے۔ یہ حضور ﷺ کی عظمت و کبریائی اور غایت جلال کا عالم تھا البتہ حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ ﷺ کی طرف دیکھتے اور متبسم ہوتے اور حضور ﷺ ان کی طرف ملاحظہ فرماتے اور تبسم فرماتے۔ یہ ان کی باہمی انس و محبت کا عالم تھا۔

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ ﷺ کے گرد بیٹھے ہوئے تھے اور ان کا حال یہ تھا گویا کہ ان کے سر پر پرندے بیٹھے ہیں مطلب یہ کہ انتہائی سکون و قرار میں تھے۔ جنبش تک نہ کرتے اور نہ سر اٹھاتے تھے اس لئے کہ جس کے سر پر پرندہ بیٹھا ہو اگر وہ حرکت کرے اور سر اٹھائے تو سر پر بیٹھا ہوا پرندہ اڑ جائے اور اس حدیث میں جس میں رسول اللہ ﷺ کا وصف مبارک بیان کیا گیا ہے مذکور ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کلام فرماتے تو ہم نشین صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سروں کو جھکا دیتے اور خاموش ہو جاتے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس وقت ان کو سال حدیبیہ میں قریش نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضور ﷺ کی تعظیم اور احترام کرتے دیکھا اور یہ دیکھا کہ جب حضور ﷺ وضو فرماتے ہیں تو آپ حضرات (صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم) حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام کے وضو کا پانی حاصل کرنے میں جلدی کرتے اور ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہیں اور قریب ہوتا ہے کہ باہمی خون خرابہ ہو جائے مگر پانی زمین پر گرنے نہیں دیتے اور حضور اکرم ﷺ کا آبِ دہن مبارک یا آب بینی شریف یا آب حلق مبارک جدا ہونے نہیں پاتا کہ آگے بڑھ کر اپنی ہتھیلیوں میں لے لیتے اور اپنے چہروں اور جسموں پر مل لیتے اور حضور ﷺ کا جو موئے مبارک جدا ہوتا اسے جلدی سے حاصل کر لیتے اور تبرک بنا کر اس کی حفاظت کرتے اور جب کوئی حکم فرماتے تو امتثال امر میں شتابی کرتے جب بات کرتے تو اپنی آوازوں کو پست کر لیتے اور کسی کو یارانہ ہوتا کہ نگاہ اٹھائے اور آپ کی طرف دیکھے۔ یہ غایت تعظیم اور اجلال کی وجہ سے تھا جب حضرت عروہ لوٹ کر قریش کی طرف گئے تو ان کو دیکھتے ہی کہنے لگے اے گروہ قریش میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کو ان کی بادشاہی کے زمانے میں دیکھا ہے مگر قسم ہے خدا کی میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا جیسا کہ محمد ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ کہا میں نے کسی بادشاہ کے ہم نشینوں کو کبھی ایسی تعظیم کرتے نہیں دیکھا جیسا کہ محمد ﷺ کی ان کے اصحاب تعظیم کرتے ہیں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ جس وقت سر مبارک سے قینچی سے بال تراشے جاتے تو حضور ﷺ کے گرد صحابہ جمع ہو جاتے اور بالوں کو ہاتھوں میں لیتے رہتے اور ایک بھی بال گرنے نہیں دیتے۔ بعد میں ان موئے مبارک کو حضور ﷺ اپنے صحابہ کرام میں تقسیم فرما دیتے۔ [1]

متعلقات نبوت یعنی اماکن و مقامات مقدسہ وغیرہ کی تعظیم و توقیر

حضور اکرم ﷺ کی تعظیم و توقیر میں یہ بھی ہے کہ ہر وہ چیز جو حضور اکرم ﷺ سے تعلق رکھے خواہ وہ اماکن متبرکہ ہوں یا مقامات مقدسہ یا وہ چیز جو حضور اکرم ﷺ کے دستِ اقدس سے چھو گئی ہو یا حضور ﷺ نے اس کی معرفت کرائی ہو ان سب کی تعظیم و توقیر ہر مسلمان کیلئے لازم و ضروری ہے۔

حضرت ابو مخذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ:

منقول ہے کہ حضرت ابو مخذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی کے بال اتنے لمبے تھے کہ جب بیٹھتے تو ان کے بال زمین تک پہنچ جاتے تھے لوگوں نے ان سے پوچھا ان بالوں کو اتنا لمبا کیوں کر رکھا ہے انہیں ترشواتے کیوں نہیں؟ جواب میں فرمایا میں انہیں اس بنا پر نہیں ترشواتا کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے ان کو مس کیا (چھویا ہے) میں تبرگا ان کی حفاظت کرتا ہوں۔ [2]

---

[1](مدارج النبوۃ اردو ص ۵۳۸ تا ۵۴۰، ج ۱، والشفا فی حقوق المصطفیٰ ص ۳۰ تا ۳۱، ج ۲)

[2](الشفاء: صفحہ: ۴۴: جلد: ۲)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی میں حضور اکرم ﷺ کے موئے مبارک کے چند بال تبرگا رکھے ہوئے تھے۔ ایک جنگ میں میدان کارزار میں ان کی یہ ٹوپی سر سے اتر کر گر پڑی تو انہوں نے اس کے حاصل کرنے کیلئے شدت کے ساتھ جنگ کی اس جنگ میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے اس پر بہت سے صحابہؓ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض کیا انہوں نے فرمایا میں نے یہ جنگ محض ٹوپی کے حاصل کرنے کیلئے شدت کے ساتھ نہیں لڑی بلکہ ان موئے مبارک کیلئے لڑی ہے جو اس ٹوپی میں سیئے ہوئے تھے اور میں نے ان کی حفاظت کیلئے یہ طریقہ اختیار کیا کہ تا کہ وہ مشرکوں کے ہاتھوں میں پڑ کر ضائع نہ ہو جائیں اور مجھ سے یہ تبرک سلب نہ ہو جائے۔[1]

واقعہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے منبر مبارک کی نشست گاہ پر اپنے ہاتھوں کو پھیرتے پھر ان ہاتھوں کو اپنے چہرے پر ملتے۔[2]

واقعہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدینہ منورہ میں اپنی سواری کے جانور پر سوار نہ ہوتے اور فرماتے کہ میں خدا سے شرم رکھتا ہوں کہ اس زمین کو گھوڑے کے سموں سے روندوں جس میں رسول اللہ ﷺ آرام فرما ہیں اور اس زمین مقدسہ پر حضور ﷺ نے اپنے مبارک قدم رکھے ہیں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے تمام گھوڑوں کو امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے کر دیا اس پر امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا کہ اپنے لئے بھی ایک گھوڑا روک لیجئے تو انہیں بھی یہی مذکورہ بالا جواب دیا۔[3]

---

[1] (الشفاء: صفحہ: ۴۴: جلد: ۲)

[2] (الشفاء: صفحہ: ۴۴: جلد: ۲)

[3] (الشفاء صفحہ ۴۴ جلد ۲)

حضرت احمد بن فضلویہ زاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ:

احمد بن فضلویہ زاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے اور یہ بزرگ بڑے غازیوں اور تیر اندازوں میں سے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی اپنی کمان کو اپنے ہاتھ سے بغیر وضو نہیں چھوا جب سے میں نے یہ سنا ہے کہ اس کمان کو حضور اکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک میں لیا تھا۔[1]

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک دوسرا واقعہ:

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس شخص کو قید کرنے اور اس پر تیس درّے مارنے کا فتویٰ دیا جس نے یہ کہا تھا کہ مدینہ طیبہ کی مٹی (نعوذباللہ منہ) خراب ہے۔ باوجودیکہ وہ شخص لوگوں میں بڑی قدر و منزلت والا شخص تھا اور کیا تعجب ہے کہ اس شخص کی گردن اڑا دینے کا حکم دیا جائے جو معاذاللہ یہ کہے کہ وہ مٹی جس میں نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہیں خراب اور غیر خوشبودار ہے۔[2]

اور یہ مندرجہ بالا تمام واقعات یعنی واقعہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر یہاں تک یہ سب کے سب بالترتیب مدارج النبوۃ صفحہ ۵۵۵ تا ۵۵۷، جلد ۱ میں موجود ہیں۔

---

[1] (الشفاء صفحہ ۴۴، جلد ۲)

[2] (الشفاء: صفحہ: ۴۵: جلد: ۲)

کتاب الانوار القدسیہ فی معرفۃ قواعد الصوفیاء عربی (الشیخ ابو الواہب سیدنا امام عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۸۳ھ) کے باب دوم وباب سوم سے انتخاب کر کے چند بہترین آداب و حقوق کا لفظی با محاورہ اردو ترجمہ پیش خدمت کیا جاتا ہے اور وہ مندرجہ ذیل ہے:

فصل در ترجمہ بعض آداب منتخبہ از کتاب الانوار القدسیہ

اپنے شیخ کے بعض آداب کا بیان

اے میرے بھائی! تو جان لے کہ شیخ کے ادب کا اعلیٰ حصہ شیخ کی محبت ہی ہے۔ جس مرید نے اپنے شیخ سے کامل محبت نہ رکھی بایں طور کہ شیخ کو اپنی تمام خواہشات پر ترجیح نہ دی تو وہ مرید اس راہ میں کامیاب نہ ہو گا۔ کیونکہ شیخ کی محبت کی مثال سیڑھی ہے۔ مرید اس کے ذریعے ہی سے چڑھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ کو پہنچتا ہے اور جس شخص نے اپنے اور اپنے مولائے عز و جل سبحانہ کے واسطے یعنی حضرت رسول اللہ ﷺ سے محبت نہ رکھی تو وہ منافق ہوا اور منافق جہنم کے نچلے طبقے میں ہو گا۔

جب آپ نے اس بات کو جان لیا تو اب آپکو اپنے مشائخ کے محبین (محبت رکھنے والوں) کے بعض اوصاف بتاتا ہوں تا کہ آپ ان اوصاف سے اپنی ذات کو آزمالیں اور اپنی سچی اور جھوٹی محبت میں فرق کریں۔

اب میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ: تمام اہلِ طریقت نے اتفاق کیا ہے کہ محبت شیخ میں صادق مرید کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ تمام گناہوں سے توبہ کر لے اور تمام عیبوں سے پاکیزگی اختیار کرے۔

جو مرید گناہوں سے آلودہ ہو اور اپنے شیخ کی محبت کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے۔ اور جیسا کہ اس کو اپنے شیخ سے محبت نہیں ہے تو اسی طرح شیخ کو بھی اس سے محبت نہیں ہے۔ جب شیخ کو اس سے محبت نہیں ہے تو اسی طرح اللہ تعالیٰ کو بھی اس سے محبت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے (قرآن مجید میں) فرمایا ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ (البقرة ۲۲۳)

بے شک اللہ تعالیٰ زیادہ توبہ کرنے والوں سے پیار کرتا ہے اور بہت پاکیزگی کرنے والوں سے پیار کرتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (البقرة ۱۹۵)

بے شک اللہ تعالیٰ اچھے کام کرنے والوں سے پیار کرتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ (التوبة ۴)

بے شک اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں سے پیار کرتا ہے۔

اور فرمایا ہے کہ: إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ (القصص ۷۷)

بے شک اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں سے پیار نہیں کرتا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا (النساء ۳۶)

بے شک اللہ تعالیٰ اس شخص کو پیار نہیں کرتا جو اترانے والا اور شیخی مارنے والا ہو۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا (النساء ۱۰۷)

اللہ تعالیٰ اس شخص سے پیار نہیں کرتا جو خیانت کار اور گنہگار ہو۔

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ (النحل ۲۳)

اللہ تعالیٰ مغروروں کو پیار نہیں کرتا۔

ان کی مثل اور آیات بھی ہیں۔

اور مشائخِ کبارر حمہم اللہ تعالیٰ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اپنے شیخ کی محبت کی شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ مرید اپنے شیخ کی گفتگو کے علاوہ دیگر تمام لوگوں کی گفتگو سننے سے اپنے کان بہرے بنا دے۔ پس مرید کسی بھی ملامت کرنے والے کی ملامت کو نہ سنے۔ یہاں تک کہ اگر تمام شہر والے لوگ کسی ایک صاف میدان میں جمع ہو کر اسے اپنے شیخ سے نفرت دلائیں (اور ہٹانا چاہیں) تو وہ لوگ اس بات پر (یعنی مرید کو شیخ سے ہٹانے پر) قدرت نہ پا سکیں۔

اگر بالفرض اس (مرید) کو کچھ دن کھانا پینا نہ ملے تو وہ اپنے شیخ کی طرف نظر ڈالنے اور باطنی تاثیر کی وجہ سے ان (کھانے پینے) سے بے پرواہ رہے اور ہمیں بعض محبین کی خبر پہنچی ہے کہ جب وہ اس مقام کو پہنچے تو وہ اپنے شیخ کی طرف نظر ڈالنے کی وجہ سے موٹے اور سفید ہو گئے۔

اور شیخ حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہم العزیز نے اپنی کتاب فتوحات مکیہ کے باب ۱۷۸ میں محبت رکھنے والوں کے اوصاف اس طرح بیان فرمائے ہیں کہ وہ (اپنے محبوب کی محبت سے) مقتول ہو۔ محبوب میں فانی ہو ہمیشہ محبوب کی طرف چلنے والا ہو (یعنی باطن میں اس کی طرف سیر کرنے والا ہو) بہت جاگنے والا محبوب کے غم میں ڈوبنے والا جو چیز کہ اسے محبوب سے ہٹائے خواہشات دنیوی ہوں یا اخروی سب سے علیحدہ ہونے والا بہت آہ نکالنے والا۔ محبوب کی گفتگو اور نام مبارک سے راحت پانے والا محبوب کے غم اور دکھ میں ہمیشہ شریک ہونے والا محبوب کی خدمت گزاری میں بے ادبی سے ڈرنے والا اپنی طرف سے محبوب کے حق میں جو کچھ بھی کرے اس کو تھوڑا سمجھنے والا اور محبوب کے تھوڑے کو بہت سمجھنے والا۔ محبوب کی اطاعت سے چمٹنے والا۔ اس کی مخالفت سے بھاگنے والا۔ اپنے نفس سے بالکلیہ علیحدہ ہونے والا جن تکلیفوں سے طبیعتیں متنفر

ہوتی ہیں ان پر صبر کرنے والا جن مشکلات پر محبوب اسے کھڑا کرے ان پر مضبوطی سے قائم رہنے والا محبوب کی محبت میں دائمی مجنوں اور اس کی رضا کو اپنے نفس کے تمام مطالب پر ترجیح دینے والا ہو۔

پس اے بھائی! تو ان اوصاف کو جو کہ میں نے تجھے شیخ کی محبت کے بارے میں بیان کئے اپنی ذات پر پیش کر اگر تو نے اپنی ذات کو ان کے موافق پایا تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالا اور جان لے کہ تو عنقریب ہی اس (شیخ کی محبت کے) راستے سے ان شاء اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کی محبت تک پہنچ جائے گا۔ کیونکہ مشائخِ کرام رحمھم اللہ تعالیٰ کی محبت و تعظیم اللہ تعالیٰ کی محبت و تعظیم کے دروازوں میں سے ہے۔

مریدین کے لئے بعض آداب مشائخِ عظام کا بیان بعنوان ارشادات

ارشاد نمبر۱: اے میرے بھائی! تو جان لے کہ کوئی بھی سالک مشائخ کرام رحمھم اللہ تعالیٰ کی صحبت اور ان کے اچھی طرح آداب بجالانے اور ان کی بہت خدمت کرنے کے بغیر طریقت کی ایک اچھی حالت پر کبھی نہیں پہنچا۔

ارشاد نمبر۲: اور جو شخص بغیر شیخ کے طریقت کا دعویٰ کرے تو اس کا شیخ ابلیس (شیطان) ہو گا۔ اگر اس شخص کے ہاتھوں سے کچھ عجیب باتیں ظاہر ہوں تو وہ استدراج ہوں گی جیسا کہ کانے دجال کے عجیب وغریب کارنامے ہوں گے جب کہ وہ قیامت کے قریب ظاہر ہو گا۔

ارشاد نمبر۳: اور امام ابو القاسم الجنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ جو شخص بغیر شیخ کے اس راہ میں آئے گا تو وہ خود بھی گمراہ ہو گا اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دے گا اور جو شخص مشائخِ کرام رحمھم اللہ تعالیٰ کا احترام اور ادب چھوڑ دے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے بندوں کی نظروں میں مبغوض (بغض کیا ہوا ناپسند) اور ایمان کے نور سے محروم رکھے گا۔

ارشاد نمبر۴: اور میرے سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ "من لم یعتقد فی شیخه الکمال لا یفلح علی یدیه ابدا" یعنی جو مرید اپنے شیخ کے کمال کا اعتقاد نہ رکھے تو وہ مرید اس شیخ کے ہاتھوں پر کبھی کامیاب نہ ہو گا۔

ارشاد نمبر۵: اور حضرت ابو علی دقاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ جو مرید اپنے شیخ کی صحبت میں آئے اور پھر اس پر اعتراض کرے تو بلا شبہ وہ اپنی بیعت توڑ دے گا اور اس پر واجب ہے کہ تجدید بیعت کرے۔

ارشاد نمبر۶: اور مرید پر حق ہے کہ وہ اپنے شیخ کو کبھی لفظ "کیوں" نہ کہے کیونکہ تمام مشائخ نے اتفاق کیا ہے کہ جس مرید نے اپنے شیخ کو "کیوں" کہا تو وہ طریقت میں کامیاب نہ ہو گا۔

ارشاد نمبر۷: شیخ عبد الرحمن جیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ جو مرید اپنے نفس کو اپنے شیخ اور اپنے پیر بھائیوں کی محبت سے روگردانی کرنے والا پائے تو اسے جاننا چاہیئے کہ اب اس کو اللہ تعالیٰ کے دروازہ سے دھتکارا جا رہا ہے۔

ارشاد نمبر۸: مرید پر لازم ہے کہ وہ یہ خیال کبھی نہیں لائے کہ اب وہ اپنے شیخ کا حق پورا کر چکا ہے۔ اگرچہ اپنے شیخ کی ہزار برس خدمت کرے اور اس پر لاکھوں روپیہ خرچ کرے اور جس مرید کے دل میں اتنی خدمت اور اتنے خرچ کے بعد یہ خیال آیا کہ اب وہ کچھ نہ کچھ حق ادا کر چکا ہے تو وہ مرید طریقت سے خارج ہو گیا اور اس کی بیعت وارادت ٹوٹ گئی۔

ارشاد نمبر۹: حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ (اے لوگو) تم بزرگوں کی صحبت سچائی اور یقین ہی کے ساتھ اختیار کرو۔ اگر وہ کسی سبب ظاہری کے بغیر تم پر زیادتی کریں تو تم صبر ہی کرو اور تم ان کے پاس پختہ ارادہ اور عاجزی ہی لے کر آؤ۔ پس اس طریقہ سے شیخ تمہیں فوراً ہی قبول فرمائیں گے۔

ارشاد نمبر۱۰: حضرت سیدی علی بن وفار حمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ مرید پر لازم ہے کہ وہ اپنے تمام وسائل اسباب اور اپنے تمام معمولات کو جن پر اسے اعتماد ہے اپنے شیخ کے سامنے پیش کر دے تاکہ شیخ ان تمام چیزوں کو فنا اور گم کر ڈالے۔ پس اس وقت مرید کا اعتماد نہ اپنے علم پر رہے نہ عمل پر۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے بعد صرف اپنے شیخ ہی کے فضل پر اعتماد رہے اور یہ یقین رہے کہ اب مجھے تمام بھلائیاں اور خیر صرف میرے شیخ ہی کے واسطے سے پہنچیں گے۔ یہ سب چیزیں اسی لئے ضروری ہیں تاکہ شیخ اس مرید کو دشمن کے منازل سے نکال کر مقامات حق جل وعلا تک پہنچا دے اور اس (مندرجہ بالا) حالت میں مرید کو بہت سخت زلزلے بھی (جن کے آنے کا بہت امکان ہے) کچھ حرکت نہیں دے سکیں گے۔

ارشاد نمبر۱۱: اور آپ اکثر اوقات فرماتے تھے کہ مرید کا اپنے شیخ کی صحبت کو لازم کرنا بعض اوقات مرید کے سفر مکۃ المکرمہ سے بھی افضل ہے کیونکہ شیخ مرید کو بیت اللہ شریف کے مالک رب تعالیٰ کی معرفت تک پہنچاتا ہے جو کہ بیت اللہ سے افضل ہے اور مرید کیلئے یہ بات کیسے بہتر ہو سکتی ہے کہ وہ اس بیت کی تعظیم کو کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت کیلئے تیار فرمایا ہے چھوڑ کر اس بیت کی طرف متوجہ ہو جائے جسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کیلئے تیار فرمایا ہے۔

ارشاد نمبر۱۲: اور مرید پر لازم ہے کہ شیخ کی خدمت میں ہر وقت سچائی ہی کے ساتھ آئے اگرچہ روزانہ ہزار بار آنا نصیب ہو۔

ارشاد نمبر۱۳: اور آپ فرماتے تھے کہ جس شخص نے بغیر شیخ اور ہادی کے کمال کا ارادہ کیا تو وہ مقصود کے راستہ سے بھٹک گیا کیونکہ پھل اپنی گٹھلی کے وجود کے بغیر جو کہ اس کا اصل ہے کبھی کامل نہیں ہو گا تو مرید بھی اسی طرح اپنے شیخ کے وجود کے بغیر کبھی کامل نہ ہو گا۔

ارشاد نمبر۱۴: مرید پر لازم ہے کہ جب اس کا شیخ اس کے پیر بھائیوں میں سے کسی ایک کو اس سے آگے بڑھا دے تو وہ اپنے شیخ کے ادب کی وجہ سے اپنے اس (پیر بھائی) کی خدمت کرے اور حسد ہرگز نہ کرے ورنہ اس کے جمے ہوئے پاؤں بھی

پھسل جائیں گے اور اسے بڑا نقصان پیش آئے گا۔ ہاں اگر کسی مرید کا یہ ارادہ ہے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں سے آگے بڑھ جائے تو اسے چاہیئے کہ وہ اپنے شیخ کی خوب اطاعت کرے اور اپنے آپ کو ایسی صفات سے آراستہ کر لے جن کے ذریعہ سے وہ آگے بڑھ جانے کا مستحق ہو جائے اور اسی وقت شیخ بھی اسے اسی کی طرح دوسرے پیر بھائیوں سے آگے بڑھا دے گا کیونکہ شیخ تو مریدوں کا حاکم اور ان کے درمیان عدل کرنے والا ہوتا ہے اور بہت قلیل ہے کہ کوئی مرید اس مرض سے بچ جائے۔ (اللہ تعالیٰ پناہ دے)۔

ارشاد نمبر ۱۵: اور آپ فرماتے تھے کہ جب تجھے یہ جائز نہیں ہے کہ تو اپنے جسم کے باپ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی طرف اپنی نسبت کرے تو پھر یہ بات کیسے جائز ہو گی کہ تو اپنی روح کے باپ جو کہ تیرا شیخ ہے اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی طرف اپنی نسبت کر دے حالانکہ حقیقی باپ روح ہی کا باپ ہے۔

ارشاد نمبر ۱۶: جو شخص اپنے شیخ کو ہر اس بات میں کہ اس نے فرمایا سچا سمجھا تو وہ مرد ہے اگرچہ عورت ہو اور جس نے اپنے شیخ کو جھوٹا سمجھا تو وہ عورت ہے اگرچہ مرد ہو۔

ارشاد نمبر ۱۷: اور آپ فرماتے تھے کہ جب تو نے جان لیا کہ تیرا شیخ اللہ تعالیٰ کو جانتا ہے اور وہ تیرے اور تیرے رب کے درمیان واسطہ ہے اور ایک ایسا ذریعہ ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ تیری طرف متوجہ ہوتا ہے تو تو اس شیخ کی اطاعت کو لازم کر لے تو دائمی عزت پائے گا اور تو ایسا ہو جا کہ گویا کہ تو ان فرشتوں میں سے ہے جو کہ تیرے رب کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہیں اکڑتے اور وہ اس کی تسبیح پڑھتے ہیں اور اس کیلئے سجدہ کرتے ہیں۔

ارشاد نمبر ۱۸: اور آپ فرماتے تھے کہ تو عارف باللہ کی خدمت کر تیری خدمت کی جائے گی اور تو (بالخصوص) شیخ کے روبرو اس کی ممانعت سے بچ جا ورنہ تو ملعون ہو جائے گا اور دھتکارا جائے گا۔ پس شیطان ملعون ہو گیا اور دھتکارا گیا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے روبرو ہی سجدہ کا تارک بن گیا۔

ارشاد نمبر ۱۹: اور آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ دکھانے والا تیرا مرشد وہ ایک ایسی آنکھ ہے کہ جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ تیری طرف لطف اور رحمت سے دیکھتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا منہ ہے کہ جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ تیری طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کی رضا سے راضی ہوتا ہے اور اس کی ناراضگی سے ناراض ہوتا ہے پس (اے مرید) تو (اس بات کو) جان لے اور (شیخ کی اطاعت کو) لازم کر لے اور دیکھ لے کہ تو کیا دیکھتا ہے۔

ارشاد نمبر ۲۰: اور آپ فرماتے تھے کہ جس شخص نے اپنے شیخ کی صرف ظاہری بشریت کو دیکھا تو اس کی تمام کوشش ضائع ہو گئی اور اس وقت شیخ اس کیلئے جتنا بھی روشن راستہ کھولے وہ اس مرید کی روگردانی اور جھٹلانے ہی کو بڑھائے گا کیونکہ بشر

(من حیث البشر) کی تو خاصیت یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کی اطاعت نہ کرے۔ پس وہ خاصیت اسے شیخ کی نصیحت اور ارشاد سننے سے مانع رہے گی اگرچہ وہ ارشاد قرآن ہی کا کیوں نہ ہو جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت اسے نہ گھیرے۔ اور قرآن پاک (کی اس مندرجہ ذیل آیت) میں بھی اس ہی بات کی طرف اشارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے ایک رسول کے قول کو نقل فرماتا ہے:

وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا (نوح ۷)

ترجمہ: "اور میں نے جب کبھی ان کو بلایا تا کہ آپ ان کو بخش دیں تو ان لوگوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیں اور اپنے کپڑے لپیٹ لئے اور اصرار کیا اور غایت درجہ کا تکبر کیا۔"

اور یہ بات اس لئے تھی کہ ان لوگوں نے رسولِ خدا ﷺ کو ان کی بشریت کے اعتبار سے دیکھا تھا اگر وہ لوگ انہیں ان کی روحانیت اور ان ﷺ کے ارشاد وحی کے اعتبار سے دیکھتے تو ضرور آپ ﷺ کے سامنے جھک جاتے اور تابعدار ہو جاتے۔

ارشاد نمبر ۲۱: اور آپ فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشتا ہے کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے تو مشائخ بھی اس ہی طرح ہیں۔ اس بات کو نہیں بخشتے ہیں کہ ان کے ساتھ شرک کیا جائے۔ حقیقت میں یہ لوگ اللہ تعالیٰ ہی کے اخلاق کے مطابق وجود پذیر ہیں۔ پس اے مرید جب تو نے اپنے شیخ کی محبت کے ساتھ کسی دوسرے شیخ کی محبت کو ملا لیا (یعنی شریک کر لیا) اور اس وقت اپنے شیخ کو اپنے اوپر ناراض پایا تو تو اس وقت اپنے آپ کو ملامت کر اور شیخ پر بدظنی مت کر بلکہ تو یقین کر لے کہ یہ ناراضگی اللہ تعالیٰ کے اخلاق میں سے ہے جو کہ فرمایا: إِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ (النساء ۴۸) وہ نہیں بخشتا اس بات کو کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور اسی اخلاق پر اللہ تعالیٰ کا ایک ولی ظاہر ہوتا ہے۔

ارشاد نمبر ۲۲: اس بات پر مشائخ کا اتفاق ہو چکا ہے کہ ایک مرید کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دو شیخ لے لے۔ جیسا کہ ایک جہاں کیلئے دو معبود نہیں ہوتے ہیں اور ایک عورت کیلئے دو شوہر نہیں ہوتے ہیں اور ایک آدمی کیلئے دو دل نہیں ہوتے ہیں اسی طرح ایک انسان کیلئے دو شیخ نہیں ہوتے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا ہے کہ دو شیوخ کے درمیان کسی شخص نے راستہ لیا ہو اور مردوں کے مقامات کو پہنچ گیا ہو۔

ارشاد نمبر ۲۳: اور آپ فرماتے تھے کہ اے مرید تو اپنی عبادات و مجاہدات کے ظاہری احوال کو اپنے شیخ کے حال پر قیاس مت کر کیونکہ تیرے شیخ کے ظاہری اعمال اگرچہ تھوڑے ہوں لیکن اس کے اعمال کے باطن کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

کے نزدیک شیخ کا ایک دن مرید کے ہزار دنوں کے برابر ہے (پس مرید جب ہزار دن عبادت کرے تو پھر شیخ کے ایک دن کی عبادت کو پہنچے گا پھر قیاس کرنا کس طرح صحیح ہو گا)۔

ارشاد نمبر ۲۴: اور میرے سید حضرت علی بن وفا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ اے مرید وہ تمام (نعمتیں اور) مدد جو تو اپنے شیخ میں دیکھتا ہے حقیقت میں وہ تیری ہی صفات ہیں (جو کہ تجھے تیرے شیخ میں نظر آ رہی ہیں) پس اگر تونے اپنے شیخ کو بے دین دیکھا تو غیب ازلی یعنی حقیقت میں تو بے دین ہے کیونکہ شیخ وجود کا آئینہ ہے۔ اگر تو نے اپنے شیخ کو صدیق دیکھا تو (حقیقتًا) تو اللہ تعالیٰ کے علم میں صدیق ہے۔

حکایت: کسی مرید نے ایک مرتبہ شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کیا کہ اے میرے سردار آج رات میں نے آپ کے چہرہ کو خنزیر کا چہرہ دیکھا ہے تو آپ نے فرمایا: اے بیٹا! آپ نے سچ فرمایا ہے میں وجود کا آئینہ ہوں پس تونے اپنا منہ مجھ میں دیکھا ہے اور اپنے آپ کو میں یعنی بایزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھ لیا ہے یعنی وہ چہرہ جسے تو نے دیکھا تھا وہ میرا نہیں تھا وہ تیرا ہی چہرہ تھا لیکن تو نے اسے میرے منہ میں دیکھ لیا تھا کیونکہ شیخ مرید کا آئینہ ہوتا ہے اور آئینہ میں اپنا ہی منہ نظر آتا ہے پس اے بیٹا تو اپنے نفس کو خنزیروں کی صفات سے پاک کرلے پھر میری طرف دیکھ لے۔ پھر تو مجھے خنزیر نہیں دیکھے گا۔

ارشاد نمبر ۲۵: جب شیخ کسی مرید کے معاملے میں اس کی مخالفت کرے اور اس کی خواہش کے برعکس کام کرے تو مرید کو صبر کرنا چاہئے اور یہ اس بات کی ایک بڑی دلیل ہے کہ شیخ نے اس مرید سے سچائی کی بو سونگھی ہے۔ اگر شیخ نے اس مرید سے سچائی کی بو نہ سونگھی ہوتی تو اس سے مخالفت والا معاملہ نہ کرتا بلکہ بیگانوں والا معاملہ کرتا یعنی نرمی اور موافقت وغیرہ۔

ارشاد نمبر ۲۶: اور آپ فرماتے تھے کہ جس مرید نے یہ گمان کیا کہ اس کا شیخ اس کے اسرار سے واقف نہیں ہے تو وہ مرید اپنے شیخ سے بہت دور ہے اگرچہ دن رات شیخ کے ساتھ ہی بیٹھتا ہو۔

ارشاد نمبر ۲۷: اور آپ فرماتے تھے کہ اے مرید، حاسد اور اپنے شیخ کے دشمن کی بات کی طرف کان دینے سے بچ جا ورنہ وہ تجھے اللہ تعالیٰ کی راہ سے دور کر دے گا۔

ارشاد نمبر ۲۸: اور میرے سید حضرت علی بن وفا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ اے مرید تو اپنے شیخ کے میٹھے کلام سے دھوکہ مت کھا۔ یوں نہ سمجھ کہ تو اب اس کے نزدیک ایک اعلیٰ مقام کو پہنچ گیا ہے۔

ارشاد نمبر ۲۹: اور داعی الی اللہ کی قانون دانی میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ضعیفوں کے ساتھ میٹھی گفتگو اور احسان کے ساتھ پیش آئے اور ان پر معاملہ نرم فرمائے۔ پھر جب وہ طریقت میں پکے ہو جائیں تو اس وقت شیخ کو اختیار ہے کہ ان میں جیسا

چاہے ویسا حکم فرمائے۔ انہیں سخت کلامی سے زجر فرمائے اور انہیں لذیذ طعاموں سے منع فرمائے اور ان پر اپنی صحبت میں بیٹھنے کو لازم فرمائے اور جو چاہے کرے۔

ارشاد نمبر ۳۰: اور مرید پر حق ہے کہ وہ اپنے اوپر شیخ کے ادب کو لازم بنائے اور شیخ سے کرامت کی طلب کبھی نہ کرے اور نہ ہی خلافِ عادت کسی کام کا وقوع چاہے اور نہ ہی کشف اور ان جیسی چیزوں کا مطالبہ کرے جس شخص نے اپنے شیخ سے اس نیت سے کرامت چاہی کہ اس کے بعد اپنے شیخ کی (اچھی طرح) اتباع کرے گا تو ایسے مرید کا اب تک اعتقاد صحیح نہیں ہوا ہے اور اسے یقین نہیں ہوا ہے کہ اس کا شیخ اہل اللہ کے طریق سے بخوبی واقف ہے۔ (یعنی ایسا مرید اب تک ناقص مرید ہے)۔

ارشاد نمبر ۳۱: حضرت شیخ ابو العباس مرسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ اے مرید تو اپنے شیخ سے کرامت طلب کرنے سے بچ تاکہ تو اس (کرامت) کی وجہ سے اس کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اتباع کرے کیونکہ یہ بے ادبی ہے اور دینِ اسلام میں تیرے شک کی علامت ہے کیونکہ جس ذات نے تجھے اس (دین) کی طرف دعوت دی ہے وہ تیرا شیخ ہے اور دین اس کی اپنی شریعت نہیں ہے۔ دین تو صرف رسول اللہ ﷺ ہی کی شریعت ہے۔ پس شیخ تابع ہوا متبوع نہیں (اور تابع سے کرامات کی طلب کرنا درست نہیں)۔

ارشاد نمبر ۳۲: اے مرید! تو اپنے شیخ کی خفگی (اور عتابوں) کے وقت اپنے اوپر صبر کو لازم کر لے۔ اگر وہ تجھے دھتکارے تو تو جدا مت ہو جا اور تو اس کے حضور میں اس کی طرف دزدیدہ نظر (یعنی چھپی نگاہ) سے دیکھتا رہ اور یہ بھی جان لے کہ بزرگانِ دین کسی بھی ایک مسلمان کو ایک سانس برابر بھی ناپسند نہیں سمجھتے ہیں اور وہ جو کچھ بھی کرتے ہیں وہ سب مریدین کی تعلیم ہی کی غرض سے کرتے ہیں۔

ارشاد نمبر ۳۳: اور آپ فرماتے تھے کہ مرید کا اپنے شیخ کے مقام کو جاننا اللہ تعالیٰ کی معرفت سے زیادہ مشکل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کمال بزرگی اور قدرت مخلوق کو معلوم ہے اور مخلوق ایسی نہیں ہے (کہ اس کا کمال و بزرگی بھی مخلوق کو معلوم ہو) پس انسان اپنی طرح کی ایک مخلوق کے بلند مقام کو کس طرح جان سکتا ہے جو کہ اس جیسا کھاتا بھی ہو اور اس جیسا پیتا بھی ہو۔

ارشاد نمبر ۳۴: اور آپ فرماتے تھے کہ اے مریدو! تم اپنے شیخ کے ادب کو اپنے اوپر ہر دم لازم بناؤ اگرچہ وہ تم سے کبھی خوش روئی (وخندہ پیشانی) سے گفتگو فرمائیں کیونکہ اولیاء اللہ کے قلوب مثل قلوب بادشاہوں کے فوراً ہی حلم وبردباری سے ناراضگی وسزا دینے کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔ جب ولی اللہ کا بازو تنگ ہو گیا تو اس کا ایذا دینے والا اسی وقت ہلاک ہو جائے گا اور جب کشادہ رہا تو اس وقت ثقلین (یعنی تمام جن اور تمام انسانوں) کی ایذا رسانی کو بھی برداشت فرمائیں گے۔

ارشاد نمبر ۳۵: اور مرید پر حق ہے کہ وہ اپنے شیخ کے کلام پر اپنی عقل کا ترازو کھڑا نہ کرے۔ یہاں تک کہ اگر شیخ اپنے مرید کو فرمائے کہ تو فلاں عالم یا فلاں خطیب کی صحبت میں مت بیٹھ تو مرید کو چاہئے کہ اس کی صحبت میں نہ بیٹھے کیونکہ شیخ اپنے مرید کی ہر چیز کا امانتدار و ذمہ دار ہوتا ہے اسے چڑھاتا ہے یا ٹھہراتا ہے یا پیچھے ہٹاتا ہے سب کچھ اس کے سپرد ہے اور غیر شیخ اس چیز کا التزام نہیں کرے گا پس ہو سکتا ہے کہ اسے مثلاً ایک ایسی چیز بتائے جو کہ اس کیلئے مضر ہو اور اس کی خود پسندی کی باعث ہو تو اس صورت میں مرید ہلاک ہو جائے گا۔ خصوصاً جب کہ وہ اس کے شیخ سے زیادہ میٹھی زبان ہو۔

نیز نفس کا کام ہے خیانت تو وہ (علماء کے) بحث مباحثہ اور دشمنوں پر غلبہ پانے والی مجالس کی حاضری سے خوش ہو گا اور جو بات سنے گا اس پر عمل کرنے کی قدرت نہیں رکھے گا اور شیخ کی مجلس ایسی نہیں ہوتی ہے کیونکہ شیخ کی غرض تو مریدوں پر سختی کرنا اور ان کے ہر ایک کام پر ان سے سختی سے حساب لینا اور ان کے نفسوں کی خواہشات کے خلاف معاملہ کرنا ہوتا ہے۔ ضعیف الحال مرید کا نفس اپنے شیخ کی صحبت سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ (لہٰذا جب شیخ اپنے مرید کو کسی عالم یا خطیب کی صحبت سے روک دے تو مرید کو چاہئے کہ اس کی صحبت میں نہ بیٹھے ورنہ وہ مرید نقصان اٹھائے گا)۔

ارشاد نمبر ۳۶: اور آپ فرماتے تھے کہ شیخ کو جائز ہے کہ وہ اپنے مرید کو ایک وظیفے کے ترک کرنے اور ایک دوسرے وظیفہ کے اختیار کرنے کا حکم فرمائے۔ پھر جب شیخ اسے کسی وظیفہ کے ترک کرنے کا حکم فرمائے تو مرید کو چاہئے کہ فوراً اہی امتثال امر (یعنی شیخ کے حکم مبارک کی تابعداری) کرے اور مرید کو اپنے دل میں بھی اعتراض لانا جائز نہیں ہے۔ مثلاً دل میں یوں کہے کہ وہ وظیفہ تو اچھا تھا شیخ نے مجھے اس سے کیوں روکا۔ کیونکہ بسا اوقات شیخ اس وظیفہ میں مرید کا ضرر دیکھتا ہے۔ مثلاً اس وظیفہ سے مرید کے اخلاص کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے نیز بہت سے عمل ایسے ہوتے ہیں جو کہ عندالشرع افضل ہوتے ہیں لیکن جب ان میں نفس کا کوئی حصہ آ جاتا ہے تو وہ عمل مفضول (یعنی کم درجہ والے) بن جاتے ہیں اور مرید کو ان چیزوں کا پتہ نہیں چلتا ہے۔ (لہٰذا مرید کو چاہئے کہ وہ ہر وقت امتثال امر ہی کرتا رہے اور اپنے آپ کو خطرات و وساوس کے آنے اور شبہات کے پیدا کرنے سے بچائے)۔

حکایت: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو تلاوتِ قرآن مجید بلند آواز سے نہیں فرماتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلاوت بلند آواز سے فرماتے تھے جب حضرت رسول اللہ ﷺ کو ان دونوں کے اس طریقہ کی خبر دی گئی تو آپ ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ کیوں بلند آواز سے تلاوت نہیں کرتے تو انہوں نے عرض کیا کہ حضور ﷺ! میں اس ذات کو سناتا ہوں جو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ کیوں بلند آواز سے تلاوت کرتے ہیں تو انہوں نے عرض کیا کہ حضور ﷺ! میں سونے والوں

کو جگاتا ہوں اور شیطان کو بھگاتا ہوں تو آپ ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ آپ اپنی آواز تھوڑی بلند کریں اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ تم تھوڑی پست کرو۔ اور آپ ﷺ نے ان دونوں کو یہ حکم اس لئے فرمایا کہ تاکہ ان کو ان کی مراد سے نکال کر اپنی مراد پر لائیں کیونکہ وہ دونوں اس وقت تعلیم اور تربیت کے مقام پر گامزن تھے۔

ارشاد نمبر ۳۷: اور آپ اکثر اوقات فرماتے تھے کہ جب کبھی شیخ تمہارے سامنے ظاہراً خوش خوش اور تبسم فرماتے ہوئے نظر آئیں تو تب بھی تم ان سے ڈرو اور ان کے پاس ادب ہی سے بیٹھو کیونکہ شیخ کبھی کبھی بارش اور رحمت کی صورت میں تلوار اور عذاب ہوتا ہے۔

ارشاد نمبر ۳۸: اور آپ فرماتے تھے کہ اے مرید! تیرا شیخ جو کلم کہ تیرے دل میں بو دے تو تو اس کو بے ثمرہ ہرگز مت سمجھ کیونکہ بعض اوقات اس کلم کا ثمرہ شیخ کے انتقال کے بعد ظاہر ہوتا ہے کیونکہ اس کی کھیتی ان شاءاللہ تعالیٰ برباد نہیں ہوگی۔ پس اے بیٹا تو ہر اس بات کو کہ اپنے شیخ سے سنے اس کی خوب حفاظت کر اگرچہ اس بات کو سننے کے وقت تو اس کے فائدے کو نہ سمجھے۔

ارشاد نمبر ۳۹: اپنے شیخ کی بے ادبیوں میں سے ایک بڑی بے ادبی جس میں مرید اکثر واقع ہوتا ہے یہ ہے کہ وہ مرید اپنے شیخ کے صبح وشام کے مقرر کردہ ذکر کی مجلسوں میں حاضر نہ ہو کیونکہ ہر شیخ کی مدد اس کے ورد میں ہوتی ہے پس جس مرید نے اپنے شیخ کا ورد چھوڑا وہ اپنے شیخ کی مدد سے محروم رہا۔ ہاں اگر شیخ کی مجلس میں نہ پہنچنے کیلئے مرید کے پاس کوئی عذر ہے تو اسے چاہئے کہ وہ عذر اپنے شیخ کو بیان کر دے۔ پس اگر شیخ اس کے عذر کو سچا سمجھے تو ٹھیک ہے ورنہ شیخ اس مرید سے سختی سے حساب لے لے اور اس کی عدم سچائی کو اسے بیان کر دے تاکہ وہ آئندہ ایسے کام سے توبہ کر لے۔ اور مرید کی سچائی کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ کی مجلس کے فوت ہونے پر اتنا نادم اور پشیمان ہو جائے کہ تمام دنیا اپنی کشادگی کے باوجود اس پر تنگ ہو جائے اور وہ مرید سخت غم کی وجہ سے اس دن صبح وشام کے کھانے کو چھوڑ دے اور شرمندگی کی وجہ سے کسی آدمی کے سامنے بھی نہ آئے اور نہ ہنسے اور نہ کھیلے (یعنی) اس شخص جیسا (رہے) کہ جس کا پیارا بیٹا اس دن مر گیا ہو۔ پس وہ مرید ہمیشہ پریشانی میں رہے یہاں تک کہ اس کا شیخ اس پر راضی ہو جائے۔

پھر جب اس کا شیخ اس پر راضی ہو گیا تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ نے اب اس مرید کے مجلس شیخ کے ترک کرنے کے عذر کو قبول فرمالیا ہے۔ اے میرے بھائی تو جان لے کہ شیخ کے ہمسایہ میں رہنے والے مریدوں پر زیادہ ضروری ہے کہ وہ شیخ کے مقرر کردہ ورد پر روزانہ پہنچیں اور یہ لوگ دور والوں کی بنسبت جو کہ ذکر کا نام سنتے ہیں اور وہ اپنے گھروں میں بیٹھے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے ہیں نہ گھروں میں اور نہ تنہا کسی گوشہ میں یہ لوگ ان لوگوں سے زیادہ حقدار ہیں بلکہ شیخ

کی جماعت اور اس کے ہمسایوں پر لازم ہے کہ وہ ان دور والے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی مجلس کی طرف کھینچ کر لائیں۔ پس جاننا چاہیئے کہ یہ (ذکر اللہ تعالیٰ کی) مجلس اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی مجلس ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کی کوئی مجلس بھی اس کے مشابہ نہیں ہو سکتی ہے۔ ہائے پناہ ہائے پناہ ہائے پناہ اس شخص کی صحبت سے کہ جس کا دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہے اور اس نے اپنے نفس کی خواہش کی اتباع کی اور اس کا معاملہ حد سے تجاوز کیا ہوا ہے۔

ارشاد نمبر ۴۰: اور میرے سید حضرت یوسف عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ ہر وہ مرید جو کہ بلا عذر ذکر کی مجلس یا کسی دیگر خیر کی مجلس سے پیچھے رہ گیا تو اس کو چاہیئے کہ وہ پیر بھائیوں کے سامنے اپنے نفس کو توبیخ کرے (یعنی اس کو ملامت کرے) مثلاً یوں کہے کہ اے پیر بھائیو! واہ واہ تمہاری کامیابی تم مجلس میں حاضر ہوئے اور اپنے رب تعالیٰ کے پاس بیٹھے اور ہائے ہائے میری بد قسمتی کہ میں اس مجلس سے پیچھے رہ گیا۔ پس امید ہے کہ یہ ملامت کرنا اس نقصان کا بھراؤ ہو جائے۔ اور مرید کو یہ لائق نہیں ہے کہ وہ اپنے نفس کی غلطی پر چشم پوشی کر کے اس کو کبھی ملامت نہ کرے کیونکہ اس بات میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹھنے کی ناقدری ہے کہ اس کے فوت ہونے پر مرید کو کچھ تکلیف نہ پہنچی اور اس نے اپنے نفس کو کچھ ملامت نہیں کی اور یہ کام دوسرے بھائیوں کی بے پرواہی اور عدم انتظامی کا بھی باعث ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے نہیں کرے گا تو وہ بے شک ایمان سے بیزار ہو جائے گا۔ اور قرآن مجید میں منافقوں کی صفت میں آیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے ہیں مگر تھوڑا (پس تو اس آیت مبارکہ اور اس حدیث شریف کے مفہوم میں غور کر کے اپنے نفس کی اصلاح کر لے)۔

عجیب نکتہ: جاننا چاہیئے کہ جو مرید ذکر کی مجلس سے رہ جانے کے وقت یوں کہے کہ مجھے فلاں ضرورت یا فلاں عذر تھا لہٰذا میں حاضر نہیں ہو سکا تو اگر بالفرض اس مرید کو اس مجلس میں حاضر ہونے کی صورت میں ہزار دینار پیش کیا جاتا تو وہ اس وقت مجلس میں ضرور حاضر ہو جاتا تو ایسا مرید اپنے اس قول میں کہ مجھے فلاں ضرورت یا فلاں عذر تھا جھوٹا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کے ساتھ بیٹھنے کے برابر دنیا و آخرت کی کوئی بھی چیز نہیں ہوتی ہے۔

اور ہمارے زمانے کے اکثر لوگ جو کہ ضروریات اور حاجات وغیرہ کی علتیں پیش کرتے رہتے ہیں اگر ان سے وعدہ کیا جائے کہ جو آدمی مجلس میں حاضر ہو گا تو اسے ایک دینار دیا جائے گا تو غالبًا وہ شخص مجلس کے وقت آنے سے پہلے ہی اپنی تمام ضرورتوں کو ایک طرف ہٹا کر فوراً ہی مجلس میں حاضر ہو جائے گا تاکہ وہ ایک دینار اس سے چھوٹ نہ جائے (لا حول و لا قوۃ الا باللہ)۔

اپنے شیخ کے بعض آداب کا بیان

ارشاد نمبر۴۱: میں نے اپنے سردار شیخ علی مرصفی رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ مرید کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ شیخ جس شخص سے دشمنی کرے تو مرید بھی اس شخص سے دشمنی کرے اور شیخ جس شخص سے دوستی رکھے تو مرید بھی اس شخص سے دوستی رکھے۔

ارشاد نمبر۴۲: اور مرید پر حق ہے کہ وہ اپنے شیخ کے کمال کا پختہ اعتقاد رکھے تاکہ تردد کے مرض سے بچ جائے (اور فورًا ترقی کرلے)۔

ارشاد نمبر۴۳: اور مرید پر حق ہے کہ وہ اپنے باپ اور داداؤں کی بزرگی پر اکتفاء نہ کرے جیسا کہ اکثر مشائخِ کرام کی اولاد کا حال ہے بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے لئے کوئی شیخ بنالے تاکہ وہ اس کی اچھی طرح تربیت کرے کیونکہ بزرگی ورثے میں نہیں ملتی ہے یہ تو صرف کوشش اور محنت ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

ارشاد نمبر۴۴: پہلے زمانے کے بزرگ جنہیں ہم نے پایا ہے ان کا طریقہ یہ تھا کہ جب ان کے پاس کوئی فقیر طلب طریق کے ارادہ سے آتا تو وہ پہلے اسے یہ فرماتے تھے کہ "امسح لوحک وتعال" یعنی تو پہلے اپنی لوح (دل کی تختی) صاف کرلے پھر ہمارے پاس آجا۔ کیونکہ لوح پر جب پہلے کچھ لکھا ہوگا تو اس پر دوسری لکھائی نہیں ہوسکے گی اگر بالفرض کچھ لکھا جائے تو پھر نہ پہلا پڑھا جاسکے گا اور نہ دوسرا۔

ارشاد نمبر۴۵: اور مرید پر حق اور واجب ہے کہ جب شیخ اس پر ناراض ہو جائے تو فورًا ہی اس کے راضی کرنے کی کوشش میں لگ جائے اگرچہ اسے اپنے گناہ کا پتہ نہ چلے جس مرید نے اپنے شیخ کے راضی کرنے کی طرف جلد بازی نہ کی تو یہ مرید کی ناکامی و ناکامیابی کی دلیل و علامت ہے۔

اور میں نے اپنے بیٹے عبدالرحمن سے جن کی عمر پانچ برس تھی سنا اس نے کہا کہ (ابا جان) سچا مرید وہ ہے کہ جب شیخ اس پر ناراض ہو جائے تو اس کی روح نکلنے کے قریب آجائے اور وہ نہ کھائے اور نہ پیئے اور نہ ہنسے اور نہ سوئے یہاں تک کہ اس کا شیخ اس پر راضی ہو جائے، الخ۔ پس بچپن کی عمر میں بیٹے کی ایسی بات کہنے سے مجھے بہت خوشی آئی اور میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اپنے فضل و کرم سے اس کو اپنے خواص اولیاء میں سے بنائے آمین ثم آمین۔

ارشاد نمبر۴۶: اور مرید پر حق ہے کہ اپنے شیخ کی نیند کو اپنی عبادت سے افضل سمجھے کیونکہ شیخ امراض باطنیہ سے محفوظ ہوتا ہے اور اس کی نیند عبادت الٰہی میں سستی کی بنا پر نہیں ہوتی ہے وہ تو ذوق کے مشاہدہ کیلئے سوتا ہے اے میرے بھائی تو جان لے کہ جس شخص نے اپنی عبادت کو اپنے شیخ کی نیند سے افضل سمجھا تو وہ عاق یعنی بے فرمان ہو گیا اور عاق (بے فرمان) کا کوئی

بھی عمل آسمان کی طرف اٹھایا نہیں جاتا ہے (یہاں سے آگے شیخ نے اسی موضوع پر دو قصے بھی بیان فرمائے ہیں لیکن یہ عاجز اختصار کی وجہ سے انہیں یہاں درج نہیں کرتا۔[1]

ارشاد نمبر ۴۷: اور مرید پر حق ہے کہ اس کا شیخ جس عورت کے نکاح کی طرف میلان رکھے اس عورت سے کبھی شادی نہ کرے۔ نیز شیخ کی مطلقہ بیوی سے بھی شادی نہ کرے اور شیخ کے انتقال کے بعد ان کی کسی بھی اہلیہ سے شادی نہ کرے۔ (اس ارشاد کے بعد شیخ علیہ الرحمۃ نے اپنی اسی کتاب انوار قدسیہ میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ادب کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ نیز بزرگانِ دین کے چند عجیب قصے نقل فرمائے ہیں۔ لیکن یہ عاجز اختصار کی بنا پر انہیں یہاں درج نہیں کرتا اور شیخ علیہم الرحمۃ اس بحث کے آخر میں یوں لکھتے ہیں کہ) ہاں اگر شیخ مثلاً اس بات (یعنی اپنی اہلیہ کے دوسری جگہ نکاح کرنے) کا اپنی اہلیہ کے فائدہ اور مصلحت کی بنا پر خود حکم فرمائیں تو پھر کوئی نقصان نہیں ہے۔

ارشاد نمبر ۴۸: مرید پر حق ہے کہ اپنے شیخ کو اپنی طرف چل کر آنے کی تکلیف کبھی نہ دے۔ مثلاً مرید سفر سے آیا ہے اور چاہے کہ شیخ خود میری طرف تشریف لا کر مجھ سے احوال پوچھیں یا مرید بیمار ہے اور چاہے کہ شیخ خود میری طرف تشریف لا کر میری عیادت کریں یا مرید کا کوئی قریبی شخص فوت ہوا ہے اور چاہے کہ شیخ خود میری طرف تشریف لا کر تعزیت (ماتم پرسی) کریں (یہ سب چیزیں مرید کیلئے بے ادبی ہیں) بلکہ مرید کو چاہئے کہ وہ خود اپنے شیخ کے پاس جائے اور اسے سلام دے (یا اپنے احوال پیش کرے) یا تعزیہ دلائے۔ اگر کبھی شیخ ایسی صورتوں میں مرید کے پاس نہ آئیں اور اس وقت مرید کا دل اپنے شیخ سے رنجیدہ ہو جائے تو یقیناً مرید نے اپنے شیخ کی بے ادبی کی اور اس وجہ سے اس کی بیعت ٹوٹ گئی پس مرید پر لازم ہے کہ وہ دوبارہ نئی بیعت کرے۔ ایک ایسا واقعہ میرے سید علی مرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک بڑے مرید سے پیش آیا جب وہ حج سے واپس آیا تو چاہا کہ شیخ خود میرے پاس تشریف لا کر مجھے سلام کریں لیکن ایسا نہ ہوا تو اس مرید نے اپنے شیخ سے علیحدگی اختیار کی پس اس بے ادبی کی وجہ سے موت تک اس کے تمام کمالات سلب کئے گئے۔

ارشاد نمبر ۴۹: اور میں نے اپنے سردار علی مرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ مرید کیلئے ایک ادب یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ کی اولاد اور عیال کو جس چیز کی بھی انہیں ضرورت ہو شیخ کی موجودگی یا عدم موجودگی دونوں حالتوں میں اپنی طاقت سے جتنا خرچ پیش کر سکتا ہے تو پیش کرے۔ اگر مرید اپنے کپڑے یا عمامہ (پگڑی) کے علاوہ اور کوئی چیز نہ پائے تو وہ ان چیزوں کو بیچ دے اور ان کی رقم سے جو چیز کہ وہ (یعنی اہل و عیال) مانگیں انہیں لے کر دے دے۔ اور جس نے اپنے شیخ کے عیال کیلئے اپنی پگڑی اور کپڑے کے ایک ٹکڑے کو بھی بیچنا پسند نہیں کیا، اس نے اپنے شیخ کے ادب کی بو بھی نہیں سونگھی۔

---

[1] (انوار قدسیہ:صفحہ:۵۵:جلد:۲)

کیونکہ آداب الٰہیہ میں سے ایک ادب جو کہ شیخ نے اس مرید کو سکھایا ہے دونوں جہاں اس کے برابر نہیں ہوسکتے ہیں (پس پگڑی اور کپڑے کا ایک ٹکڑا یہاں کیا حیثیت رکھتے ہیں) نیز جاننا چاہئے کہ جب کوئی مرید اپنے شیخ اور اس کے عیال پر اپنا تمام مال خرچ کردے تو وہ مرید یہ گمان نہ کرے کہ اب اس نے اپنے شیخ کے سکھائے ہوئے ایک ادب کا حق ادا کردیا ہے۔

حکایت: میرے سید حضرت ابو العباس مرسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میرے (اور اپنے) سید حضرت محمد حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر تیس ہزار دینار جو کہ ان کے پاس تھے خرچ کئے اور فرمایا کہ اگر میرے پاس اس رقم سے زیادہ رقم ہوتی تو میں اس کو بھی اپنے شیخ پر خرچ کردیتا اور جب لوگ آپ کو اس بات پر ملامت کرتے تو آپ فرماتے تھے کہ یقیناً دنیا کے تمام خزانوں سے جو کہ میرے ہاتھ میں ہو جائیں اور میں ان سب کو اپنے شیخ پر لٹا دوں وہ ایک ادب زیادہ فضیلت رکھتا ہے جس کو میں نے اپنے شیخ سے سیکھا ہے۔

حکایت: اسی طرح میرے سید محمد نے اپنے شیخ ابن ابی حمائل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر اپنا تمام مال خرچ کردیا پھر اللہ تعالیٰ نے شیخ کی دعا مبارک سے اس کے عوض میں انہیں دوسرا مال عطا فرمایا اور آپ نے فرمایا کہ اے (بیٹا) محمد! ہمیں دنیا کی کوئی ضرورت نہیں ہے اگر ہم اسے اپنے لئے چاہیں تو وہ فوراً ہی ہمارے پاس آجائے گی لیکن ہم نے سلف صالحین کی اقتداء کرتے ہوئے تھوڑی دنیا ہی کو اختیار کرلیا ہے (لہٰذا اپنے لئے کثرت کی دعا نہیں مانگتے ہیں)۔

ارشاد نمبر ۵۰: اور مرید پر حق ہے کہ وہ اپنے شیخ کے چہرے میں ٹکٹکی باندھ کر مت دیکھے بلکہ جہاں تک ہوسکے اپنی نظر نیچے رکھے اور اس بات کے لطف کو کتابوں میں نہیں لکھا جاسکتا۔ سالک لوگ ہی اسے چکھتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی عادات مبارکہ میں سے ایک عادت یہ تھی کہ آپ ﷺ اپنی نظر مبارک کسی شخص کے منہ میں سیدھی نہیں ٹکاتے تھے اور آپ کریم ﷺ جب چاند کو دیکھتے تو اس سے بھی اپنا چہرہ مبارک فوراً ہی ہٹاتے تھے۔

اور حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ جس شخص نے اپنے شیخ کے چہرے مبارک پر ہمیشہ نظر رکھی تو اس نے اپنی گردن سے کمال حیاء کا پٹا نکال دیا۔

اور میرے سردار علی مرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ ہاں اگر مرید اپنے شیخ کے ادب کے مقام میں ثابت قدم ہو جائے اور شیخ کے چہرے مبارک کی طرف اکثر نگاہ رکھنے سے اس کی اہانت لازم نہ آئے تو پھر کوئی نقصان نہیں ہے۔

ارشاد نمبر ۵۱: اور میں نے اپنے سردار علی مرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ مرید کو لائق نہیں ہے کہ وہ اپنے شیخ کی اجازت کے بغیر کسی وظیفے یا کسی ہنر میں مشغول ہو جائے۔

ارشاد نمبر ۵۲: اور مرید پر حق ہے کہ وہ اپنے شیخ کی طرف پاؤں کبھی نہ پھیلائے۔ شیخ زندہ ہوں یا وفات، رات ہو یا دن ہر وقت حالت حضور و حالت غیبت دونوں میں شیخ کے ادب کی رعایت اور نگہبانی کرے۔

ارشاد نمبر ۵۳: اور مرید پر حق ہے کہ وہ اپنے شیخ کی صریحًا یا اشارۃً اجازت کے بغیر اس زمانہ کے کسی بھی بزرگ کی زیارت نہ کرے اگرچہ وہ بزرگ اس کے شیخ کے بڑے دوستوں میں سے ہوں۔

ارشاد نمبر ۵۴: اور مرید پر حق ہے کہ وہ اپنے شیخ کے کپڑے اور جوتی مبارک کو نہ پہنے اور شیخ کے بسترہ پر نہ بیٹھے اور شیخ کی تسبیح پر وظیفہ نہ پڑھے نہ شیخ کی موجودگی میں اور نہ شیخ کی غیر موجودگی میں، ہاں جب شیخ ان چیزوں کے استعمال کی خود اجازت دے دیں تو پھر صحیح ہے۔

ارشاد نمبر ۵۵: مشائخِ کبارر حمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایاہے کہ جب شیخ اپنے مرید کو کوئی کپڑا نعلین ٹوپی یا مسواک مبارک عطا فرمائے تو اسے لائق نہیں ہے کہ وہ اس کو کسی (دنیوی) چیز کے بدلے میں بیچ ڈالے کیونکہ بسا اوقات شیخ اس چیز میں مرید کیلئے کامل لوگوں کے اخلاق لپیٹ کر اس کے سپرد کرتا ہے جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چادر لپیٹ کر دے دی تھی اور وہ زیادہ بھولنے والے تھے پس انہوں نے فرمایا کہ میں نے اس کے بعد جو سنا یا جو دیکھا کسی بھی چیز کو نہیں بھولا۔

حکایت: اور ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت شیخ جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے (اپنے مرید) شیخ شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک مسواک عطا فرمائی پس تونگروں نے آپ (یعنی شیخ شبلی) سے اس مسواک کو سو دینار (یعنی ہزار درہم) کے بدلے میں خریدنا چاہا لیکن آپ نے انکار کیا۔

حکایت: اسی طرح میں نے شیخ تقی الدین بن مقتول کو اونی سبز کپڑا بخشش دے دیا تو لوگوں نے اسے اس کے بدلے میں پچاس دینار دینا چاہا لیکن اس نے انکار کر دیا۔

اور میں نے اپنے شیخ شیخ الاسلام زکریا سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جب شیخ مرید کو قمیص یا نعلین بخشش فرمائے تو اسے چاہیئے کہ وہ اس کی تعظیم کرے۔ یعنی اس کپڑے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے اور ان نعلین سے گناہ کی جگہ نہ جائے اور مرید کو چاہیئے کہ شیخ کی پوشاک کی تعظیم بجالاتے ہوئے ان کے اخلاق مثلاً حیا، احسان، دنیا سے بے رغبتی اور تمام گناہوں سے بیزاری کو اختیار کرے۔

ارشاد نمبر ۵۶: اور مرید پر حق ہے کہ وہ اپنے دل کو اپنے شیخ کے ساتھ ہمیشہ مضبوط باندھے ہوئے رکھے اور ہمیشہ تابعداری کرتا رہے اور ہمیشہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام امدادوں کا دروازہ صرف اس کے شیخ ہی کو بنایا ہے اور یہ کہ

اس کے شیخ ایک ایسے مظہر ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مرید پر فیوضات کے پلٹنے کیلئے صرف انہیں کو معین اور خاص فرمایا ہے۔ اور مرید کو کوئی مدد اور فیض شیخ کے واسطہ کے بغیر نہیں پہنچتا ہے اگرچہ تمام دنیا مشائخِ عظام سے بھری ہوئی ہو۔ یہ قاعدہ اس لئے ہے کہ مرید اپنے شیخ کے علاوہ باقی سب سے اپنی توجہ ہٹا دے کیونکہ اس کی امانت صرف اس کے شیخ ہی کے پاس ہوتی ہے (کسی غیر کے پاس نہیں ہوتی)۔

حضرت شیخ زین الدین الخوانی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ مرید پر واجب ہے کہ اپنے شیخ کی استمداد کو بعینہ رسول اللہ ﷺ کی استمداد سمجھے اور رسول اللہ ﷺ کے استمداد کو (بعینہ) اللہ تعالیٰ سے سمجھے تاکہ مرید (اس طریقے سے) اہل اللہ کے طریقے کو پہنچ جائے۔ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا (الفتح ۲۳) یہ اللہ تعالیٰ کا ایسا قانون ہے جو کہ پہلے سے چلا آتا ہے اور تو اللہ تعالیٰ کے قانون میں کچھ تبدیلی نہیں پائے گا۔

ارشاد نمبر ۵۷: اور مرید پر حق ہے کہ جب اس کے شیخ کے شہر میں کوئی دوسرا بزرگ آئے اور اس کی جانب اس کے شیخ کے علاوہ دیگر بہت سے اکابر حضرات متوجہ ہو جائیں تو وہ مرید ہرگز متوجہ نہ ہو جائے اگر وہ مرید اس کی جانب متوجہ ہوا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس مرید کی اپنے شیخ کی ابتدائی تمام صحبت ہی فاسد تھی (یعنی جتنی مدت اس مرید نے اپنے پہلے شیخ کی صحبت میں گزاری ہے وہ ساری بغیر اعتقاد کے گزاری ہے لہٰذا وہ ساری کی ساری صحبت بے کار تھی) اور بزرگانِ دین نے تحقیق فرمائی ہے کہ جو مرید اپنے شیخ کے بارے میں یہ اعتقاد نہ رکھے کہ شیخ اپنے مرید کی تربیت میں دوسرے سب سے زیادہ واقف ہے تو ایسے مرید کی صحبت ہی منعقد نہیں ہوتی اور اس وقت شیخ کے باطنی اسرار میں سے کچھ بھی مرید کی جانب منعکس نہیں ہوتا ہے۔

ارشاد نمبر ۵۸: شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب شیخ جان لے کہ فلاں مرید با استقلال (یعنی خودرو) ہو گیا ہے اور اس کی تربیت مکمل ہو چکی ہے اور وہ دودھ چھڑانے کے زمانے کو پہنچ گیا ہے تو شیخ پر واجب ہے کہ اب اپنی امداد اس مرید سے منقطع کر دے اور اس مرید کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ چھوڑ دے پھر اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے اپنے بندوں میں ظاہر فرمائے اگر چاہے تو اسے ان میں پوشیدہ رکھے اور اس کے بعد شیخ کا اس مرید پر کچھ حکم نہیں ہے (یعنی وہ مرید اللہ تعالیٰ کے سپرد ہو گیا)۔

نیز فرمایا کہ جب کوئی مرید اپنے شیخ کے برابر ہو جائے یا اس سے بڑھ جائے تو اس مرید پر واجب ہے کہ وہ اپنے شیخ کے ادب کو لازم کر لے۔ اسے یہ کبھی جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے شیخ کی بے ادبی کرے بلکہ ہمیشہ احترام کو بجا لائے اگرچہ (بعض مسائل میں) اس کی اقتداء نہ کرتا ہو پھر فرمایا کہ جس مسلک کو ہم پسند کرتے ہیں وہ شیخ کی دوام اقتدء ہے (اگرچہ مرید اپنے شیخ سے بڑھ جائے)۔

پس اے بھائی اس باب میں جو آداب کہ بیان کئے گئے ہیں تو ان کو اپنے نفس پر پیش کر دے اگر تو نے اپنے نفس کو ان آداب کے مطابق دیکھا تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالا اور بے شک تو مرید ہو گیا ہے اگر تو نے اپنے نفس کو ان آداب کے مطابق نہیں پایا تو تو اپنے آپ کو مرید مت کہہ یہ جھوٹ اور بہتان ہے۔

سوال: اگر کوئی مرید ہمیں کہے کہ پھر اس شیخ کی صفتیں کون سی ہیں کہ جن کا ادب، فرمانبرداری اور اس کی ہر ایک بات کی اتباع ہم پر ضروری ہے تو اس کا؟

جواب: یہ ہے کہ وہ شریعت کے تمام علوم میں متبحر اور کامل ہو اور اپنے تمام اقوال افعال اور عقائد میں قرآن و سنت کی پیروی کرتا ہو اور دل کے تمام خیالات کو علیحدہ علیحدہ سمجھتا ہو۔ یعنی یہ جانتا ہو کہ فلاں خیال نفسانی ہے اور فلاں خیال شیطانی اور فلاں خیال ملکی اور فلاں خیال رحمانی ہے اور ابدان وارواح کے متعلق تمام امراض اور ان کے اسباب سب کو جانتا ہو تاکہ مرید کو کسی دوسرے آدمی سے پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے اور جو اعمال واحوال کہ مرید کو ترقی دینے یا ترقی سے ہٹانے کے اسباب ہیں ان سب کو جانتا ہو تاکہ مرید کو مردوں کے مقامات تک پہنچائے اور اسے عین حقیقت سے آشنا کر دے اور یہ بھی ضروری ہے کہ شیخ کو مرید کے جذب اور اسے تمام عوائق سے چھڑانے کی طاقت ہو۔ لیکن یہ آخری شرط تب ہے جب کہ مرید صادق ہو اور شیخ کے اشاروں ہی سے کام کرتا رہتا ہو۔ (واللہ ورسولہ اعلم)۔

آدابِ مشائخ کرام از تحفہ ابو الفضل سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ

ادب نمبر ۱: مرید پر لازم ہے کہ شیخ کی ظاہری حالت مثلاً مسکینی، کام وکاج کرنا سادگی لباس، صورت اور قوم کی طرف نہ دیکھے، بلکہ شیخ کی باطنی نعمت، فیض، اتباع، شریعت وطریقت اور تعلیم شریعت وطریقت کو دیکھے۔

ادب نمبر ۲: مرید پر لازم ہے کہ اپنے شیخ کو اپنے لئے دنیا کے تمام مشائخ سے بہتر اور افضل سمجھے یا یہ اعتقاد رکھے کہ مجھے جتنا فائدہ اور نفع میرے اس مرشد سے پہنچے گا اتنا فائدہ اور نفع اور کسی سے میسر نہ ہو گا۔ پس میرے لئے میرا یہ مرشد دنیا کے تمام مشائخ سے بہتر اور افضل رہا۔ کیونکہ جب تک مرید کا عقیدہ اپنے شیخ پر کامل نہیں ہو گا تو وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا اور باطنی نعمت سے بالکلیہ محروم ہی رہے گا۔

ادب نمبر ۳: مرید پر حق ہے کہ اپنے شیخ کے بارے میں کبھی کوئی ہلکا لفظ ناپسندیدہ اور ناشائستہ بات نہ کہے اور اپنے شیخ کی طرف کبھی کچھ نقص اور خامی کی نسبت نہ کرے۔ اگر کسی مرید کو کسی کامل شیخ سے بالفرض کچھ فائدہ نہ پہنچے تو وہ مرید اس وقت اپنی غلطی اور اپنا ہی قصور سمجھے۔ اگرچہ اپنی غلطی و قصور کو سمجھ نہ سکے۔

ادب نمبر ۴: مرید پر لازم ہے کہ اپنے شیخ کے حضور میں آہستہ اور ضرورت کی مقدار بات کرے۔ بے پرواہی سے بلند آواز لمبے قصے اور حکایتیں شروع نہ کر دے۔

ادب نمبر ۵: مرید پر لازم ہے کہ اپنے شیخ کی بات کو توجہ اور غور سے سنے تاکہ دوبارہ پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے۔

ادب نمبر ۶: مرید پر لازم ہے کہ اپنے اٹھنے، بیٹھنے اور چلنے میں اپنے شیخ کی طرف پیٹھ نہ کرے کیونکہ شیخ موردِ رحمتِ الٰہی ہوتا ہے۔

ادب نمبر ۷: مرید پر لازم ہے کہ وہ اپنے شیخ کے جلسہ گاہ پر ہرگز نہ بیٹھے اور شیخ کے بستر مبارک پر ہرگز نہ سوئے (بجز کسی ضروری و خصوصی امر مبارک کے) اور جو آداب کہ روبرو بجالاتا ہے، غائبانہ بھی وہی آداب بجالائے۔

ادب نمبر ۸: مرید پر لازم ہے کہ وہ اپنے شیخ کے سایہ پر پاؤں نہ رکھے۔

ادب نمبر ۹: مرید پر حق ہے کہ وہ اپنے شیخ کے حضور میں دوزانو ہو کر بیٹھے اور ادھر ادھر توجہ نہ کرے ورنہ شیخ کے باطنی فیض سے بے نصیب اور محروم رہے گا۔

ادب نمبر ۱۰: مرید پر لازم ہے کہ وہ اپنے شیخ کی جانب اپنے پاؤں نہ پھیلائے شیخ حیات ہوں یا وفات شدہ، دونوں حالتوں میں آداب برابر بجالاتا رہے۔

ادب نمبر ۱۱: مرید پر لازم ہے کہ اپنے شیخ کے قول و فعل کو حق اور درست سمجھے ان پر شبہات نہ اٹھائے۔ اگر بالفرض کوئی بات اس کی سمجھ میں نہ آئے تو حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا قصہ یاد کرے۔

ادب نمبر ۱۲: مرید پر لازم ہے کہ شیخ کے حضور میں شیخ کی اجازت اور رضا کے بغیر گفتگو شروع نہ کرے۔

ادب نمبر ۱۳: مرید پر لازم ہے کہ شیخ کی خدمت مبارک میں سر نیچے کر کے نماز جیسا دوزانو ہو کر بیٹھے، اور شیخ کے چہرہ مبارک یا سینہ مبارک سے اپنے سینہ میں فیض یا تجلیات کے انوار کے انعکاس اور پلٹنے کا خیال رکھے اور یوں خیال رکھے کہ ان کی برکات سے میرا باطن صاف پاک اور روشن ہو رہا ہے۔

ادب نمبر ۱۴: مرید پر لازم ہے کہ شیخ کے آگے نہ چلے اور ہمیشہ پیچھے چلے۔

ادب نمبر ۱۵: مرید پر لازم ہے کہ جب اس کا شیخ کھڑا ہو تو وہ بھی کھڑا رہے اور جب شیخ بیٹھیں تو وہ بھی بیٹھ جائے۔

ادب نمبر ۱۶: مرید پر لازم ہے کہ اپنے شیخ کا نام مبارک نہ لے۔ ہاں جب کوئی خاص ضرورت ہو تو پھر بے ادبی نہیں ہے۔ مثلاً کوئی شخص پوچھے کہ آپ کے شیخ کا نام کیا ہے؟ یا ختم خواجگان شریف میں وغیرہ لیکن ان اوقات میں بہت ہی ادب واحترام سے نام لے۔

ادب نمبر ۱۷: مرید پر لازم ہے کہ اپنے شیخ کی خوب تابعداری، اطاعت وفرمانبرداری کرے جو حکم ہو اس پر جان مال قربان کرے لیکن یہ سب آداب تب ضروری ولازمی ہیں جب کہ شیخ کامل ہو۔

ادب نمبر ۱۸: اگر کوئی مرید اپنے مرشد کا کوئی کام خلافِ شرع دیکھے تو اس کام کی پیروی نہ کرے اور شیخ پر اعتراض بھی نہ کرے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ کام ظاہراً تو مرید کو خلافِ شرع معلوم ہوتا ہے اور حقیقۃً موافقِ شرع ہو اور مرید اس حقیقت سے بے خبر اور ناواقف ہو ہاں اگر کوئی کام ظاہر ظہور شریعت مقدسہ کے خلاف کرے مثلاً نماز نہ پڑھے یا کوئی کفریہ لفظ استعمال کرے تو ایسے شخص کو اپنا شیخ بنانا ہی ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

ادب نمبر ۱۹: کسی مرید کا شیخ شریعت وطریقت کے کسی اعلیٰ مقام پر پہنچا ہوا ہو تو اس وقت اس کے مرید کو چاہئے کہ شیخ کے حکم اور فرمان مبارک کی تعمیل کرتا رہے۔ شیخ کے اعمال اور افعال مبارکہ کی پیروی واتباع نہ کرے یہاں تک کہ شیخ کے اس مقام کو پہنچ جائے اور شیخ کا اس کو اس کام کیلئے حکم ہو جائے۔

ادب نمبر ۲۰: مرید پر لازم ہے کہ اپنے شیخ کی خدمت گزاری میں سستی اور کوتاہی نہ کرے اور خدمت کے بعد شیخ پر کسی بھی طرح کا احسان نہ جتلائے ورنہ ہلاک ہو جائے گا۔ (اللہ تعالیٰ پناہ دے)

ادب نمبر ۲۱: مرید پر لازم ہے کہ اپنے شیخ کی خدمت کے صلے میں ان سے مزدوری نہ لے۔

ادب نمبر ۲۲: مرید پر لازم ہے کہ کوئی بھی کام شیخ کے حکم اور رضا کے بغیر نہ کرے۔

ادب نمبر ۲۳: مرید پر لازم ہے کہ شیخ کے مال اور ملکیت میں لالچ و طمع نہ کرے۔

ادب نمبر ۲۴: مرید پر لازم ہے کہ شیخ کے رشتہ دار و اقرباء کو دوسرے آدمیوں سے بہتر اور افضل جانے۔

ادب نمبر ۲۵: مرید پر لازم ہے کہ شیخ کے دوست، مرید اور صحبت یافتوں سے محبت و پیار کرے اور شیخ کے مخالف و دشمنوں سے علیحدہ و دور رہے۔

ادب نمبر ۲۶: مرید پر لازم ہے کہ شیخ کی شفقت و مہربانی پر مغرور نہ ہو جائے اور شیخ کی ہیبت، خوف اور ادب کو کسی بھی حال میں نہ چھوڑے۔

ادب نمبر ۲۷: مرید پر لازم ہے کہ شیخ پر اعتقاد کی جو بات کہ زبان پر لائے اپنے دل میں بھی اسی ہی کا یقین واعتقاد رکھے ورنہ عند الطریقہ منافق کہلائے گا۔

ادب نمبر ۲۸: مرید پر لازم ہے کہ شیخ کے حضور میں اپنے دل میں برے خیالات اور برے اوہام نہ لائے بلکہ خاموش ہو کر شیخ کی گفتگو مبارک کو پوری توجہ سے سنے اگر شیخ خاموش ہوں تو ان کی تجلیات وفیوضات کا اپنے سینے میں پانی جیسا بہنے کا خیال و تصور کرے۔

ادب نمبر ۲۹: مرید پر لازم ہے کہ شیخ کے خصوصی برتن اور کپڑوں کو استعمال نہ کرے ہاں اگر حکم مبارک ہو تو پھر درست ہے۔

مولانا شیخ عبد الملک صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

"مرید پر ان مندرجہ ذیل آداب کا بجالانا بھی ضروری ہے"

ادب نمبر ۳۰: مرید پر لازم ہے کہ مرشد کے مصلی پر نماز نہ پڑھے۔

ادب نمبر ۳۱: مرید پر لازم ہے کہ اپنے شیخ کے روبرو کھانا نہ کھائے اور پانی نہ پیئے۔

ادب نمبر ۳۲: مرید پر لازم ہے کہ جب اس کا مرشد کھانا شروع کرے تو وہ اس جگہ سے دور ہو جائے۔

ادب نمبر ۳۳: مرشد کے روبرو بجز مامور نوافل و وظائف کے دیگر نوافل و وظائف ادا نہ کرے۔

ادب نمبر ۳۴: شیخ کی دید میں اپنی دید ہر گز نہ ملائے باقی چہرہ کی جانب اگر محبت کا غلبہ ہو تو کبھی کبھی نگاہ ڈالے۔

ادب نمبر ۳۵: مرشد کے آگے نہ چلے اور نہ ہی شیخ کے قدم مبارک پر اپنا قدم رکھے۔

ادب نمبر ۳۶: شیخ کے حضور میں بجز حکم مبارک کے امامت نہ کرائے۔

ادب نمبر ۳۷: مرشد کی جانب سے کوئی بھی چیز آئے تو مرید اس کو تعظیم کی نظر سے دیکھے۔

ادب نمبر ۳۸: مرشد کریم کے نعلین کے برابر اپنے جوتے نہ رکھے۔

ادب نمبر ۳۹: مرشد کریم کے مخصوص بیت الخلاء (پاخانہ) میں حاجت روائی نہ کرے۔

ادب نمبر ۴۰: مرید کو چاہیئے کہ اپنے شیخ کے روبرو اپنا کمال علمی یا کسبی فخر کے طور پر بیان نہ کرے اپنے آپ کو نیست ونابود سمجھے۔

ادب نمبر ۴۱: جب شیخ اس دار فانی سے رحلت کر کے دار باقی میں پہنچیں تو مرید ان کیلئے ثواب صدقہ، ثواب تلاوتِ قرآن مجید، ختم شریف، درود شریف وغیرہ کے ہدیے اور تحفے بھیجتا رہے تا کہ حق ارادت ومحبت ادا ہوتا رہے اور تعلق باطنی وروحانی قائم ودائم رہے۔[1]

پیر کا ادب مرید پر لازم ہے اور ادب مختلف طریقوں سے ہو سکتا ہے۔ پیر کی تابعداری اور بات ماننا بھی ادب ہے۔ پیر کی قدم بوسی ودست بوسی بھی ادب میں شامل ہے۔ یہ مدارج میں ترقی کا باعث ہے۔ اور پیر کے سامنے علامتِ انکساری ہے۔ مرید جس قدر اپنے پیر کی تعظیم کرے اسی قدر وہ کامیاب ہوتا ہے اور قدم بوسی و دست بوسی بدعت نہیں بلکہ سنت ہے اور مرید سنت کو زندہ کرنے والا ہوتا ہے۔ حضور انور ﷺ کے قدم مبارک کو اگر کوئی صحابی چومنا چاہتا تو حضور ﷺ منع نہ فرماتے بلکہ اس کو اجازت دیتے۔

مشکوۃ شریف میں ہے:

عَنْ زَارِعٍ وَكَانَ فِيْ وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادِرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا فَنُقَبِّلُ يَدَ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم وَرِجْلَهٗ۔

زارع جو عبد القیس کی ایلچیوں کی جماعت میں سے تھے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد القیس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے اور حضور ﷺ کے قریب آئے تو سواریوں سے جلد جلد اتر کر آپ کے ہاتھ اور پاؤں چومنے لگے۔[2]

اس سے ثابت ہوا کہ قدم بوسی سنت ہے، شرک یا بدعت نہیں۔ اب اگر کوئی اس ادب کو شرک یا بدعت سے تعبیر کرے یہ اس کی جہالت پر مبنی ہے۔

---

[1] (انتھی حوالہ تحفہ ابو الفضل سندھی)

[2] (رواہ ابو داؤد، صفحہ ۲۱۸، مشکوۃ المصابیح ۴۰۲ کتاب الاذکار للنووی ص ۲۳۴)

ابن ماجہ شریف باب الرجل یُقَبِّلُ یَدَ الرَّجُلِ کے تحت حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ فَقَبَّلْنَا یَدَاہُ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا۔[1]

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ دو یہودیوں نے سید الابرار احمد مختار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر سوال کئے۔ تو رازدارِ رب العلاء محمد مصطفی علیہ التحیۃ والثناء نے ان کے جواب ارشاد فرمائے۔ تو ان یہودیوں نے جواب سن کر فَقَبَّلاَ یَدَیْہِ وَ رِجْلَیْہِ آپ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں مبارک کو بوسہ دیا۔ اور عرض کی نَشْھَدُ اَنَّکَ نَبِیٌّ" ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نبی ہیں۔[2]

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ﷺ میں، علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے ردّ المحتار میں، علامہ فقیہہ سمرقندی نے تنبیہ الغافلین میں، علامہ کروی اربلی علیہ الرحمۃ نے تنویر القلوب میں ایک روایت حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی نقل فرمائی ہے، کہ ایک اعرابی نے احمد مجتبیٰ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے معجزہ طلب کیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا: قُلْ لِتِلْکَ الشَّجَرَۃِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَدْعُوْکَ۔ (اس درخت کو کہو کہ تجھ کو رسول اللہ ﷺ بلاتے ہیں) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ درخت دائیں بائیں آگے اور پیچھے جھکا جس سے اس کی جڑیں ٹوٹ گئیں۔ پھر وہ زمین کو چیرتا، اپنی جڑوں کو کھینچتا ہوا خاک اڑاتا ہوا اور آگے بڑھتا ہوا بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے: "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ"۔ اعرابی نے کہا اب اس کو اپنی جگہ پر لوٹنے کا حکم فرمایئے تو نبی مختار حبیب کردگار ﷺ کے فرمان پر درخت اسی جگہ کھڑا ہو گیا۔ معجزہ دیکھ کر اعرابی نے عرض کی: اءِذَنْ لِیْ اَسْجُدْ لَکَ (مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کو سجدہ کروں) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میں کسی کو یہ حکم فرماتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو بلاشک عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ بعد ازیں اس نے عرض کیا: اِئْذَنْ لِیْ اَنْ اُقَبِّلَ یَدَیْکَ وَ رِجْلَیْکَ فَاَذِنَ لَہٗ (مجھے اجازت مرحمت فرمایئے کہ میں آپ کے مبارک ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دوں۔ تو ختمِ رسل ﷺ نے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دینے کی اجازت عنایت فرمائی۔[3]

علامہ ابراھیم بن محمد حلبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

عِنْدَ اَبِیْ یُوْسُفَ لَا یَکْرَہُ وَ لَا بَاْسَ بِالْمُصَافِحَۃِ وَ تَقْبِیْلِ یَدِ الْعَالِمِ وَ السُّلْطَانِ الْعَادِلِ۔

---

[1] (ابو داؤد شریف، صفحہ ۲۱۸ جلد ۲، الادب المفرد ص ۱۴۳)

[2] (ترمذی شریف ص ۹۸ ج ۲، مشکوۃ شریف ص ۱۷، کتاب الاذکار للنووی ص ۲۷۱ ج ۲، شرح فقہ اکبر لعلامۃ المغنیساوی ص ۲۲، حجۃ اللہ علی العالمین ص ۱۱۸)

[3] (شفاء شریف ص ۱۹۶ ج ۱، تنبیہ الغافلین ص ۲۲۲، شامی شریف ص ۲۸۱ جلد ۵ مکتبہ حقانیہ، تنویر القلوب لکروی ص ۱۹۹)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عالم دین اور عادل سلطان (بادشاہ) سے مصافحہ کرنے اور ان کے ہاتھ کو بوسہ دینے میں کوئی حرج اور کراہیت نہیں۔[1]

حضرت سفیان بن عینیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اِنَّهٗ قَالَ تَقْبِيْلُ يَدِ الْعَالِمِ وَ السُّلْطَانِ الْعَادِلِ سُنَّة۔

بے شک عالم دین اور عادل بادشاہ کے ہاتھ چومنا سنت ہے۔

محقق کامل حضرت سعد اللہ بن عیسیٰ المعروف چلپی علیہ الرحمۃ عنایہ شرح ہدایہ میں اور علامۃ الفہامہ امام اکمل الدین بابرتی علیہ الرحمۃ نے بھی شرح ہدایہ میں یہ روایت تحریر فرمائی ہے: عن سفیان رحمۃ اللہ علیہ تَقْبِيْلُ يَدِ الْعَالِمِ سُنَّة (حضرت سفیان علیہ الرحمۃ سے مروی ہے کہ عالم دین کے ہاتھ کو بوسہ دینا سنت ہے۔[2]

حضرت علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے شیخ کامل زین الدین علیہ الرحمۃ کا ارشاد تحریر فرماتے ہیں: تقبیل ایدی الصالحین و ارجلھم محمود باعتبار القصد (تبرک کے طور پہ صالحین کے ہاتھ اور پاؤں کو چومنا پسندیدہ عمل ہے)۔

حضرت شیخ المحدثین عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں:

تقبیل ید عالم وزاہد یا مردے کبیر السن جائز است۔

عالم دین اور زاہد یا عمر رسیدہ آدمی کا ہاتھ چومنا جائز ہے۔[3]

امام الفضلاء حضرت علامہ سید احمد بن محمد الحموی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

فِیْ مِفْتَاحِ السَّعَادَتِ وَ اَمَّا تَقْبِيْلُ الْيَدِ اِنْ كَانَ مِمَّنْ يَسْتَحِقُّ الْاِكْرَامَ كَا الْعُلَمائی وَ السَّادَاتِ وَ الْاَشْرَافِ يُرْجیٰ اَنْ يُّنَالَ الثَّوَابُ كَمَا فَعَلَهٗ بَعْضُ الصِّحَابَةِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔

ترجمہ: مفتاح السعادت میں لکھا ہے کہ ایسے شخص کے ہاتھ کو چومنا جو تعظیم و تکریم کا مستحق ہے جیسے علماء دین سادات۔ اشراف اور ذوالاحترام حضرات ہیں۔ ان کے ہاتھ چومنے میں ثواب کی امید ہے۔ جیسا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بھی ثابت ہے۔

ایسی عبارات بہت ہیں، اگر سب کو ادھر تحریر کیا جائے تو یہ رسالہ بہت طویل ہو جائے گا۔ قارئین کے مطالعہ کے لیے حوالہ جات ملاحظہ ہوں: (۱) مشکوۃ شریف، ص۱۳۳، ۱۷، ج۱۔ (۲) ابو داؤد شریف، ص۲۱۸، ۳۵۳، ج۱۔ (۳) ترمذی

---

[1] (ملتقی الابحر ص ۳۳۸ سطر ۱۴ تا ۱۶ للحلبی مطبوعہ مصر، شرح الاشباہ و النظائر للحموی ص ۴۵۱، ج ۲، شرح تحفۃ النصائح فارسی ص ۱۹۱)

[2] (عنایہ شرح ھدایہ للعدی الچلپی و عنایہ شرح ھدایہ للامام اکمل الدین بر حاشیہ نتائج الافکار ص ۱۲۰ مطبوعہ مصر)

[3] (اشعۃ اللمعات فارسی ص ۲۴ ج ۴ سطر ۱۴ مطبوعہ نولکشور)

شریف، ص۳۳۳،ج۲۔ (۴) ابن ماجہ، ادب ،ص۲۷۱۔ (۵) بخاری شریف، ص۱۳۸،ج۲۔ (۶) قاضی خان، کراھیت،ص۳۷۷ ،ج۴۔ (۷)مجمع الانھر، کراھیہ، ص۵۲۰،ج۲۔(۸) حاشیۃ الھدایۃ کراھیۃ ص۳۷۱،ج۲۔(۹) جوھرۃالنیرۃ ص۲۸۶،ج۲۔(۱۰)شرح الیاس، ص۱۵۱،ج۲۔(۱۱) ابوالمکارم، ص۱۶۶،ج۳۔(۱۲)عینی شرح البخاری، جنائز، ص۱۵۱،ج۴۔(۱۳) زیلعی، کراھیہ، ص۲۵،ج۶۔(۱۴)نصب الرایہ، کتاب الکراھیہ، ص۲۹،ج۲۔(۱۵) سیرت المصطفی، ص۷۱،ج۱۔(۱۶)ادب المفرد، للبخاری، ص۱۴۴۔(۱۷) تنویر القلوب ص۲۰۰۔ (۱۸)اثبات الاعراض، ص۱۹۔(۱۹) جاء الحق (۲۰) خصائص الکبریٰ ، ص۸۶،ج۳،سطر ۵ تا۹۔ (۲۱)دلائل النبوۃ، لابی نعیم، ص۱۶۵، ج۲۔ (۲۲) مدارج النبوۃ۔ (فارسی) ، ص۴۸۶، ج۲۔ (۲۳)شفاء شریف، ص۱۹۶،ج۱۔(۲۴) تنبیہ الغافلین ص۲۶۲۔ (۲۵) مشکوٰۃ ص۱۷۔ (۲۶)کتاب الاذکار للنووی، ص۲۷۰ تا۲۷۱،ج۲۔ (۲۷)شرح فقہ اکبر ص۲۲۔(۲۸) حجۃ اللہ علی العٰلمین، ص۱۱۸۔(۲۹) حجۃ اللہ البالغۃ، ص۱۴۸، ج۳۔ (۳۰)غنیۃ الطالبین ص۱۳۱۔ (۳۱) مشکوٰۃ، ص۴۰۲۔ (۳۲) انیس الجلیس، ص۱۲۱۔ (۳۳) تاریخ الکبیر، ص۱۳۱،ج۸، مطبوعہ بیروت۔

اگر زیادہ تفصیل درکار ہو تو ہمارا رسالہ ’’ہاتھ پاؤں چومنے کی شرعی حیثیت‘‘ دیکھ لیں۔

اب میں اس معاملہ میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کا ترجمہ لکھتا ہوں۔ آپ رسالہ مبدء و معاد میں فرماتے ہیں حقوق پیر کے تمام اہل حقوق سے بالاتر ہیں بلکہ نسبت نہیں رکھتے ہیں، حقوق پیر کے دوسروں کے حقوق کے ساتھ بعد انعامات حضرت حق سبحانہ واحسانات نبی کریم ﷺ کے بلکہ پیر حقیقی ہمہ رسول ہے۔ پیدائش ظاہری اگرچہ والدین سے ہے مگر پیدائش باطنی متعلق ساتھ پیر کے ہے، پیدائش ظاہری کی زندگی چندروزہ ہے اور پیدائش باطنی کی زندگی ہمیشہ کی ہے، پیر اپنے قلب وروح کی توجہ سے مرید کی باطنی ناپاکی کو صاف اور پاک کرتا ہے اور توجہات کے دوران بعض طالبان سے جو نسبت پیدا ہوتی ہے تو ان کے معدہ کو طہارت بخشتا ہے اور جب یہ محسوس کرتا ہے کہ باطن کی صفائی کرنے میں مرید کی آلودگی صاحب توجہ کی طرف آتی ہے۔ اور جب تک تیرگی رہتی ہے تو یہ پیر ہی ہے جس کے وسیلہ سے وہ خدا عزوجل تک پہنچتے ہیں۔ جس کو جملہ دنیوی اور اخروی سعادتوں پر فوقیت حاصل ہے۔ یہ پیر ہی ہے کہ جس کے وسیلہ سے نفس امارہ، جو ذاتی طور پر کمینہ ہے، پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ اور سرکشی چھوڑ کر اطمینان حاصل کرلیتا ہے۔ اور ذاتی کفر سے (تائب ہو کر) حقیقی اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔

’’گر بگویم شرح آن بیحد شود‘‘

" سیدنا پیرانِ پیر غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غنیۃ الطالبین: ص:۵۳۳: میں فرمایا ہے:"مرید پر واجب ہے کہ ظاہری عمل میں پیر کی مخالفت نہ کرے اور دل مین اس پر اعتراض نہ کرے ظاہر میں نافرمانی کرنے والا بے ادب ہے اور باطن میں اس پر اعتراض کرنے والا خود اپنی ہلاکت کا خواستگار ہے۔ بلکہ شیخ کی طرفداری میں ہمیشہ خود اپنے نفس کا مقابلہ کرے اور ظاہر یا باطن میں شیخ کی مخالفت کرنے سے اپنے نفس پر نظر رکھے۔"

یعنی اگر اس کے نفس میں پیر کے ساتھ کوئی نہ کوئی مخالفت آجائے تو شیخ کی متابعت میں اسے پائمال کرے اور اس کی ہر قسم کی نفسانی متابعت اور خیالات کو پائمال کرنا ایک اعلیٰ مقصد جانے۔ شیخ کا اپنے مرید سے اس بات پر ناراض ہونا کہ جو مرید سے لاعلمی سے ہوگئی ہو۔ بے محبتی، حسد کی وجہ سے نہ ہو، محبت سچی ہے مگر لاعلمی کی وجہ سے یہ کام ہوگیا ہے تو یہ مرید نااہل نہیں ہے اور مردود نہ ہوگا۔ بلکہ شیخ اس مرید کے اس عمل سے ناراض ہو کر اسے ڈانٹے یا تکلیف اور سختی دے پھر بھی اگر مرید میں محبت ہو تو اس پر ناراض و خفانہ ہو اور اس ڈانٹ کو معیوب نہ سمجھے بلکہ خود کو معیوب جانے اور اپنی غلطی کا اقرار کرے اور معافی طلب کرے کہ شیخ راضی ہو جائے تو مرید میں یہ ایک صفت آدم علیہ السلام کی ہے اور شیخ متصف بہ اخلاقِ الٰہی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ان سب سے معاف فرمایا اور مقامِ دوستی پر فائز کر دیا۔ اسی طرح یہ شیخ اپنے اس مرید کو ضرور معاف کرے گا اور پھر اپنے خاص محب دوستوں میں شامل کرے گا اور دوستی کا وہ مقام اسے دوبارہ حاصل ہوگا اور اگر مرید ناراض ہوا شیخ کی بعض باتوں سے جو اسے ناجائز نظر آتی ہیں تو اس کا انجام بہت خراب ہوگا کیونکہ ہر وہ قول و فعل جس کی وجہ سے یہ شیخ سے ناراض ہوا ہے۔ اور اس نے دیکھا ہے تو یہ ناجائز نہ ہوگا مگر کسی راز و حکمت سے خالی نہ ہوگا۔ وہ حقیقت میں حق اور صحیح ہوگا وہ علم لدنی سے کسی کشف و مکاشفہ اور کسی مقصود کیلئے ہوگا لیکن اس مرید کے دل میں جہالت کی تاریکی اور بے محبتی کا حجاب ہوگا اور اس کے دل میں روحانی علم نہیں اور ظاہری علم سے وہ اس میں فرق اور تمیز نہیں کر سکتا تو جب یہ مرید اپنے علم و سمجھ و خیالات کے پیچھے چلے اور اس شیخ سے روٹھ جائے اور ان کی کوئی چیز اسے معیوب نظر آئے تو اس کے دل پر حسد کا پلید اور گندہ پردہ پڑ جائے گا۔ تو ایسا ملعون ہو جائے گا کہ ابد الاباد تک ہلاک ہو جائے گا کیونکہ یہ تو ابلیس کے اخلاق سے ہے کہ اللہ تعالیٰ سے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف سجدہ کرنے کے حکم اور حضور ﷺ کے ظہور پر ناراض ہوا تو اس کے دل پر حسد و کفر کا پردہ آیا اور معافی نہ چاہی بلکہ خود کو اچھا اور بہتر جانا تو معلوم ہوا جس میں محبت نہ ہو اگرچہ عبادت گزار ہو اور اولیاء اللہ سے محبت نہ ہو بلکہ دل پر حسد کا حجاب پڑا ہو تو اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے آئینے میں نورِ حق نہیں دیکھ سکے گا۔ تو اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا دشمن ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے ساتھ ظاہر یا باطن میں کچھ عداوت ہے۔ کیونکہ یہ اخلاقِ شیطانیہ ہیں۔ یہ بھی شیطان کی طرح بوجہ بے محبتی اللہ تعالیٰ کے دوستوں یا ان کی کوئی رائے جو حقیقت میں من جانب اللہ ہوتی ہے اور اس

میں کچھ راز و حکمت ہوتی ہے اور اسے معیوب نظر آتی ہے تو قہرِ خداوندی ایسا غالب اور جوش میں آتا ہے کہ پھر کبھی بھی قبول نہ ہو گا۔ تو اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے وجود یا ان کے قول و فعل کو معیوب سمجھنا اسی طرح قہرِ خداوندی ہے اور محبت کے ساتھ اپنا آپ معیوب جاننا اور اپنا عیب محسوس کرنا اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں اور ان کے دوستوں اور ان کے قول و فعل کو معیوب نہ جاننا بلکہ ان سب کو حق کی نظر سے دیکھنا یہ حضرت آدم علیہ السلام کے اخلاق میں سے ہے اور ایسا شخص رحمتِ خداوندی سے محروم نہیں بلکہ دربارِ خداوندی میں لائق و مقبول ہے۔ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام ان اخلاق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے دوست بنے اور دوست تھے نہ شروع میں ڈانٹا تھا نہ بعد میں بلکہ مقبول تھے اور مقبول رہے۔ اور ان کے طفیل اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے دربار میں قبول فرمائے گا اور اس سے پیری مریدی کا سلسلہ اس لئے مراد ہے اور یہ خاص بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ کی محبت کیلئے اس لئے ہوا کہ یہ حضور ﷺ سے صاحبانِ طریقت کے بارے میں یہ ثبوت آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: **الشریعة اقوالی و الطریقة افعالی و الحقیقة حالی**۔ (شریعت میرے اقوال، طریقت میرے افعال، حقیقت میرا حال ہے۔)[1]

یہی نورِ حق آپ ﷺ سے صاحبانِ طریقت میں ثابت آیا ہے۔ ان کے تمام اقوال و افعال جو ان کے اعضاء کا سبب سے صادر ہوتے ہیں سب حق ہیں اور حق سے ہیں اور ان کا کوئی قول و فعل جیسا بھی ہو اسے غیر یا ناجائز نہیں سمجھا جائے گا۔ اور کسی نے غیر جانا یا نظر میں برا لگا یا معیوب جانا جس سے محبوبانِ خدا کے دلوں کو ٹھیس پہنچے تو ہزاروں لاکھوں سال کی عبادت تباہ و برباد ہو جائے گی جیسے کہ شیطان کی۔

مولانا روم قدس سرہ فرماتے ہیں:

"ہزار گنج عبادت ہزار خوان کرم، ہزار روزہ و نماز و ہزار حج نیاز، قبول نیست اگر یک دل بیازاری۔"

اسی طرح شبیر احمد عثمانی صاحب نے پارہ ہفتم سورۃ مائدہ رکوع نمبر ۱۴ میں وَاتَّبِعْ سَبِیلَ مَنْ أَنَابَ (لقمان ۱۵) کی تفسیر میں لکھا ہے: "پیغمبروں اور مرشدِ ہادی کا حق حق اللہ کے ذیل میں سمجھو" اس کے بعد مولوی مشتاق احمد اور مولوی اشرف علی تھانوی نے امداد المشتاق میں لکھا ہے: "پیروں کی محبت عین اللہ اور رسول ﷺ کی محبت ہے۔"

---

[1] (تنبیہ المنکرین عن حقوق المرشدین، ص ۲۳، طریقۃ الراشدین ص ۲۴۴)

انہی لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے حدیثِ قدسی میں ارشاد فرمایا ہے:

"ان فی جسد آدم مضغة وفی المضغة قلب وفی القلب فواد وفی الفواد روح وفی الروح سرّ وفی السرّ نور وفی النور انا"۔

ترجمہ: بے شک انسان کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اس میں دل ہے اور اس دل میں ایک پردہ ہے اور اس پردے میں روح اور اس روح میں سر اور اس سر میں نور اور وہ نور اللہ تعالیٰ کا نور ہے۔

ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ میرے وہ بندے جنہوں نے نفلی عبادت کو فرض عبادت کی طرح اپنے آپ پر لازم کیا ہے تو یہ محبت کی علامت ہے تو میں ان کی آنکھ، منہ، کان، ہاتھ، پاؤں ہو جاتا ہوں اور حدیث میں باطن کا بھی ذکر آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ میں ہوں مطلب یہ کہ ان کے اعضاء ظاہر یا باطن سے جو کام سرزد ہوتے ہیں تو یہ حقیقت میں من جانب اللہ ہوتے ہیں اس لئے اس کو حق اور صحیح مانا جائے گا اور ان کا علم اللہ تعالیٰ کا علم مانا جائے گا۔

اس لئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "علم حق در علم صوفی گم شود" یعنی اللہ تعالیٰ کا علم صوفی کے علم میں چھپا ہوا ہے، یعنی صوفیوں اور بزرگوں کا علم اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔

اسی لئے مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

گفتہ او گفتہ اللہ بود　　　　گرچہ از حلقومِ عبد اللہ بود

اس لئے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اگر مرید کے دل میں یہ خیال بھی آیا کہ تمام عالم میں ایسا دوسرا شخص بھی میرے پیر کے سوا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ واصل کرے تو یہ مرید میں شیطان نے دخل اور تصرف کیا۔ یہ بھی شیطان کے اس اصل اثر سے ہے۔ جیسا کہ شیطان کو آپ ﷺ کے نورانی اسم میں عیب نظر آیا جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور رائے تھی اور اپنی رائے اور اپنا آپ اسے اچھا معلوم ہوا۔

پھر عرفاء مقربین نے فرمایا ہے: "وان قال لشیخه لِمَ لم یفلح قط فی طریق القوم" یعنی جس نے شیخ کو کہا "کیوں" تو بھی نقصان سے بچ نہ سکے گا۔ کیونکہ یہ بھی شیطان کے اس قول سے مشابہت ہے کہ جب اسے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف سجدہ کرنے کا حکم ملا تو اس نے کہا "کیوں" یہ تو مجھ سے بہتر نہیں ہے۔ اسی وجہ سے شیطان مقہور اور ملعون ہو گیا۔ یہ حکمِ خداوندی اس نے عیب جانا اس لئے یہ الفاظ استعمال کئے۔ معلوم ہوا کہ مرید نہ تقریری اور نہ تحریری یعنی کسی قسم کا بھی جواب جس سے شیخ کا کوئی قول و فعل معیوب نظر آتا ہو شیخ کے حق میں یہ شیطانی وسوسہ ہے اس سے جان بچائے۔ اس فنِ طریقت میں ہر اخلاق و عاداتِ رزیلہ، شیطان کی متابعت اور مرید کی ہلاکت ہے۔ اے نادان انسان! تو کیسے اپنا علم و عقل و سمجھ ایسے لوگوں سے

یعنی صوفیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ خصوصًا اپنے شیخ سے بہتر اور اچھا جانتا ہے اور ان کے اقوال وافعال، حرکات وسکنات تمہیں کمزور، ضعیف اور معیوب نظر آتے ہیں۔ اپنی آنکھوں سے بے حیائی کا پردہ دور کرو اور دل سے حسد کا ناپاک پردہ ہٹادو اپنے آپ کو معیوب اور نادان جان لو۔ اپنے شیخ کو حق کی نظر سے دیکھو۔ تائب ہو جاؤ کیونکہ ان کی طرف حقارت، عیب، ناسمجھی اور لاعلمی سے دیکھنا یہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہے جو تمہارے لئے ابد الآباد تک ہلاکت ہو گی۔

یہ بھی ثابت ہوا کہ اہلِ تصوف کے ساتھ جو بیعت کرتے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بیعت فرمایا ہے۔ یہ ایسا ہے کہ ظاہر میں تو ہاتھ شیخ کا دیکھا جاتا ہے لیکن حقیقت میں محمد رسول اللہ ﷺ بلکہ خاص اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیعت ہے اور ان کی عداوت بھی خاص اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی عداوت ہے۔

اس لئے حدیث شریف میں فرمایا ہے:

"الشیخ کالنبی"۔

یعنی پیرِ طریقت اور شیخ مرید کیلئے نبی ﷺ کا خلیفہ اور نائب ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ (الحشر ۲)

مولانا روم فرماتے ہیں:

من احب القوم منهم ابدا　　　حُبِ اہل اللہ و نور جان شدا

حدیث شریف میں آتا ہے:

من احب قومًا فهو منه۔

جو جس قوم سے محبت رکھتا ہے، وہ (گویا) انہی میں سے ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے ساتھ محبت اور ان کی متابعت انتہائی پستی سے انسان کو اس اعلیٰ مقام تک پہنچاتی ہے جیسا کہ اصحابِ کہف کا کتا۔ کہ وہ انسانی شکل میں ان کے ساتھ جنت کے اعلیٰ مقام پر جائے گا۔ اس لئے ایک سالک فرماتے ہیں: (ترجمہ) "کتا بھی اصحابِ کہف کی پیروی سے جنتی بنا جو نیک لوگوں کے نقشِ قدم پر چلے گا محفوظ ہو جائے گا"۔ ان شاء اللہ العزیز اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کے دلوں میں ان کے ساتھ محبت اور ان پر اچھا یقین اور ان کو اچھی نظر سے دیکھنا ان کے ساتھ رابطہ قائم رکھنا متابعت وغیرہ یہ تمام اثرات پیدا فرمائے اور ان کی رضا کے ذریعے ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضا، دوستی اور قرب نصیب ہو جائے اور اس جماعت میں ہم شامل ہو جائیں جو اللہ تعالیٰ کی جماعت ہے (آمین)۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بھی اسی گروہ کو بیان فرمایا ہے۔ تاکہ شیطان اور اس کے متبعین کا دل پارہ پارہ اور چہرہ تاریک ہو جائیں۔ اللّٰھم آمین یا ربّ العالمین۔

کیا نام نہاد پیروں نے امام ربّانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مکتوبات بھی نہیں پڑھے، جو کہ امام ربّانی مجدّد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آداب کے بارے میں مریدینِ مخلصین کو تلقین فرمائے؟

مکتوب ۲۹۲، حصہ پنجم دفتر اول میں ارشاد فرماتے ہیں:

وبدآنکہ رعایتِ آدابِ صحبت و مراعاتِ شرائط از ضروریاتِ این راہ است تاراہ افادہ واستفادہ مفتوح گردد وبدونہا لا نتیجة للصحبة ولا ثمرة للمجلس بعضے از آداب و شرائط ضروریہ در معرض بیان آوردہ مے شود بگوشِ ہوش باید شنید بدانکہ طالب رابایدکہ روے دل خود را از جمیع جہات گردانیدہ متوجہ پیر خود سازد و باوجود پیر بے اذن او بنوافل واذکار نپردازد ودر حضورِاو بغیر او التفات ننماید وبکلیّت خود متوجہ او بنشیند حتی کہ بذکر ہم مشغول نشود مگر آنکہ اوامر کند وغیر از نماز فرض وسنت در حضور او ادا نکند نقل کردہ انداز سلطان این وقت کہ وزیر پیش او ایستادہ بود اتفاقا درین اثنا آن وزیر التفاتے بجانب جامۂ خود کردہ بند آن رابدستِ خود راست می ساخت درین حال نظرِ سلطان بران وزیر افتاد دید کہ بغیر او متوجہ است بزبانِ عتاب گفت کہ این راہضم نمیتوانم کرد کہ تووزیر من باشی ودر حضور من سبہ بندِ جامہ التفات نمائی باید اندیشید کہ ہرگاہ وسائل دنیا دنیہ راآداب دقیقہ درکار است وسائل وصول الی اللہ را بروجہ اتم واکمل رعایت این آداب لازم خواہد بود ومہما امکن درجائے نہ ایستد کہ سایہ او بر جامہ اویا بر سایہ او افتد وبر مصلاے او پانہند ودر متوضائے او طہارت نکند وبظروف خاصہ او استعمال نکند ودر حضور او آب نخورد وبعام تناول نماید وبکسے سخن نکند بلکہ متوجہ احدے نگردد ودر غیبت پیر درجانب کہ اوست پادراز نکند وبزاق دہن بآنجانب از دو ہر چہ از پیر صادر شود آنرا صواب داند اگرچہ بظاہر صواب ننماید او ہرچہ میکند از الہام میکند و باذن کار میکند برین تقدیر اعتراض راگنجایش نباشد۔

اور پھر آگے ارشاد فرماتے ہیں:

ودر کلی و جزئی اقتداب پیر کند۔

ترجمہ:" سمجھ جا کہ رعایتِ آداب و شرائط کا لحاظ رکھنا اس طریقہ کی ضروریات میں سے ہے تا کہ فائدہ اور استفادہ کا دروازہ کھلا رہے، اور بغیر آداب اور لحاظِ شرائط کے صحبت کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا اور اس مجلس کا کوئی پھل نہیں ملے گا۔ بعض آداب اور شرائط ضروریہ اس محل میں میں لے کر آرہاہوں، دل کے کانوں سے سنو: سمجھ جاؤ کہ طالب کے لئے ضروری ہے کہ

اپنے دل کو تمام جہات (اطراف) سے پھیر لے اور اپنے پیر کی طرف متوجہ ہو جائے، اور اپنے پیر کی موجودگی میں ان کی اجازت کے بغیر نوافل اور اذکار نہ پڑھے اور شیخ کی موجودگی میں کسی اور کی طرف نہ دیکھے، اور کلیت کے ساتھ اپنے شیخ کی طرف متوجہ رہے یہاں تک کہ ذکر میں بھی مشغول نہ ہو مگر اس وقت کہ جب شیخ مبارک اسے امر فرمائیں اور اپنے شیخ کی موجودگی میں فرض اور سنت کے علاوہ کوئی اور چیز ادا نہ کرے۔ حکایت ہے کہ بادشاہ کے سامنے ایک وزیر بیٹھا تھا۔ اتفاقاً وزیر اس دوران اپنے کپڑوں کی طرف متوجہ ہوا اور اپنے کپڑوں کے بٹن کو ہاتھ سے درست کیا۔ اسی وقت بادشاہ کی نظر وزیر پر پڑی، اور سختی سے فرمایا کہ یہ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا کہ تو میرا وزیر ہے اور میری موجودگی میں اپنے کپڑوں کی درستگی کرتے ہو۔ چاہیئے کہ جب دنیا کمینہ کے معاملہ میں ایسے باریک آداب کا لحاظ رکھا جاتا ہے، تو ضروری ہے کہ وصول الی اللہ (اللہ کا قرب حاصل کرنے) کے وسائل (مثلاً پیر) کے معاملہ میں اتم اور اکمل آداب کا لحاظ ہونا چاہیئے، یہاں تک کہ جہاں پر شیخ مبارک بیٹھے، وہاں پر یہ نہ بیٹھے اور پیر کا سایہ مبارک کے اوپر نہ بیٹھے، اور اس کے مصلے پر پاؤں نہ رکھے، اور ان کے طہارت خانہ میں طہارت حاصل نہ کرے، اور اپنے شیخ مبارک کے خصوصی برتن وغیرہ استعمال نہ کرے، اور شیخ کی موجودگی میں پانی نہ پیئے اور کھانا نہ کھائے، اپنے شیخ کے سامنے باتیں نہ کرے بلکہ کسی کی طرف متوجہ بھی نہ ہو، اور پیر کی عدم موجودگی میں ان کی جانب پاؤں دراز نہ کرے، اور تھوک اس طرف نہ پھینکے جو پیر مبارک سے صادر ہو جائے اسے صحیح اور درست جانے، اگرچہ بظاہر وہ صحیح نہ ہو، اور پیر مبارک جو کچھ بھی کرتا ہے الہام کی وجہ سے کرتا ہے، اور اللہ کے اذن سے کام کرتا ہے تو بنابر اس تقدیر مرید کے لئے اعتراض کی گنجائش نہیں۔ پھر آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ کلی اور جزئی (یعنی چھوٹے اور بڑے ہر کام) میں اپنے پیر کی اقتداء کرے۔"

اس طرح کئی مکتوبات ہیں جو کہ آدابِ شیخ کے بارے میں ہیں۔

اور مرید صادق کو چاہیئے کہ سنتِ نبوی ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے اپنے مشائخ کی اتباع کرے، اور مشائخ کی اتباع در حقیقت رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہے۔

حضرت امامِ ربّانی مجدّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سنتِ نبوی ﷺ کی پیروی کی اہمیت پر مکتوب تحریر فرماتے ہیں: "حق سبحانہ و تعالیٰ ہم بے سر و سامان مفلسوں کو حضرت سید المرسلین اولین و آخرین علیہ الصلوۃ والسلام کی متابعت کی دولت سے مشرف فرمائے اور اس پر استقامت نصیب کرے۔ آنحضرت علیہ من الصلوات افضلها و من التسلمات اکملها (ایسی عظیم المرتبت ہستی ہیں کہ ان) کی دوستی کے طفیل حق تعالیٰ اپنے اَسمائی و صفاتی کمالات کو ظہور میں لایا اور آپ (ﷺ) کو بہترین مخلوق بنا کر پیدا کیا۔ آپ ﷺ کی پسندیدہ متابعت کا ایک ذرہ تمام دنیاوی لذات اور اخروی تنعمات سے مرتبہ میں کہیں

بڑھ کر ہے۔ تمام فضیلت آنحضرت ﷺ کی روشن سنت کی تابعداری پر وابستہ ہے اور تمام بزرگی احکام شریعت کی بجا آوری پر منحصر ہے۔ مثلاً دوپہر کا سونا (قیلولہ) اگر اتباع سنت کی نیت سے ہو تو کروڑوں شب بیداریوں سے جو آنحضرت ﷺ کی متابعت میں نہ ہوں، اولیٰ و افضل ہے۔ اسی طرح عید الفطر کے دن میں کھانا (یعنی روزہ نہ رکھنا) جس کا شریعت مصطفوی ﷺ میں حکم ہے، خلاف شریعت تمام عمر روزے رکھنے سے افضل ہے اور شارع علیہ السلام کے حکم کے مطابق ایک چیتل (دام، پیسہ) دینا اپنی خواہش سے سونے کے پہاڑ خرچ کرنے سے بہتر و افضل ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک روز صبح کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف دیکھا تو ان میں سے ایک شخص کو حاضر نہ پایا۔ دریافت کرنے پر حاضرین نے عرض کی کہ وہ تمام رات عبادت کرتا رہا شاید اس وقت آنکھ لگ گئی ہو۔ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر وہ شخص تمام رات سوتا رہتا اور صبح کی نماز باجماعت ادا کرلیتا تو بہتر تھا۔

گمراہ لوگوں نے اگرچہ ریاضتیں اور مجاہدے بہت کئے ہیں لیکن چونکہ وہ شریعتِ حقہ کے موافق نہیں ہیں، اس لئے بے اعتبار اور بے حیثیت ہیں۔ اگر ان اعمال شاقہ پر کچھ اجر ثابت بھی ہو تو وہ صرف بعض دنیوی منافع پر منحصر ہے، جب پوری دنیا ہی کچھ حیثیت نہیں رکھتی تو اس کے کسی منافع کا کوئی کیا اعتبار کرے۔ ان کی مثال ایسے خاکروب کی ہے جس کی محنت سب سے زیادہ اور مزدوری بہت کم ہے اور شریعت کے تابعداروں کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جو قیمتی جواہرات اور عمدہ عمدہ ہیروں کے ساتھ کام کرتے ہیں کہ ان کا کام بہت تھوڑا اور مزدوری بہت زیادہ ہے۔ سنت کے موافق ایک ساعت کا عمل ہو سکتا ہے کہ اجر میں ایک لاکھ برس کے نیک عمل کے برابر ہو۔ اس میں راز یہ ہے کہ جو عمل شریعت کے موافق ہوتا ہے وہ حق تعالیٰ کا پسندیدہ ہوتا ہے اور جو خلافِ شریعت ہوتا ہے وہ (حق تعالیٰ کا) ناپسندیدہ۔ پس ناپسندیدہ اعمال کی صورت میں ثواب کی کہاں گنجائش ہے بلکہ عذاب متوقع ہے۔ اس حقیقت کی عالم مجاز میں نظیر موجود ہے جو تھوڑی سی توجہ سے واضح طور پر سمجھ میں آجاتی ہے۔ بیت:

ہر چہ گیرد علتی علت شود	کفر گیرد کاملے ملت شود
ہر چیز ہے مضر جو کبھی ساتھ دے مریض	کافر ولی ہے اس کو پکڑلے اگر ولی

پس تمام سعادتوں کا سرمایا سنت کی پیروی ہے اور تمام فسادات کی جڑ شریعت کی مخالفت کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔ والسلام۔[1]

[1](مکتوب ۱۱۴، جلداول ص ۱۱۹، ۱۱۸)

اسی طرح علامہ اسماعیل حقی البروسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

الشیخ فی قومه کالنبی فی امته۔

یعنی شیخ اپنی قوم میں ایسی مثال رکھتا ہے جیسے کہ نبی اپنی امت میں۔[1]

یعنی شیخِ کامل مکمل حضور نبی کریم ﷺ کا وارث ہے۔ بنابر اس بات ابھی میں ایک واقعہ لکھنا چاہتا ہوں۔

تفسیر روح البیان ج ۵ صفحہ ۱۴ پر ہے:

یحکی عن حضرة الشیخ الاکبر قدس سره الاطهر انه قال اقمت بمدینة قرطبة بمشهد فارانی الله اعیان رسله علیهم السلام من لدن آدم الی نبینا علیه الصلاة و السلام فخاطبنی منهم هود علیه السلام و اخبرنی فی سبب جمعیتهم و هو انهم اجتمعوا شفعاء للحلاج الی نبینا علیه الصلاة و السلام و ذلک انه کان قد اساء الادب، بان قال فی حیاته الدنیویة ان رسول الله ﷺ همته دون منصبه قیل له و لم ذلک قال لان الله تعالیٰ قال (ولسوف یعطیک ربک فترضی) و کان من حقه لا یرضی الا ان یقبل الله تعالیٰ شفاعته فی کل کافر و مؤمن لکنه ما قال الا (شفاعتی لاهل الکبائر من امتی) فلما صدر منه هذا القول جاءه رسول الله ﷺ فی واقعة و قال له یا منصور انت الذی انکرت علی الشفاعة فقال یا رسول الله قد کان ذلک فقال ألم تسمع اننی حکیت عن ربی عز و جل (اذا احببت عبدا کنت له سمعا و بصرا و لسانا و یدا) فقال بلی یا رسول الله فقال أو لم تعلم انی حبیب الله قال بلی یا رسول الله قال فاذا کنت حبیب الله کان هو لسانی القائل فاذا هو الشافع و المشفوع الیه و انا عدم فی وجوده فأی عتاب علی یا منصور فقال یا رسول الله انا تائب من قولی هذا فما کفارة ذنبی قال قرب نفسک لله قربانا فاقتل نفسک بسیف شریعتی فکان من امره ما کان ثم قال هود علیه السلام و هو من حیث فارق الدنیا محجوب عن رسول الله ﷺ و الآن هذه الجمعیة لاجل الشفاعة له الی رسول الله ﷺ انتهی۔ یقول الفقیر سامحه الله القدیر فی هذه القصة امر ان احدهما عظم شأن الحلاج قدس سره بد لالة عظم شأن الشفعاء و الثانی انه قتل فی بغداد فی آخر سنة ثلاثمائة و تسع و مات حضرة الشیخ الاکبر بالشام سنة ثمان و ثلاثین و ستمائة فبینهما من المدة ثلاثمائة و تسع و عشرون سنة و الظاهر و الله اعلم ان روح الحلاج کان محجوبا عن روح رسول الله ﷺ اکثر من ثلاثمائة سنة تقریبا و ذلک بسبب کلمة صدرت منه علی خلاف الادب فان من کان علی بساط القرب و الحضور ینبغی ان یراعی الادب فی کل امر من الامور فما ظنک بمن جاوز حد الشریعة۔

ترجمہ: سیدنا شیخ اکبر قدس سرہ الاطہر فرماتے ہیں کہ مشہد شریف کے شہر قرطبہ میں مقیم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آدم علیہ السلام سے لے کر حضور تاجدارِ انبیاء ﷺ تک تمام انبیاء علیہم السلام کی اصلی صورتیں دکھائیں۔ ان میں سے حضرت ہود علیہ السلام مجھ سے مخاطب ہوئے اور مجھے انبیاء علیہم السلام کے اس اجتماع کا سبب بتایا کہ ہم سب حلاج کی سفارش کے لئے حاضر ہوئے ہیں تاکہ حضور امام الانبیاء علیہ السلام اسے معاف فرمادیں وہ اس لئے کہ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی حیاتِ دنیویہ

[1] (تفسیر روح البیان، ص ۲۱۸، ج ۲)

کے بارے میں ایک لب کشائی کی تھی۔ اس سے یہ بات سرزد ہوئی کہ اس نے کہا کہ نبی پاک ﷺ نے اپنے عظیم جاہ و جلال کے باوجود ہمت میں کمی کی، وہ اس طرح کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى (الضحی ۵) فرما کر شفاعت کے بارے میں مختارِ کل بنایا تو پھر آپ نے کم ہمتی کی بنا پر صرف شفاعتی لاھل الکبائر من امتی کیوں فرمایا۔ آپ کو چاہئیے تھا کہ فرماتے شفاعتی لکل کافر و مؤمن اس کے یوں کہنے پر حضور تاجدارِ انبیاء ﷺ سخت ناراض ہوئے اور اسے زیارت سے مشرف فرمایا اور فرمایا اے منصور! تو کون ہے جو میری شفاعت کا انکار کرتا ہے۔ عرض کی حضور! میں نے تو اپنی بساط کے مطابق ایسے ہی کہا اب آپ مجھے سمجھائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تو نے حدیث قدسی سنی تھی جسے میں نے اللہ تعالیٰ سے حکایتاً بیان کیا کہ اذا احببت عبدا کنت لہ سمعا و بصرا و لسانا و یدا (جب میں کسی کو محبوب رکھتا ہوں تو اس کے کان اور آنکھ اور زبان اور ہاتھ بن جاتا ہوں)۔ حلاج رحمہ اللہ تعالیٰ نے عرض کی میں نے یہ حدیث سنی اور پڑھی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں اللہ کا محبوب ہوں؟ اس نے عرض کی بے شک آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں جب اللہ کا حبیب ہوں تو میری زبان کا کہا ہوا گفتۂ حق ہے۔ اس صورت میں شافع اور مشفوع الیہ کا فرق خود بتائیے۔ بلکہ اس قاعدے پر تو میرا وجود اس کی ذات میں گم ہو گیا۔ پھر اے منصور! میرا کیا قصور؟ حلاج نے عرض کی: یا حضرت! میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہوا آپ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ اس غلطی کا کفارہ بھی پیش کرنے کے لئے تیار ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا کفارہ تیری جان ہے اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کر دے اور اپنے آپ کو میری شریعت کی تلوار سے قتل کر دے۔ اس کے بعد وہی ہوا جو منصور رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں مشہور ہے۔ اس کے بعد حضرت ہود علیہ السلام نے شیخ اکبر قدس سرہ سے فرمایا کہ جب سے منصور رحمہ اللہ تعالیٰ دنیا سے رخصت ہوا ہے سرکار ﷺ کے دیدارِ پُر انوار سے محجوب ہے اور آج ہم اس کی سفارش کے لئے تمام انبیاء علیہم السلام حاضر ہوئے ہیں۔

فقیر (حقی) کہتا ہے کہ اس حکایت سے دو فائدے حاصل ہوئے:

(۱) اس سے حضرت منصور حلاج کی عظمت کا پتہ چلا کہ عظیم الشان انبیاء علیہم السلام ان کی سفارش کے لئے تشریف لائے۔

(۲) حضرت منصور حلاج رحمہ اللہ تعالیٰ بغداد میں ۳۰۹ھ کے آخر میں شہید کر دیئے گئے اور حضرت شیخِ اکبر رضی اللہ عنہ کا وصال ۶۳۸ھ کو ہوا۔

ان کے درمیان تین سو انیتس سال کا وقفہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت منصور قدس سرہ حضور ﷺ کے دیدارِ پُر انوار سے تین سو انیتس سال محجوب رہے۔ (واللہ اعلم) حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ کی یہ سزا ایک علمی نکتے کی وجہ سے تھی اسی

لئے ہر مقربِ حق پر لازم ہے کہ وہ نبوت کا پاس ادب کرے۔ غور کیجیے کہ جب منصور جیسے ولی کامل کو ایک علمی غلط فہمی سے اتنی سخت سزا بھگتنی پڑی، پھر ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو سرورِ کونین ﷺ کی شریعت کی توہین اور ان کی ذات اقدس پر رقیق حملے اور قرآن مجید کی آیات میں ناجائز تاویلیں اور اپنے نفس کی خواہش کے مطابق تراجم کرتے اور شرعی امور کو اپنے خیالات و اوہام کے مطابق ڈھالتے ہیں۔ یہی لوگ جانوروں کی طرح ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت اور انعام کا سوال کرتے ہیں۔"

تقریر دلپذیر حضرت شیخ الاکبر قدس سرہ الاطہر

اسی طرح فیوض الرحمان اردو ترجمہ روح البیان، جلد ۱۲ صفحہ ۱۱۷ پر ہے: "حضرت شیخ الاکبر قدس سرہ الاطہر نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے مرشد کامل کی رہبری پر عمل نہیں کرتا اگرچہ معمولی طور پر بھی ان کے کسی امر کی خلاف ورزی کرتا ہے تو سمجھو ابھی وہ اپنے نفس کی خواہشات میں گرفتار ہے اگرچہ وہ اس طرح زندگی بھر مجاہدات اور ریاضات میں لگا رہے، بلکہ سالک کے لئے ضروری ہے کہ جس کے ہاتھ پر بیعت ہوگیا ہے اس کے سامنے کالمیت (مردہ ہوکر) زندگی بسر کرے اور حتی الامکان اپنے مرشد کی خدمت میں کسی قسم کی دخل اندازی نہ کرے جسے یہ طریق کار نصیب ہو وہ یقین کرے کہ زندگی سعادت سے بسر ہوگی۔ مرید پر لازم ہے کہ وہ اپنے مرشد کے ہر امر کے سامنے سر تسلیم خم کرے جس کا وہ حکم دیں اسے بجا لائے جس سے روکیں اس سے رک جائے (یہاں تک کہ اگر کسی وقت خدانخواستہ آگ میں چھلانگ لگانے کا بھی حکم دے دیں تو ذرہ بھر گریز نہ کرے، اگر وہ کسی ہنر کے سیکھنے کا امر فرمائیں تو اس ہنر کو اس ارادہ پر سیکھے کہ مرشد کا حکم ہے اس میں اپنے ارادہ کو دخیل نہ بنائے، اگر وہ فرمائیں کہ کسی کام کو ہاتھ نہ لگاؤ، آرام سے گھر بیٹھ جاؤ تو وہی حکم بجالائے لیکن یہ سمجھ کر کہ مرشد کا حکم ہے اس میں بھی نفس کی خواہش کو درمیان میں نہ لائے اس لئے کہ مرشد اپنے مرید کی مصلحتوں کا بہت زیادہ واقف ہے۔"

اسی طرح اولیاء اللہ کی صحبت اور دربار میں بیٹھنا باعثِ سعادت ہے، ایسے مواقع اور اوقات کو غنیمت سمجھنا چاہیئے، ان متبرک درباروں میں روحانی اور جسمانی علاج ہوتا ہے، اور تمام لطائف خواہ عالمِ امر کے ہوں یا عالمِ خلق کے، کلی طور پر فیض سے مستفیض اور فیضیاب ہوتے ہیں۔ ان کی برکت سے ظاہری اور باطنی ترقی نصیب ہوتی ہے، کیونکہ یہ روحانی امراض کے لئے معالج (علاج گاہ) ہیں۔ ان مقاماتِ عالیہ میں اپنا دل اور زبان قابو میں رکھنا چاہیئے کیونکہ مثل مشہور ہے: "اگر عالمِ ظاہر (علماء شریعت) کے ساتھ بیٹھنا ہو تو زبان کو قابو میں رکھنا چاہیئے اور اگر ولی اللہ (علماء طریقت) کے پاس بیٹھنا ہو تو دل کو قابو میں رکھنا چاہیئے، ایسا نہ ہو کہ دل میں کوئی غلط فہمی یا وسوسہ آئے جو کہ سببِ ہلاکت ہے۔

جیسا کہ امام شعرانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب انوارِ قدسیہ میں ایک واقعہ ذکر فرمایا ہے، جس کی عبارت کچھ یوں ہے:

وقد دخل سیدی عبد القادر الجیلی ومعه اثنان علی رجل کان یلقب بالغوث، وکان من شأنه ان یختفی اذا شاء ویظهر اذا شاء، فقال سیدی عبد القادر نویت التبرک بهذا الرجل، فقال الآخر انا لا اعتقده الا ان اظهر لی کرامة، وقال الآخر انامنکر علیه، فبینهما جالسون اذ ظهر من بینهم فنظر الی من قال انا منکر وقال: انت المنکر علی انی لأری نار الکفر تلتهب فیک، وقال للآخر انت الذی تقول لا اعتقده الا ان اظهر لی کرامة ستجر أعلیک الدنیا الی شحمة اذنیک، وقال لسیدی عبد القادر انت الذی تزورنی للبرکة سیعلو شأنک حتی تؤمر بأن تقول قدمی هذه علی عنق کل ولی اللہ عزوجل وتخضع لک اولیاء المشرق والمغرب ویطأطی رقابهم، فکان الامر کما قال واما المنکر فسافر من بغداد لیناظر القسیسین ببلاد الروم ففعل وناظرهم فظبهم فأعجب السلطان وقربه وطلب منه تزویج ابنته فقال لایمکن ذلک الا ان تدخل فی دینها فتنصر وتزوجها ومات علی دین النصرانیة۔ واما الذی اوقف اعتقاده علی اظهار کرامة فتولی مال بیت المال وصار من اوسع الناس فی الدنیا لسواده ذکره فی کتاب البهجة واللہ اعلم۔

”تحقیق سیدنا عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے ساتھ ایک شخص کے پاس آئے جن کو غوث کہا جاتا تھا، ان کی شان یہ تھی کہ جب بھی چاہتے تھے (لوگوں کی نظر سے) پوشیدہ ہو جاتے اور جب چاہتے تو ظاہر ہو جاتے، سیدنا عبد القادر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے اس بزرگ سے تبرک (فیض) حاصل کرنے کی نیت کی، دوسرے ساتھی نے کہا میرا اعتقاد تب بنے گا جب میں ان کی کرامت دیکھوں۔ تیسرے نے کہا کہ میں ان پر اعتراض کروں گا۔ اس درمیان کہ وہ تینوں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک وہ غوث ظاہر ہوئے اور اس شخص سے فرمایا جس نے کہا تھا کہ میں اعتراض کروں گا: تم مجھ پر اعتراض (انکار) کرنے والے ہو میں تم سے کفر کی آگ کو بھڑکتا دیکھ رہا ہوں۔ پھر دوسرے شخص سے فرمایا کہ تم یہ کہتے ہو کہ میں جب تک کرامت نہ دیکھوں معتقد نہیں بنوں گا، تو عنقریب تم پر دنیا تمہارے کانوں کی لو تک غالب آئے گی۔ اور سید عبد القادر رحمہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا کہ تم وہ شخص ہو کہ تم نے مجھ سے برکت (فیض) لینے کے لئے ملاقات کی تو عنقریب آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی شان بلند ہو گی حتیٰ کہ آپ کو حکم دیا جائے گا کہ تم یہ کہو کہ میرا قدم اللہ تعالیٰ کے ہر ولی کی گردن پر ہے۔ اور تمہارے سامنے مشرق و مغرب کے اولیاء جھک کر اپنی گردنیں بچھا دیں گے۔ بات ایسے ہی ہوئی جیسا کہ فرمایا۔ منکر شخص بغداد سے روم کے راہبوں سے مناظرے کے لئے گیا وہاں ان سے مناظرہ کر کے جیت گیا۔ بادشاہ نے اس کو پسند کیا اور اپنے قریب کیا۔ اس شخص نے بادشاہ کی بیٹی کا رشتہ مانگا تو بادشاہ نے کہا کہ جب تک تم اس لڑکی کے دین (عیسائیت) میں داخل نہ ہو گے رشتہ نہ ملے گا۔ اس نے عیسائیت اختیار کی اور اس سے شادی کر کے عیسائی مرا۔ اور دوسرا شخص جس نے کرامت کی خواہش کی تھی وہ بیت المال کا متولی بنا اور دنیا میں خوب مالدار رہا۔“

عزیز دوستو! درج بالا واقعے سے آپ حضرات کو بخوبی معلوم ہو گیا ہو گا کہ جو شخص کسی ولی اللہ (اپنے مرشد و شیخ) پر اعتراض کرتا ہے اس کا انجام یا تو بے دینی (گمراہی) ہوتی ہے یا دنیا میں غرق ہونا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دوستوں کی بے ادبی سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

ارشاد حضرت مبارک صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت سیدنا قیوم زمان حضرت مبارک قدس سرہ اس سالک کے بارے میں فرماتے ہیں جو سالک سلوک کے ذریعے ایک مقام تک پہنچتا ہے اور پھر اس سے اپنے پیر و مرشد کی بے ادبی سرزد ہو جاتی ہے تو اس بے ادبی کے ذریعے اس کا کام اور فیضان منقطع ہو جاتا ہے۔ ایسے مرید کے بارے میں امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایسا مرید جو اپنے شیخ پر اعتراض کرتا ہے اس کی مثال نصف زغل کی ہے۔[1]

اور اس لفظ کے حضرت مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے تین معانی بیان فرمائے ہیں:

(۱) جب کسی علاقہ کا گندہ پانی نالیوں کے ذریعے آکر ایک جگہ جمع ہو جاتا ہے تو وہ پانی ویسے بھی گندہ اور نجس ہوتا ہے مگر ایک جگہ ٹھرنے کی وجہ سے اور بھی گندہ ہو جاتا ہے۔

(۲) کسی نے سونے کے زیورات بنائے اور پھر یہ سونا رسمی ہو جاتا ہے تو نہ یہ سونا رہتا ہے نہ کوئی اور چیز۔

(۳) اس کی مثال لوہے کے شرارے کی طرح ہے کہ نہ تو لوہا ہے کہ اس سے کوئی چیز بنائی جائے اور نہ کچھ اور چیز ہے۔

الغرض یہ بے ادب مرید ان تینوں معانی میں سے ہر ایک کا مصداق ہے کہ نہ تو اس کی اپنی کوئی حیثیت ہے اور نہ کسی اور کے لئے نفع بخش ہے بلکہ ضرر رساں اور نقصان دہ ہے۔

حضرت مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اقوال سے معلوم ہوا کہ نام نہاد صوفیاء جو کہ اپنے مشائخ کے بے ادب ہیں ان کی مثال نصف زغل کی طرح ہے جو سالکین کے ایمان و عقائد، اعمال و آخرت کے لئے زہر قاتل کی حیثیت رکھتا ہے، بقول ان بزرگوں کے اس سے اور اس کی صحبت سے فرار واجب ہے۔

امام شعرانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

مرید کی شان یہ ہونی چاہیئے کہ وہ کبھی بھی اپنے شیخ سے یہ نہ کہے کہ "کیوں" کیونکہ تمام شیوخ کا اس پر اتفاق ہے کہ جو مرید اپنے شیخ سے کہے "کیوں" تو وہ طریقت میں کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔[2]

و من شأنه ان لا یفعل مع الشیخ شیئاً یوحش قلب الشیخ منه فان اللہ تعالیٰ قد یغضب لغضب الشیخ و یرضی لرضاہ، لأنه قد یکون اعظم حرمة من و الد الجسم، و ایضاح ذلک أن الشیخ لا یأمر المرید الا بما امر اللہ به فمن خالفه فقد خالف الشارع ﷺ و وقع فی غضب اللہ بحسب تلک المعصیة من کبیرة او صغیرة۔

---

[1] (انوار قدسیہ، ص ۳۶، ج ۱)

[2] (انوار قدسیہ ص ۲۰۴، ج ۱)

ارشاد حضرت مبارک صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ: مرید کے لئے لازم ہے کہ کوئی ایسی بات یا عمل نہ کرے جس سے اس کا شیخ پریشان یا ناراض ہو، بے شک اللہ تعالیٰ شیخ کی ناراضگی کی وجہ سے ناراض ہوتا ہے اور اس کی رضا سے راضی ہوتا ہے اس لئے کہ وہ جسمانی والد سے زیادہ حرمت رکھتا ہے اور اس کی وضاحت یہ ہے کہ شیخ مرید کو اللہ تعالیٰ کے امر کردہ احکام کا حکم دیتا ہے تو جس نے اس کی مخالفت کی اس نے شارع ﷺ کی مخالفت کی اور وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گیا چھوٹی یا بڑی نافرمانی کی وجہ سے۔[1]

و من شأنه اذا قدم استاذه علیه أحدا من اخوانه ان یخدمه ادباً مع الاستاذ، و لیحذر أن یحسده فترل قدم بعد ثبوتها و تذوق السوء، الخ۔

اور مرید کی شان یہ ہے کہ جب کوئی سالک مرشد کی خدمت میں مشغول رہے تو اسے چاہیئے کہ مرشد کے احترام کی وجہ سے اپنے آپ کو حسد اور کینہ سے بچائے رکھے ورنہ اس کے قدم پھسل جائیں گے سیدھے راستے سے اور یہ بدی کو پالے گا۔[2]

مزید آداب کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

و من شأنه أن یکون فطنا لما هو من جنس ما یأمره به شیخه، او ینهاء عنه و لا یحوجه الی تصریح بأمر او نهی فیه لا سیما بحضرة من لیس من القوم بل یفهم من الرمز و الاشارة الخ۔

"اور مرید کی شان یہ ہے کہ یہ تیز فہم ہو، اور سمجھ دار ہو ہر اس معاملے میں جس میں مرشد مبارک اسے امر و نہی فرمائیں، کہ تشریح و وضاحت کی ضرورت نہ پڑے۔ پھر خاص کر ان لوگوں کے سامنے جو اہل طریقت والے نہ ہوں بلکہ رمز و اشارے سے یہ کام کرے۔"[3]

و من شأنه ان لا یقول لشیخه قط لم، فقد أجمع الأشیاخ علی أن کل مرید قال لشیخه لم لا یفلح فی الطریق۔

"اور مرید کی شان یہ ہے کہ کبھی بھی اپنے مرشد کو لفظ لم یعنی کیوں نہ کہے۔ مشائخ نے اجماع کیا ہے اس بات پر ہر وہ مرید جس نے اپنے شیخ کو "کیوں" کہا تو وہ کبھی بھی کامیاب نہیں ہو گا۔"[4]

جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحمت فرمائے کہ فقراء کے آداب بہت زیادہ ہیں لیکن ہم یہاں صرف پیر بھائیوں کے بعض آداب کو جمع کرتے ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ مرید اپنے پیر بھائیوں سے ایسا معاملہ کرے کہ جس کو وہ ان کی طرف سے اپنے لئے پسند کرتا ہے اور ان کیلئے ایسی بھلائی چاہے جیسی کہ اپنے لئے ان کی طرف سے چاہتا ہے اور ان کی خطاؤں کو پوشیدہ رکھے جیسا کہ چاہتا ہے کہ وہ اس کی خطاؤں کو پوشیدہ رکھیں اور ان کی تمام غلطیوں کو اچھے مقاصد پر محمول کرے جیسا کہ اگر وہ خود بالفرض اس

---

[1] (انوار قدسیہ ص ۱۸۱، ج ۲)

[2] (انوار قدسیہ ج ۱، ص ۸)

[3] (انوار قدسیہ ج ۲، ص ۱۸۲)

[4] (انوار قدسیہ ج ۲، ص ۲۰۴)

غلطی میں واقع ہو جائے تو دوسروں کی طرف سے یہ چاہتا ہے کہ وہ اس کی غلطیوں کو اچھے مقاصد پر محمول کریں اور ان کی توبہ کی قبولیت کی امید کرے اگرچہ وہ اہل اسلام کے تمام گناہوں کے مرتکب ہو جائیں۔ جیسا کہ بالفرض اگر وہ خود ان گناہوں کا مرتکب ہو جائے تو اپنے لئے توبہ کی قبولیت کی امید رکھتا ہے (بہر حال ہر ایک مرید جو چیز کہ اپنے پیر بھائیوں کی طرف سے اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی چیز اپنے بھائیوں کیلئے بھی پسند کرے اس طرح کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ وہ مرید اپنے تمام پیر بھائیوں کے حقوق بجالائے گا)۔

حدیث شریف میں ہے:

اَحِبَّ لِلنَّاسِ مَاتُحِبَّ لِنَفْسِکَ (ترمذی)

یعنی لوگوں کے لئے بھی وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔

ارشاد نمبر ا: پیر بھائیوں کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ فقیر کو چاہئے کہ جب کبھی اس کے کسی پیر بھائی سے کوئی شرمناک بات ظاہر ہو تو وہ اس کی طرف توجہ نہ دے اور نہ ہی اس کی کسی لغزش کو جو کہ اس سے سرزد ہو گئی ہے دیکھے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ (دیکھنے والا) فقیر کبھی ایسی لغزش میں واقع ہو جائے پھر جب وہ اس میں واقع ہو جائے تو کیا وہ اپنے تمام پیر بھائیوں سے یہ پسند نہیں کرے گا کہ وہ اس پر رحم کریں اور اسے معذور سمجھیں (اور اسے خراب نہ سمجھیں وغیرہ وغیرہ) تو اسی طرح اس فقیر کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں کو معذور سمجھے اور انہیں خراب نہ سمجھے۔ پس اس معاملہ میں جیسا کہ فقیر اپنے لئے پیر بھائیوں کے برا کہنے اور معذور قرار نہ دینے کو ناپسند سمجھتا ہے تو وہ پیر بھائی بھی اس معاملہ میں اس فقیر کے برا کہنے اور معذور قرار نہ دینے کو ناپسند سمجھتے ہیں (خلاصہ یہ ہے کہ مرید جو چیز کہ اپنے پیر بھائیوں کی طرف سے اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی چیز ان کیلئے بھی پسند کرے)۔

ارشاد نمبر ۲: مشائخِ عظام رحمھم اللہ تعالیٰ نے اتفاق کیا ہے کہ جو فقیر لوگوں کے عیوب میں سے کسی بھی ایک عیب پر مطلع ہو گیا اگرچہ کشف کے طریقے ہی سے ہو تو وہ فقیر شیطان کے حضور میں ہے اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے حضور میں نہیں ہے۔

ارشاد نمبر ۳: اور مشائخِ عظام رحمھم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس کشف کے ذریعے صاحب کشف لوگوں کے عیوب میں سے کسی بھی ایک عیب پر مطلع ہوا تو وہ کشف شیطانی ہے اس پر واجب ہے کہ وہ اس کشف سے توبہ کر لے۔

ارشاد نمبر ۴: اور مشائخِ عظام رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص لوگوں کے عیب کو دیکھے اور ان کو برے مقاصد پر منسوب کرے تو اس شخص کا نفع ختم ہو جائے گا اور اس کا باطن ویران ہو جائے گا اور وہ اپنے شیخ کی صحبت سے کچھ نفع نہیں اٹھائے گا۔

طبرانی شریف میں مرفوع حدیث ہے کہ جو شخص لوگوں کے عیوب کو تلاش کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کو تلاش کرے گا اور جس کے عیوب کو اللہ تعالیٰ تلاش کرے تو اس کو خوار کر دے گا اگر چہ وہ اپنے کجاوہ کے بیچ میں (ہی) ہو۔

اور حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ بخدا (یعنی اللہ کی قسم کہ) ہم ایسی جماعت دیکھتے تھے کہ ان میں کچھ عیب نہیں تھے پھر جب وہ لوگوں کے عیبوں کی جاسوسی اور تلاش میں پڑ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے عیب ظاہر کر دیئے۔

شیخ علی مرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جس مرید نے اپنے پیر بھائیوں کی لغزشات دیکھ کر انہیں نہیں چھپایا تو حقیقت میں اس مرید نے اس قدر اپنی لغزشات کے پردے کھول دیئے۔ اور حضرت احمد زاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ جب تم اپنے کسی پیر بھائی کو کسی ایسے گناہ پر دیکھو کہ وہ اسے ظاہر ظہور نہیں کر رہا ہے تو تم اسے پوشیدہ رکھو اگر وہ اس گناہ کو تمہارے سامنے ظاہر کر رہا ہے تو تم اسے جھڑکو اور زجر کرو اور اس گناہ کو کسی دوسرے آدمی کو جس کو اس کا پتہ نہیں ہے مت بتاؤ۔ پھر اگر وہ شخص تمہارے جھڑکنے سے باز آیا تو ٹھیک ہے ورنہ تم اسے اس کا فائدہ کی غرض سے لوگوں کے سامنے جھڑکو۔ اپنے نفس کے خوش کرنے کی غرض سے نہیں۔ پس امید ہے کہ وہ اپنی جہالت اور غلطی سے باز آئے اور جب تک وہ اپنے گھر کے اندر دروازہ بند کر کے گناہ کر رہا ہے تو ایسے شخص کو ظاہر ظہور گناہ کرنے والا نہیں کہا جائے گا۔ ہاں اگر گھر میں ایسے بچے ہوں جو کہ وہ بات باہر بتا سکتے ہوں تو وہ بھی مردوں کے حکم میں ہیں (یعنی ان کے سامنے گناہ کرنے والا بھی ظاہر ظہور گناہ کرنے والا کہا جائے گا)۔ حدیث شریف میں ہے: جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں میں اس کی پردہ پوشی فرمائیگا۔[1]

ارشاد نمبر ۵: اور مرید پر حق ہے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں کی دنیوی خیر خواہی سے زیادہ دینی خیر خواہی کرے پس انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے عام اوقات مثلاً سحری یا دیگر فضیلت والے اوقات کی اطلاع دے دے اور انہیں ہوشیار کرے اور یہ بھی قانون دانی، نرم الفاظ اور شرافت ہی کے ساتھ ہو سختی اور حقیر جاننے کے طریقے پر نہ ہو ورنہ ہو سکتا ہے کہ انہیں غصہ آئے اور اس کی بات نہ سنیں۔

---

[1] (الاربعین النوویة)

اسی طرح وہ مرید انہیں (یعنی اپنے پیر بھائیوں کو) نماز کے وقت آنے سے پہلے ہی ہوشیار کرے تا کہ وہ نماز کے وقت آنے تک اچھی طرح تیار ہو جائیں اور امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ یا فرض سے قبل والی سنت موکدہ ان سے فوت نہ ہو جائے جیسا کہ بعض وسواسی لوگوں کا یہی طریقہ ہوتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ابھی تک وقت بہت ہے اور غالبًا ان سے نماز جماعت مکمل ہی فوت ہو جاتی ہے اور بعض سلف کا یہ طریقہ تھا کہ جب ان سے نماز جماعت فوت ہو جاتی تھی تو وہ اس نماز کو تنہا ستائیس بار پڑھتے تھے تا کہ نفس سے جہاد ہو۔ اگرچہ جمہور علماء اس طرح کرنے سے منع فرماتے ہیں اور اسلاف میں سے شیخ امام مزنی جو کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد ہیں جب ان سے جماعت فوت ہو جاتی تھی تو اس نماز کو پچیس بار دہراتے تھے۔

ارشاد نمبر ۶: اور جو مرید ساری رات کھڑا ہو کر اول سے آخر تک نماز پڑھتا رہے اس پر حق ہے کہ وہ اپنی ذات کو اپنے کسی بھی پیر بھائی پر کہ جن کو وہ سحری کے وقت جگاتا ہے اچھا نہ سمجھے۔ بلکہ ان کی نیند کو اپنی عبادت سے زیادہ خالص سمجھے کیونکہ نیند والا شخص مرفوع القلم ہوتا ہے (یعنی کراماً کاتبین اس کے بارے میں کچھ نہیں لکھتے ہیں) اور جاگنے والا ایسا نہیں ہوتا ہے پس ہو سکتا ہے کہ بعض اوقات قلم یوں لکھے کہ فلاں شخص ساری رات ریاء اور شہرت کی غرض سے جاگا ہے اور جب لوگ اس کی اس عبادت سے کہ وہ رات کی تاریکیوں میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوا ہے مطلع ہوتے تھے تو وہ اپنے دل میں لذت پاتا تھا تو قلم کا ایسا لکھنا تو گناہ ہی کے زیادہ قریب ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جو شخص رات کو جاگے اور اللہ تعالیٰ کے شکر بجالانے کی غرض کے بغیر اپنے آپ کو سونے والوں سے اچھا سمجھے تو وہ شخص لعنت اور دھتکار کا مستحق ہے اور یہی شیطان کا گناہ ہے کہ وہ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے دربار سے دھتکارا گیا (یعنی اپنی ذات کو اچھا سمجھا اور دھتکارا گیا)۔

ارشاد نمبر ۷: اور تمام مشائخِ عظام علیہم الرحمہ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ بندہ پر واجب ہے کہ وہ اپنے آپ کو تمام مسلمانوں سے کم سمجھے اور جو شخص اپنے آپ کو ایسا نہیں سمجھے گا تو وہ متکبرین سے ہو گا اور متکبرین کی جگہ جہنم ہے پس اگر کسی نے اپنی ذات کو اپنے تمام ہم عصروں سے اچھا سمجھا تو وہ دوزخ میں سب سے نیچے ہو گا اگر جنت میں داخل کیا گیا تو جنت میں بھی سب سے نیچے ہی ہو گا۔

اور حضرت عبد العزیز دیرینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ جو شخص یہ ارادہ کرے کہ تمام وجود اسے خیر کی امداد کرے تو اسے چاہئے کہ وہ مرتبے میں اپنے نفس کو تمام مخلوق سے نیچے سمجھے کیونکہ جو امداد کہ مخلوق کو پہنچتی ہے وہ پانی کے مثل ہے اور پانی صرف پست اور نچلی جگہوں کی طرف بہتا ہے بلند یا برابر جگہ کی طرف نہیں بہتا پس جو شخص اپنے نفس کو اپنے ساتھی کے برابر سمجھے گا تو امداد کھڑی رہے گی اس کی طرف نہیں چلے گی اگر بلند سمجھے گا تو بالکل ذرہ برابر بھی اس کی جانب نہیں چڑھے گی "واللہ ورسولہ اعلم"۔

ارشاد نمبر ۸: ایک دن خادم یعقوب نے اپنے شیخ سے عرض کیا کہ اے میرے سردار مجھے نصیحت فرمائیے تو آپ نے فرمایا کہ (اے بیٹا) تو اپنے پیر بھائیوں کا خدمت گار بن جا انہیں اپنی ذات پر ترجیح دے اس کے بعد ان کی ایذاؤں کو بھی برداشت کرتا رہ اور تو اپنے آپ کو ان سے اچھا مت دیکھ ورنہ تو ایک ایسے گھڑے میں پڑ جائے گا کہ کوئی بھی تیری مدد کیلئے نہیں آئے گا۔

ارشاد نمبر ۹: حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ مرید کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں کی خدمت کرے پھر ان کے پاس معذرت پیش کرے کہ ان کا جو حق تھا وہ ادا نہیں کر سکا۔

ارشاد نمبر ۱۰: ہر وہ مرید جو کہ اچھی مجلس سے پیچھے رہ جائے اسے لائق ہے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں کے سامنے اپنی ذات کو زجر کرے اور اپنی بے عزتی کرے اور اپنے پیر بھائیوں کو کہے کہ تم اس کام میں میری اتباع سے بچ جانا۔ بے شک میں نے اس خیر سے پیچھے رہنے میں خطا کی ہے۔ اور اس مسئلہ میں حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سبقت کر لی۔ پس آپ اپنی ذات کو الزام دیتے تھے اور اپنے دوستوں کو فرماتے تھے کہ تم میرے (فلاں) کاموں کی تابعداری سے بچ جانا میں نے اپنے دین کو نقصان میں ڈال دیا ہے۔ (سبحان اللہ)

ارشاد نمبر ۱۱: اور مرید جب اول مجلس میں پہنچ نہیں سکا اور درمیان میں شامل ہو سکتا ہے یا بالکل مجلس کے ختم ہوتے وقت دعا ہی میں شامل ہو سکتا ہے تو پھر بھی اسے حق ہے کہ شامل ہو جائے اور شرم ہرگز نہ کرے جیسا کہ نماز کی جماعت کا حکم ہے کہ جو شخص بالکل آخری تشہد میں آجائے تو اسے بھی چاہیئے کہ تکبیر تحریمہ کہہ کر جماعت میں شریک ہو جائے تا کہ اسے جماعت کی کسی جزء یا بالکل ہی کسی ذرے کی فضیلت کا ثواب حاصل ہو جائے۔

ارشاد نمبر ۱۲: اور کوئی فقیر جو کہ کسی نیکی سے پیچھے رہ جائے اور اسے اس کے پیر بھائی اس پر ملامت کریں تو اسے چاہیئے کہ ان سے حجت بازی نہ کرے۔ ورنہ یہ اپنے نفس کی طرف سے ناجائز لڑنا ہو گا۔ بلکہ اسے چاہیئے کہ فوراً ہی استغفار (بخشش مانگنا) شروع کر دے اور ان کو دعا دے کہ "جزاکم اللہ تعالیٰ عنی خیرا" (اللہ تعالیٰ تمہیں میری طرف سے اچھا بدلہ دے دے) اور کہے کہ اے پیر بھائیو! تمہارا مجھے ملامت کرنا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ تمہاری مجھ سے شدید محبت ہے اور تم میرے دین کے مجھ سے زیادہ خیر خواہ ہو۔ فقیر یہ بات انہیں اس لئے کہے کہ تا کہ وہ اسے دوبارہ کسی وقت نصیحت کرنے کی ہمت کریں اگر بالفرض کسی فقیر نے اپنے نفس کی طرف سے جھگڑنا شروع کر کے انہیں یوں کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تم مجھے آج سے بہت دن پہلے ہی سے برا سمجھتے ہو تو اس صورت میں اس کے پیر بھائی آئندہ اس کی بے فہمی کی وجہ سے اس کی نصیحت کو بھی چھوڑ دیں گے۔ (اللہ تعالیٰ پناہ دے)

ارشاد حضرت مبارک صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ارشاد نمبر ۱۳: اور حضرت احمد بن رفاعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس کا بدلہ چاہا اور اپنے نفس کی طرف سے بحث کی تو تباہ و ہلاک ہوا اور جس شخص نے لوگوں سے درگزر کیا اور اپنے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا تو اللہ تعالیٰ بغیر اہل و قوم کے اس کی مدد فرمائے گا۔

ارشاد نمبر ۱۴: اور فقیر پر حق ہے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں کو ہدایت کرے اور انہیں شریعت و طریقت کے آداب سکھائے لیکن اپنے آپ کو ان سے اچھا نہ سمجھے کیونکہ بعض فقیر اخلاص اور حسن معاملہ میں اس سے زیادہ ہوتے ہیں اور معلم و مبلغ کا مرید سے زیادہ علم رکھنے کی وجہ سے اس سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ہونا لازم نہیں آتا اور یہ ایک ایسی بات ہے کہ اس سے اس زمانے کے اکثر مشائخ بے خبر رہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے مریدوں سے زیادہ علم رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ہیں پس جو شیخ اپنے آپ کو افضل سمجھتا ہے وہ اس بیان کو خوب ذہن نشین کر لے۔

ارشاد نمبر ۱۵: اور مرید پر حق ہے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں کو جہاں تک کہ اسے علم ہے اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچانے والا طریقہ بتادے اور جب اس کے پیر بھائی خیر کی مجلسوں سے پیچھے رہ جائیں تو انہیں اپنے نفسوں کو زجر دینے کی راہیں بتادے۔ پس امید ہے کہ ان کیلئے وہ زجر و توبیخ ان کے پیچھے رہ جانے کے خلل کا بھراؤ بن جائے اور (پیچھے رہنے والے) فقیر کو یہ درست نہیں ہے کہ وہ اپنی ذات کے زجر و توبیخ سے مسامحت (چشم پوشی) کر لے جیسا کہ اس پیچھے رہنے والے کو یہ درست نہیں ہے کہ وہ ایسے عذر پیش کرے جنہیں اس کا شیخ اور پیر بھائی قبول نہ کریں اور اس طریقہ سے اپنے نفس کو دھوکہ دے دے۔

اور اس (پیچھے رہنے والے) فقیر کو چاہئے کہ وہ اپنے نفس کو اس طرح آزمائے کہ اگر مثلاً وہ فقیر ذکر کی مجلس میں حاضر ہو جائے تو کوئی تونگر آدمی اسے ہزار دینار عطیہ دے دے گا پس اگر اس وقت وہ اپنے نفس کو یوں دیکھے کہ وہ ہزار دینار کو چھوڑتا ہے اور اپنی سخت ضرورت جو کہ اس کے اس تمام وقت کو لپیٹ رہی ہے کا عذر پیش کرتا ہے تو وہ فقیر اس دن کی مجلس ذکر کے چھوڑنے میں واقعی معذور ہے اور اپنے قول میں سچا ہے (کہ آج میں معذور تھا لہٰذا حاضر نہیں ہو سکا) اگر وہ اپنے نفس کو ہزار دینار کے حاصل کرنے کیلئے وہاں حاضر ہونے کا حریص پائے اور ان تمام ضروریات و رکاوٹوں کو جو کہ اس کو اس مجلس ذکر سے پیچھے رکھتی تھیں ہٹانے والا پائے تو وہ فقیر مجلس خیر سے پیچھے رہ جانے کے عذر پیش کرنے میں جھوٹا ہے کیونکہ مؤمن کے نزدیک کلمہ **سبحان اللہ** اور **لا الٰہ الا اللہ** سونے سے بھری ہوئی زمین سے بھی زیادہ افضل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَلْمَالُ وَالْبَنُونَ زِینَۃُ الْحَیَاۃِ الدُّنْیَا وَالْبَاقِیَاتُ الصَّالِحَاتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَخَیْرٌ أَمَلًا (الکھف ۴۶)

ارشاد حضرت مبارک صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ:"مال اور اولاد حیات دنیا کی ایک رونق ہے۔ اور جو اعمال صالحہ باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی بہت زیادہ بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی بہت زیادہ بہتر ہیں۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ: وَ الْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ (الکھف ۴۶) سے مراد بندے کا "سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر" کہنا ہے۔ پس بندے کے لئے جس چیز کے بہتر ہونے کی اللہ تعالیٰ گواہی دے دے تو بندے کو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس کے علاوہ کسی شے کو اس پر ترجیح دے دے بلکہ بعض اوقات یہ کفر ہے۔ (اللہ تعالیٰ پناہ دے۔ آمین)

ارشاد نمبر ۱۶: اور فقیر پر حق ہے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں کے دینی و دنیوی مشکل اعمال کی مدد میں بہت اقدام کرنے والا ہووے جیسا کہ ان کے گھروں کی طرف لکڑی یا گیہوں اٹھاتا ہوا۔ یا پوری رات ان کیلئے جاگتا ہوا اور اس خدمت و مدد کے زیادہ حقدار نئے مہاجروں کی بنسبت پرانے مہاجر ہیں یعنی وہ فقیر جو کہ شیخ کے ہاں پہلے ہجرت کر کے آئے ہیں کیونکہ نئے مہاجر پرانے مہاجروں ہی کے کاموں کو دیکھتے رہتے ہیں (اور ان سے سبق لیتے اور سیکھتے رہتے ہیں)۔

نیز محققین نے فرمایا ہے کہ فقیر پر حق ہے کہ وہ شک اور تہمت والی جگہوں اور ناشائستہ کاموں کے ارتکاب سے بہت دور رہے تا کہ جب وہ اپنے بھائیوں کو نصیحت کرے تو وہ اس کی سنیں۔ پس ایسا نہ کرے کہ ان کو رات کے اٹھنے کا حکم دے اور خود سو جائے۔ اور دوسروں کو دنیا سے بے رغبتی اور مال جمع نہ کرنے کا حکم دے اور وہ خود اس کی رغبت رکھے اور جمع کرے اور جماعت کے اکابر لوگ اس بات سے سخت پرہیز کریں اور شیخ تو ان تمام باتوں کا سب سے زیادہ بطریقہ اولیٰ حقدار ہے۔ (بہر حال) فقیر کو چاہئے کہ وہ دوسرے فقراء کے گندم اور لکڑیوں کے اٹھانے یا فصل کاٹنے گیہوں گاہنے (یا دیگر مباح کام کاج) وغیرہ میں مدد کرے اگرچہ ایک بار یا ایک ہی دن ہو کیونکہ اس طریقہ سے فقراء کو خوشی پہنچے گی۔ "و اللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ" جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہے اللہ تعالیٰ اس بندہ کی مدد میں ہے۔ (الحدیث)

ارشاد نمبر ۱۷: جماعت کے اکثر فقراء جس غلطی میں واقع ہوتے ہیں وہ اس شخص کی غیبت میں واقع ہونا ہے جس کو فساد کی وجہ سے جماعت سے نکالا گیا ہے اور اس کے احوال کا ہر ایک فقیر کو بتانا یا ہر شخص جو کہ اس کے نکالنے کا سبب پوچھے اس کو بتا دینا یہ سب ناجائز ہیں اور بسا اوقات وہ بتانے والے لوگ اس نکالے ہوئے شخص سے بھی زیادہ گنہگار اور بدحال ہو جاتے ہیں۔

ارشاد نمبر ۱۸: اور فقیر پر حق ہے کہ وہ جماعت کے پیر بھائیوں کی بیماری وغیرہ میں ان کی خدمت سے غفلت نہ کرے۔ خصوصاً رات کے وقت جب کہ لوگ اسے چھوڑ کر جا کر سو جائیں اور اس کا کوئی اہل و ایسا مددگار نہ ہو جو کہ اس کی نگہبانی کرے۔ پس اس صورت میں اس فقیر پر لازم ہو گا کہ وہ اس بیمار کی خدمت کرے یا اسے شفاخانہ تک لے جائے اور حدیث شریف میں

ہے کہ قیامت کے دن بندے سے اس کے تمام بھائیوں اور ساتھیوں کے حقوق کے متعلق پوچھا جائے گا۔ پھر اگر بیمار فقیر کے پاس ایسی کوئی چیز نہ ہو جسے وہ اپنی بیماری پر خرچ کرے تو اس کے پیر بھائیوں پر حق ہے کہ وہ اپنے مال سے اس پر خرچ کریں یا اللہ تعالیٰ کے امان و پناہ پر اس کیلئے قرض لیں۔

اگر وہ اسے شفاخانہ اٹھا کر لے گئے تو اس کے حق کا پورا کرنا مثلاً اس کی طرف بار بار آنا جانا اور ڈاکٹر و کارکنوں کو اس کیلئے ہدایت دینا ضروری ہے اور وہ ہمیشہ اس کی طرف آتا رہے یہاں تک کہ وہ تندرست ہو جائے یا رحلت پائے۔

"واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ"۔

اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں ہے جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہے۔

ارشاد نمبر ۱۹: اور فقیر پر حق ہے کہ وہ جماعت کے نابینوں بوڑھوں اور یتیموں کی خدمت کرے اور نابینوں کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر ان کو ان کے ضروری مقام تک پہنچائے اگر وہ چاہیں تو ان کے کپڑے اور داڑھی سے جوں بھی نکالے۔ اسی طرح نابینوں کو ان کے کپڑے بھی اٹھا کر دے دے۔ بلاشبہ ایسے کام قربِ الٰہی کے یقینی ذرائع ہیں کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خود ان کا حافظ ہوتا ہے پس جن لوگوں نے ان کی خدمت کی تو حقیقتاً انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری اتاری اور یہ دولت صرف محبوبانِ خدا اور مقربانِ الٰہی ہی کو نصیب ہوتی ہے اور جب جماعت کے قوی لوگ نابینوں بیواؤں اور یتیموں کو خوشی پہنچائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر ان کے رزق کے اسباب کو سہل و آسان بنائے گا اور ان پر وسعت و کشادگی فرمائے گا اور عکس کا حکم عکس ہے (یعنی جو لوگ ان کو خوشی نہیں پہنچائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے رزق کے اسباب کو تنگ فرمائے گا)۔

حضرت علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے اوپر رحمتِ الٰہی کے نزول کو چاہے تو نابینوں اور یتیموں کی خدمت کرے اور بندہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر جتنی رحمت زیادہ کرے گا اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے درجے اتنے بلند فرمائے گا۔

واقعہ: حضرت سید شیخ عثمان خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نابینا اور یتیموں کی خدمت کرتے تھے اور ان کے کپڑے اور داڑھی دھوتے تھے اور ان کی ضروریات تک ان کو لے چلتے تھے نیز ان کیلئے طعام پکاتے تھے اور ان کے گیہوں بھی صاف کرتے تھے اور ان کیلئے چکی کا پاٹ اٹھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ "ہٰذا شرفی" یہ میرا شرف ہے (یعنی ان کاموں میں میری بزرگی و عزت ہے)

ارشاد نمبر ۲۰: اور حضرت علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ جو شخص تم پر ظلم کرے تم شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امر مبارک پر عمل کرتے ہوئے اسے معاف کر دو اور یوں مت کہو کہ شریعت پاک نے تو مجھے اس کے ظلم کے برابر بدلہ

لینے کی اجازت دی ہے پھر میں بدلہ کیوں نہ لوں کیونکہ بہت سی چیزیں شریعت میں جائز ہوتی ہیں لیکن ان کا ترک کرنا افضل ہوتا ہے (اور یہ بھی ان میں سے ہے)

ارشاد نمبر ۲۱: اور آپ فرماتے تھے کہ جب تو اپنے مسلمان بھائی سے ناراض ہو جائے تو تین دن سے زیادہ ناراض مت ہو جا (اور تو ان تین دنوں میں گفتگو کرنے کی غرض سے اس کو تین بار سلام دینے میں پہل کر پھر اگر اس نے جواب دیا تو ٹھیک ہے ورنہ اب تجھ پر کچھ الزام نہیں ہے ناراضگی اور نہ بولنے کا گناہ اسی پر ہو گا)۔

ایک بزرگ کا واقعہ: "میں ۹۴۷ھ میں بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا تھا کہ اتفاقاً طواف کی دعاؤں میں سے کوئی بھی ایک دعا دل میں نظر نہیں آ رہی تھی۔ پس میں نے ایک (غیبی) کہنے والے سے سنا وہ مجھے کہہ رہا تھا کہ تو یوں کہہ:

اللّٰھم افرغ علی من الاخلاق المحمدیة ما اتحمل به الاذی من جمیع العباد اللّٰھم افرغ علی من الاخلاق المحمدیة ما اتلقی به جمیع الاقدار الجاریة علی بالرضی و التسلیم۔ اللّٰھم افرغ علی من الاخلاق المحمدیة ما اکون به هادیا مهدیا۔ اللّٰھم افرغ علی من الاخلاق المحمدیة ما تصیر به حرکاتی و سکناتی کلها مرضیة عندک۔ اللّٰھم افرغ علی من الاخلاق المحمدیة ما اتجمل به بین یدیک فی الدنیا و الآخرة۔

ترجمہ: "اے اللہ مجھے ایسا اخلاقِ محمدیہ ﷺ عطا فرما کہ میں اس کے ذریعے سے تمام بندوں کی ایذاء کو برداشت کر لوں۔ اے اللہ مجھے ایسا اخلاقِ محمدیہ ﷺ عطا فرما کہ میں اس کے ذریعے سے تمام آنے والی تقدیروں پر رضا و تسلیم کو اختیار کر لوں۔ اے اللہ مجھے ایسا اخلاقِ محمدیہ ﷺ عطا فرما کہ میں اس کے ذریعے سے رہنما اور راہ یافتہ ہو جاؤں۔ اے اللہ مجھے ایسا اخلاقِ محمدیہ ﷺ عطا فرما کہ اس کے ذریعے سے میری ہر حرکت و سکنت تیرے نزدیک پسندیدہ ہو جائے۔ اے اللہ مجھے ایسا اخلاقِ محمدیہ ﷺ عطا فرما کہ میں اس کے ذریعے سے دنیا و آخرت میں تیرے سامنے آراستہ رہوں۔"

پھر اس کے بعد ماثور دعاؤں کے علاوہ میری اکثر دعا یہی ہوتی تھی۔"

ارشاد نمبر ۲۲: اور فقیر کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں کو اپنی دعاؤں میں مت بھولے اور جب اس کا وقت اللہ تعالیٰ سے صرف ہو جائے تو ان کیلئے مغفرت رحمت اور عفو کی دعا مانگے۔ یہ دعا رات کو ہو یا دن کو سجدہ میں یا غیر سجدہ میں سب برابر ہیں۔ اس دعا کے فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں بھائیوں کا حق پیر بھائیوں کا ادا کرنا ہو گا اور دوسرا یہ ہو گا کہ ایک خاص فرشتہ اس دعا مانگنے والے کیلئے کہے گا کہ "ولک مثل ذٰلک" یعنی تیرے لئے بھی اس جیسا ہو اور فرشتے کی دعا رد نہیں کی جاتی۔

ارشاد نمبر۲۳: اور فقیر پر حق ہے کہ اس کے پیر بھائیوں میں سے جو بھی اس پر احسان کرے اس کی فضیلت کا اقرار کرے۔ بالخصوص جو شخص کہ اس کو ہدیہ دینے میں پہل کرے پس یہ فقیر اس کے صرف پہل کرنے کے بدلہ دینے پر بھی قادر نہیں ہو سکے گا۔

ارشاد نمبر۲۴: اسی طرح پیر بھائی کے حقوق میں سے ایک یہ ہے کہ جب وہ اس پیر بھائی کے پاس آئے تو یہ اس کیلئے کھڑا ہو جائے اگرچہ وہ آنے والا پیر بھائی اس کھڑے ہونے کو پسند نہ کرے خصوصاً جب کہ وہ آنے والا پیر بھائی عالم دین یا حافظ قرآن مجید ہو۔

اور حضرت علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ اے میرے بھائی تو اپنے بھائی کیلئے قیام کر (کھڑا ہو جا) تاکہ تو اس کا حق پورا کرلے تو یہ گمان مت کر کہ وہ تیرے قیام کو پسند کرتا ہے ورنہ بلاشبہ یہ تیری طرف سے بد ظنی ہو گی۔

ارشاد نمبر۲۵: اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ تو اپنے بھائی کی مروّت پر اعتماد کر کے اس کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی مت کر۔ بلاشبہ جب تو اس کے حق کو ادا کرے گا تو تجھے ایک تو انسان کے حق ادا کرنے کا ثواب ملے گا اور دوسرا اللہ تعالیٰ کے امر مبارک کی تابعداری کا ثواب ملے گا۔

ارشاد نمبر۲۶: اور فقیر پر حق ہے کہ جب اس کا پیر بھائی اپنی شادی میں اس سے کچھ مالی مدد چاہے تو وہ اس پر بخیلی مت کرے اگرچہ اپنے کرتہ اور زائد کھڑاؤں (یعنی لکڑی کی جوتی) یا کچھ گیہوں وغیرہ سے کیونکہ اس کام میں اعانت اعلیٰ عبادات میں سے ہے بلکہ بعض محققین نے بیان کیا ہے کہ نکاح میں مدد غازیوں اور مکاتبوں کی مدد سے بھی افضل ہے کیونکہ نکاح نہ ہو تو نہ کوئی مجاہد وجود میں آئے گا اور نہ کوئی عابد اور یہ ایک ایسا کام ہے کہ اکثر فقراء اس میں کوتاہی کر لیتے ہیں (انہیں متنبہ ہونا چاہئے)۔

ارشاد نمبر۲۷: اور فقیر کو چاہئے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں کے ساتھ گفتگو کرتے وقت اپنی زبان سے کڑوی بات نکالنے کی عادت نہ کرے ورنہ وہ برے آدمیوں میں سے ہو گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ ”شر الناس من ترکه الناس اتقاء فحشه“ بہت برا آدمی وہ ہے کہ جس کی صحبت کو لوگوں نے اس کی فحش کلامی سے بچنے کی وجہ سے چھوڑی ہو۔ پس یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے گواہی ہے کہ بلاشبہ فحش اور بے ہودہ گفتگو کرنے والا برے آدمیوں میں سے ہے اور میں نے اپنے سید علی مرصفی رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ تم کسی بھی مسلمان کو گالی مت دو کیونکہ بسا اوقات تم اس کے باپ کو گالی دوگے تو وہ تمہارے باپ کو گالی دے گا (تو اس لحاظ سے تم اپنے ہی باپ کو گالی دوگے)

اور حضرت علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ بولنے میں احتیاط لقمہ اور کپڑوں کے احتیاط سے اشد (یعنی زیادہ سخت) ہے۔

ارشاد نمبر ۲۸: اور فقیر پر حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کسی بھی ایک مخلوق کو خدا تعالیٰ کے حکم کے بغیر حقیر نہ جانے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کرتے اور صورت عطا کرتے وقت حقیر نہیں بنایا ہے اور کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو عدم سے وجود میں لائیں اور تو اسے حقیر جان لے۔ یہ بات محض جہالت (ہی) ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے یہ حکم نہیں فرمایا ہے کہ تو اس کے کسی ایک بندے کو حقیر جان لے۔ ہاں اس ذات نے تجھے اس بات کا ضرور حکم فرمایا ہے کہ تو ان کاموں کو ناپسند کرے جو کہ اس کی شریعت کے خلاف ہیں۔ اور بس۔

پس تو گنہگار شخص کو نیکی کا حکم دے اور گناہوں سے روک لیکن اس طرح کہ تو اس کی ذات کو حقیر نہ جان کیونکہ بسا اوقات وہ شخص علمِ الٰہی میں تجھ سے اعلیٰ مقام رکھنے والا ہوتا ہے اور تو فاسقوں میں سے ہوتا ہے اور قیامت کے دن وہ تیری سفارش کرنے لگتا ہے۔

اور تو رسول اللہ ﷺ کے لہسن کے بارے میں قول مبارک پر غور کر لے آپ نے فرمایا کہ **"انھا شجرۃ اکرہ ریحھا"** بلا شبہ لہسن ایک ایسا بوٹا (یعنی چھوٹا درخت) ہے کہ میں اس کی بو کو ناپسند کرتا ہوں۔ پس (غور کیجئے کہ) آپ ﷺ نے لہسن کی ذات کو ناپسند نہیں فرمایا بلکہ صرف اس کی بو کو ناپسند فرمایا۔ پس ہمیں چاہئے کہ ہم انسان کی ذات کو ناپسند نہ سمجھیں بلکہ اس کے عمل کو ناپسند سمجھیں۔ نیز جاننا چاہئے کہ کفار وعاصیوں سے ہماری دشمنی ان کی (ذات کی وجہ سے نہیں) صفات کی وجہ سے ہے۔ دلیل یہ ہے کہ جب کفار اسلام لائیں اور عاصی لوگ صالح ہو جائیں تو پھر ان کی کراہت (یعنی انہیں ناپسند سمجھنا) ہم پر حرام ہو گا۔ **واللہ و رسولہ اعلم۔**

ارشاد نمبر ۲۹: اور فقیر پر حق ہے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں کی ضروری حاجات کو اپنے تمام نفلی عبادات سے مقدم رکھے کیونکہ خیر متعدی کا نفع خیر قاصر سے افضل ہے (ایسی نیکی جس سے دوسروں کو فائدہ پہنچے خیر متعدی کہلاتا ہے اور ایسی نیکی جس سے صرف اپنی ذات کو فائدہ پہنچے خیر قاصر کہلاتا ہے۔ پس خیر متعدی کا نفع خیر قاصر سے افضل ہے)۔ بالخصوص جب کہ فقیر کو اس کام کیلئے اس کا شیخ امر فرمائے۔ ہاں اگر شیخ کسی فقیر کو پیر بھائیوں کی خدمت سے منع کرے تو اس فقیر کو پھر خدمت کرنا جائز نہیں ہو گا کیونکہ بعض اوقات فقراء کو اپنے نفسوں کیلئے تکلیف اٹھانے پر مکلف کیا جاتا ہے اور خدمت غالبًا ان پیشواؤں کیلئے ہوتی ہے جو کہ اپنے اخلاق کے علاج سے فارغ ہوتے ہیں اور وہ اپنی ذات کو تمام مخلوق سے حقیر تر سمجھتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر لوگ ان کی حقارت کریں اور ان کے عیوب بیان کریں تو ان کو بال برابر بھی اثر نہیں ہوتا۔

ارشاد نمبر ۳۰: اور حضرت ابو سلیمان دارانی وغیرہ فرماتے تھے کہ اس طریقت کی صلاحیت رکھنے والے لوگ وہ ہیں جو کہ اپنی جانوں سے پائخانوں (اور گندی جگہوں) کو جھاڑو دیں (اور صاف کریں)۔

ارشاد نمبر ۳۱: اور فقیر پر حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی غرض سے پائخانوں کی صفائی کی طرف قدم بڑھائے اگرچہ اس کام کیلئے مزدور اور خادم مقرر ہو نیز ملاقات کی جگہ اور وضو خانہ کے ارد گرد جو پلیدی وگندگی ہو اسے بھی زائل کردے اور یہ کام ایک ایسے وقت میں سرانجام دے کہ کوئی آدمی اسے نہ دیکھے۔ مثلاً چاشت کے وقت یا سحری کے وقت (یا کوئی ایسا دوسرا وقت جس کو وہ اپنے لئے مناسب سمجھے) کیونکہ نفس جب جان گیا کہ وہ تواضع سے پہچانا گیا ہے تو اسے متکبروں کے کبر کی لذت سے زیادہ لذت وخوشی پہنچے گی اور یہ کام حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ اور سیدی علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ اور شیخ امین الدین امام جامع الغمری رحمہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ مبارکہ تھا۔

ارشاد نمبر ۳۲: جو شخص اپنے بھائیوں کی خدمت کرے گا تو اس کے چہرے پر نور اور محبوبیت کے آثار ہوں گے اور جو شخص خدمت سے تکبر کرے گا تو اس کے چہرے پر تاریکی اور ظلمت ہو گی۔

ارشاد نمبر ۳۳: اور فقیر پر حق ہے کہ وہ اپنے پاس استرا چاقو قینچی سوئی ستالی (چمڑا سینے کا آلہ جو کہ موچیوں کے پاس ہوتا ہے) دھاگہ اور جس چیز کی عادۃً ضرورت پڑتی ہے ان سب کو اپنے پاس رکھے اور یہ اس لئے کہ ان کے ذریعے سے اپنے بھائیوں کی تکلیف کو رفع کرے اور یہ چیزیں انہیں ادھار دے کر انہیں نفع پہنچائے۔

اسی طرح فقیر کے آداب میں سے یہ ہے کہ وہ کنگھی دانت صاف کرنے والا آلہ مسواک اعضا پونچھنے کیلئے کوئی چادر (یا رومال وغیرہ) اور نماز کیلئے مصلّٰی اپنے پاس رکھے اور غیر مسجد میں جہاں بھی نماز کا وقت آجائے تو مصلی بچھا کر اس پر نماز ادا کرے۔ جاننا چاہئے کہ اسلاف نے مصلوں کو اپنی عظمت اور بڑائی کی غرض سے اختیار نہیں کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس چیز سے پناہ دے کہ صرف نماز کی مصلحت ہی کی غرض سے ان کو اختیار کیا تھا اور محققین نے اتفاق کیا ہے کہ جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو اسے دربارِ الٰہی میں (ہرگز) داخل ہونے نہیں دیا جائے گا اور جس شخص کے دل میں عاجزی اور مسکینی ہو تو اسے کسی بھی وقت دربارِ الٰہی میں حاضر ہونے سے روکا نہیں جائے گا۔

ارشاد نمبر ۳۴: جب کسی فقیر سے اپنے پیر بھائی کے حق میں بے ادبی ہو جائے تو اس فقیر پر حق ہے کہ وہ عاجزوں اور ذلیلوں کی شکل بنا کر اس سے معافی مانگنے کی طرف جلد بازی کرے۔ مثلاً اپنا سر ننگا کرلے اور جوتیوں کے رکھنے کے پاس کھڑا رہے اور اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر نماز کے طریقے سے برعکس رکھے اور اپنا سر زمین کی جانب جھکائے ہوئے رکھے اور پیر بھائی کے حق میں اس سے جو غلطی کہ سرزد ہوئی ہے اس پر نادم وپشیمان رہے۔ پھر اگر اس کا پیر بھائی اس کے عذر کو قبول کرکے اسے

جلدی معافی دے دے تو بہت اچھا ورنہ فقیر کو چاہئے کہ وہ فوراً بیٹھ نہ جائے بلکہ کھڑا رہے یہاں تک کہ اس کا پیر بھائی اس پر رحمت فرمائے اور اسے معافی دے دے اور فقیر پر واجب ہے کہ وہ اپنے نفس کو ملامت کرتا رہے۔ نفس کی طرف سے ذرہ برابر بھی جواب نہ دے۔ (یعنی یوں نہ کہے کہ میں نے غلطی نہیں کی ہے یا فلاں فلاں وجہ سے وہ کام کیا تھا) بلکہ اقرار کر لے کہ بے شک اس نے اپنے پیر بھائی پر ظلم کر لیا ہے۔ جب وہ فقیر معافی مانگنے میں انتہائی حد کو پہنچ جائے تو اب اس پیر بھائی پر حق ہے کہ اس کا عذر قبول کر کے اسے معافی دے دے۔

اگر بالفرض اس نے معافی نہ دی اور فقیر کا معافی مانگتے ہوئے ٹھہرنا کافی دراز ہو گیا تو اس وقت دوسرے پیر بھائیوں پر حق ہے کہ وہ اس پیر بھائی کو یہ حدیث مبارک سنائیں:

"من اتاہ اخوہ متنصلا من ذنب فلیقبل ذٰلک محقا کان او مبطلا فان لم یقبل لم یرد الحوض۔"

جس شخص کے پاس اس کا بھائی اپنے کسی گناہ کی معافی لینے کیلئے آئے تو اس شخص کو چاہئے کہ اپنے اس بھائی کے عذر کو قبول کرے (اور اسے معافی دے دے وہ بھائی) سچا ہو یا جھوٹا۔ اگر اس شخص نے اس (بھائی) کے عذر کو قبول نہیں کیا (اور اسے معافی نہیں دی) تو وہ شخص (میرے) حوض پر نہیں آئے گا۔[1]

ارشاد نمبر ۳۵: اور حضرت علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ جب تمہارے پاس تمہارا کوئی بھائی عذر پیش کرتے ہوئے آئے تو تم اس کے عذر کو قبول کرو بالخصوص جب کہ وہ دیر تک معافی مانگتا رہے۔ اگر کسی فقیر کو اس پر رحم نہ آیا تو پھر اس فقیر کو چاہئے کہ وہ اپنی ذات کو ملامت کرنا شروع کرے اور اسے کہے کہ تیرا بھائی تیرے پاس معافی مانگنے کیلئے آیا ہے اور تو اس کے عذر کو قبول نہیں کرتا ہے (اور اسے معافی نہیں دیتا) حالانکہ تو نے بھی کافی بار اس کی بے ادبی کر لی ہے اور اس کی طرف توجہ نہیں دی ہے پھر تو تو اس وقت اس سے بہت برا اور گندا رہا۔

ارشاد نمبر ۳۶: جب کچھ پیر بھائیوں کی طاعات اور نیکیاں زیادہ ہو جائیں اور لوگ ان کے معتقد ہو جائیں تو فقیر پر حق ہے کہ وہ ان پر حسد نہ کرے بلکہ ان کی کثرتِ طاعات پر خوش ہو اور ان کے آداب بجالانے کا حریص بن جائے۔

ارشاد نمبر ۳۷: اور شیخ ابو مدین کسانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ جس فقیر نے اپنے پیر بھائی کی حاجت پوری کرنے پر قدرت رکھنے کے باوجود اس کی حاجت پوری نہ کی، یہاں تک کہ اس پیر بھائی نے اس سے سوال کر لیا تو اس فقیر نے اپنے پیر بھائی کا حق ادا نہ کیا۔

[1] (رواہ الترمذی وغیرہ)

نیز فرماتے تھے کہ جس فقیر نے اپنے پیر بھائی کی غیر موجودگی میں اس کے عیال کی (خبر نہ لی اور ان کی) حاجات پوری نہ کی تو بلاشبہ اس نے اپنی پیر بھائی کے حقوق کی خیانت کی۔

ارشاد نمبر ۳۸: اے میرے بھائی تو اپنی (پوری) طاقت جتنا اپنے پیر بھائیوں پر احسان کر، تاکہ تیری موت ان پر ان کے والد شفیق کی موت سے بھی زیادہ شدید رہے۔

ارشاد نمبر ۳۹: فقیر پر حق ہے کہ وہ اپنی اور اپنے پیر بھائیوں کی نصیحت سے غافل نہ رہے اور لوگوں کے اموال میں طمع نہ رکھے اور بدعتی شخص کی صحبت اختیار نہ کرے اور نہ ہی کسی عورت کی صحبت اختیار کرے اور اپنے شیخ میں کوئی نقص نہ دیکھے اور اپنے رب کے ذکر سے غافل نہ رہے اور نہ ہی اس کے شکر سے غافل رہے اور مجلس ذکر سے پیچھے نہ رہے اور نہ ہی صالحین کی خدمت اور احترام سے پیچھے رہے۔ اگر فقیر نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس سے متنفر اور بغض رکھنے والا بنا دے گا۔

ارشاد نمبر ۴۰: اور شیخ ابو مدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ فقیر کو ان مندرجہ ذیل لوگوں کی صحبت بہت ضرر پہنچاتی ہے:

نمبر ۱: ایسے عالم کی صحبت جو کہ اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو۔

نمبر ۲: ایسے شخص کی صحبت جو کہ احکامِ شریعت سے بے خبر ہو۔

نمبر ۳: ایسے مقرر کی صحبت جو کہ لوگوں کو دھوکہ دے اور انہیں غلط بات بتا کر اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرے۔

ارشاد نمبر ۴۱: اور فقیر پر حق ہے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں کو ان دعووں سے روک دے جن کیلئے ان کے ظاہر میں دلیل اور علامات نہ ہوں بلکہ اگر ان کے ظاہر میں کچھ دلیل اور علامات ہوں تب بھی انہیں دعووں سے روک دے اور انہیں اپنے مقام کے چھپانے کا امر کرے تاکہ اللہ تعالیٰ خود انہیں ان کے ارادہ کے بغیر اظہار فرمائے اور اس معاملہ میں بہت سے لوگ ہلاک ہو چکے ہیں۔

اور مشائخِ عظام نے فرمایا ہے کہ تم جس آدمی کو دیکھو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقرب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کے ظاہر میں اس کی کوئی دلیل و علامت موجود نہیں ہے تو تم اس کی صحبت سے بچو۔ نیز انہوں نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی خصوصی اجازت سے پہلے لوگوں کا پیر بن جائے گا تو وہ فتنہ میں پڑا ہوا (گمراہ) اور لوگوں کا تمسخر بن جائے گا۔ نیز مشائخِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اولیاء کاملین رحمہم اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے تب نکل آتے ہیں جب انہیں وہاں نہ آنے پر سلب نعمت کی تہدید و جھڑک دی جاتی ہے۔

ایک عارف کامل کی حکایت:

”ایک شخص میرے پاس آیا اور مجھ سے کلمہ توحید کی تلقین چاہی لیکن میں نے اسے دیکھا کہ وہ بڑائی کا ارادہ رکھتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مشائخِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی طرز کے بغیر ریاضت ومجاہدہ کرنا فخر وغرور ہی کو بڑھاتا ہے لہٰذا میں نے اسے تلقین نہیں دی اور وہ میرے بعد بہت سے مشائخ کے پاس گیا اور سب کے عہد کو توڑ تا رہا اور ہر ایک جس نے اس کو تلقین دی تھی اسے جدا کرتے اور وہ زبردستی ان کے پاس بیٹھ جاتا تھا۔ آخر کار ایک دن اس نے دعویٰ کیا کہ سابقہ بزرگانِ دین جو کہ فوت ہو چکے ہیں نیند میں میرے پاس تشریف لائے ہیں اور انہوں نے مجھے فرمایا ہے کہ اب تو لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جا (یعنی تو پیر بننے کے مقام کو پہنچ گیا ہے لہٰذا اب تو لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جا) شاید وہ ابلیس تھا۔ پس عوام کی ایک جماعت اس کے ساتھ ہو گئی اور وہ لوگوں کو کہنے لگا کہ ”انا الیوم اکبر الاولیاء واوسعھم دائرۃ والاقطاب کلھم من تحت امری“ آج میں تمام اولیاء کا بڑا ہوں اور دائرہ میں ان سب سے وسیع تر ہوں اور تمام اقطاب میرے حکم کے نیچے ہیں۔ پس لوگوں نے اس سے تمسخر شروع کر دیا اور اس کی وجہ سے اس زمانہ کے دوسرے موجودہ فقراء سے بھی۔ فلاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔“

اور یہ بات مخفی نہ رہے کہ کرامات معجزات کی فرع ہیں پس جس شخص کی کرامت اس کے دعویٰ کی مصدق (تصدیق کرنے والا) نہ ہو تو وہ کاذب اور جھوٹا ہے۔

ارشاد نمبر ۴۲: اور فقیر پر حق ہے کہ وہ اپنی ذات اور اپنے پیر بھائیوں کو اپنی عبادات کے بدلے میں مقام یا حال طلب کرنے سے منع کر دے کیونکہ جس فقیر نے اپنے لئے حال یا مقام چاہا تو وہ معارف کے طرق سے بعید ہو گیا اور اہلِ طریق نے اتفاق کیا ہے کہ جو شخص اپنے اعمال کے بدلے میں مقام چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی نظر رعایت سے گر جائے گا اور انہوں نے فرمایا ہے کہ اے فقیر! اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے کھڑا کر دیا تو تو ثابت رہے گا اگر تو نے اپنی ذات کو آپ کھڑا کر دیا تو تو فوراً ہی گر جائے گا۔ نیز انہوں نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے نفس امارہ پر اللہ تعالیٰ کی مدد نہیں چاہے گا تو ایک دن اس کا نفس امارہ اسے ضرور پچھاڑ دے گا۔

ارشاد نمبر ۴۳: اور فقیر پر حق ہے کہ وہ تمام مخلوق کو اپنی ذات سے اچھا سمجھے بالخصوص کسی دوسرے شیخ کی جماعت کو۔ پس جو فقیر اپنے شیخ کی تربیت سے جدا ہوا اور اپنی ذات کو کسی بھی ایک مسلمان سے اچھا سمجھا تو وہ (عند اللہ تعالیٰ) مبغوض (اور محروم) ہے کیونکہ یہ اس کا وہی گناہ ہے کہ جس کے ذریعے سے اسے جدا کیا گیا ہے اور یہ بات بہت سے مریدوں پر مخفی رہتی ہے۔

ارشاد نمبر ۴۴: اور فقیر پر حق ہے کہ وہ اپنی ذات کو کسی دوسرے شیخ کی جماعت سے اچھا نہ سمجھے کیونکہ وہ بھی طریقت میں اس کے بھائی ہیں کیونکہ اہل اللہ کا طریقہ تو ایک ہی ہے یعنی ان کا اصل ایک ہے اگرچہ شاخیں بہت ہوں اور لوگ اپنے لئے شیخ صرف اس لئے بناتے ہیں تاکہ وہ ان کے اخلاق کو سنواریں اور ان کی بے وقوفی کو زائل کریں یہاں تک کہ ہر ایک فقیر یہ یقین رکھے کہ سب لوگ نجات یافتہ ہیں اور ہلاک ہونے والا صرف میں ہی ہوں۔

اور یہ بات ہمارے زمانے کے بہت سے فقراء میں عام ہو گئی ہے کہ جب کوئی فقیر کسی شیخ کی صحبت میں حیاتی گزارتا ہے پھر جب شیخ رحلت فرماتے ہیں تو وہ فقراء کی جماعت کی قینچی بن جاتا ہے کسی کو بھی اچھا نہیں سمجھتا ہے۔اس طرح ہونا اس فقیر پر اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضگی کی علامت ہے اور ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت وسلامتی مانگتے ہیں۔

پس اے بھائی! تو اپنی ذات کو ان کلمات کے ترازو سے تول لے۔اگر تونے اپنے نفس کو ان کے (مطابق اور) برابر پایا تو تو اپنے دعویٰ میں سچا ہے کہ تونے اپنے شیخ کی صحبت سے نفع اٹھایا ہے۔اگر تونے اپنے نفس کو ان کے (مطابق اور) برابر نہیں پایا تو جان لے کہ تونے کوئی چیز حاصل نہیں کی ہے۔[1]

[1](کتاب الانوار القدسیہ)

فصل در آدابِ طریقت عالیہ

طریقت نمبر ا: طالب مولیٰ جب ذکرِ الٰہی کی طرف متوجہ ہو جائے تو اسے چاہئے کہ اولاً لوگوں کی صحبت اور دنیوی تعلقات سے علیحدہ ہو جائے پھر اس کے بعد اخلاص اور سچائی کے ساتھ ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جائے۔

طریقت نمبر ۲: طالبِ مولیٰ جب اپنے آپ کو لوگوں سے علیحدہ رکھے تو یہ نیت کرے کہ میں لوگوں کو اپنی برائی اور ایذاء رسانی سے بچاتا ہوں یہ نیت نہ کرے کہ میں ان سے اچھا ہوں اور وہ مجھ سے برے ہیں لہٰذا میں ان سے جدا ہوتا ہوں کیونکہ یہ نیت طریقت میں حرام ہے اور ناکامیابی کی اصل واساس ہے۔ "الامان ثم الامان۔الحذر ثم الحذر"

یکے آنکہ بر خویش خودبین مباش　　　دوئم آنکہ بر غیر بدبین مباش

ایک یہ کہ تو اپنی نیکی دیکھنے والا مت ہو جا اور دوسرا یہ کہ دوسروں کی بدی دیکھنے والا مت ہو جا۔

طریقت نمبر ۳: طالبِ مولیٰ جب طریقت وسلوک میں داخل ہو جائے تو اسے چاہئے کہ قرب و رضائے خداوندی کی نیت وارادہ کرے۔ اپنے غوث یا قطب بننے یا یہ کہ لوگ اس کے تابعدار ومعتقد بن جائیں یا کہ وہ صاحبِ کرامات وغیرہ بن جائے (ان تمام چیزوں) کی ہر گز نیت نہ کرے ورنہ ہلاک اور تباہ ہو جائے گا۔

طریقت نمبر ۴: طالبِ مولیٰ جس کام میں کامیاب نہ ہو تو اسے چاہئے کہ غمگین نہ ہو بلکہ ایساخوش اور راضی رہے جیسے کامیاب لوگ رہتے ہیں۔ اگر کچھ لوگ اسے ذلیل اور خراب جانیں تو بھی غمگین اور ملول نہ ہو بلکہ صبر کرے اور مسکینی اختیار کرے۔ صبر اور مسکینی دونوں اعلیٰ دولتیں ہیں۔

طریقت نمبر ۵: اگر طالبِ مولیٰ کے پاس دنیا کا کچھ ذخیرہ جمع ہو جائے تو اسے فقیر اور غریب لوگوں میں تقسیم کر دے اور اپنے لئے سخاوت کی دولت جمع کرے۔

طریقت نمبر ۶: طالبِ مولیٰ لذیذ طعام، لذیذ مشروبات، زیادہ سونے، زیادہ بولنے، ہنسنے، کھیلنے اور کھیل دیکھنے اور لوگوں پر تمسخر کرنے سے پرہیز کرے اور ہمیشہ خاموشی وصبر کو اختیار کر کے عباداتِ الٰہی اور اتباع شریعت میں مستغرق رہے۔

طریقت نمبر ۷: طالبِ مولیٰ اپنی خوشحالی میں کبھی خوش دل نہ رہے اور تنگ حالی میں کبھی تنگ دل نہ رہے، بلکہ ہمیشہ اور ہر حال میں باہمت اور اپنی ہر تقدیر وقسمت پر راضی وخوش رہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر خوب کرتا رہے۔

طریقت نمبر ۸: طالبِ مولیٰ کو چاہئے کہ تمام لوگوں کو بالخصوص سلف صالحین کو کبھی حقیر اور کم نظری سے نہ دیکھے اور سب سے اچھا گمان رکھے۔

فصل در آداب طریقت عالیہ

طریقت نمبر ۹: طالبِ مولیٰ کو چاہئے کہ اپنے آپ کو گانا، مزامیر، ساز وغیرہ کہنے اور سننے سے بچائے۔ ہاں اپنے دل کو قرآن مجید، حمد اور نعت شریف کے اشعار بلاشبہ سنائے کیونکہ ان چیزوں سے روح خوش ہوتی ہے اور ان سے اس میں قوت وجذبہ پیدا ہوتا ہے جو کہ ذریعہ ترقی ہیں۔

طریقت نمبر ۱۰: طالبِ مولیٰ کو چاہئے کہ لوگوں کی تعریف اور نیک کہنے سے خوش اور مغرور نہ ہو جائے یعنی یوں نہ سمجھے کہ واقعی میں تعریف کا حقدار ہو چکا ہوں یا نیک بن گیا ہوں۔

طریقت نمبر ۱۱: طالبِ مولیٰ کو چاہئے کہ اپنے آپ کو تمام مخلوق سے حقیر اور کم سمجھے۔

طریقت نمبر ۱۲: اگر کبھی کسی طالبِ مولیٰ سے کوئی ناشائستہ کام سرزد ہو جائے تو اسے چاہئے کہ اپنے نفس کو خوب سزا دے تا کہ وہ پھر ایسا کام نہ کرے۔

طریقت نمبر ۱۳: طالبِ مولیٰ کو چاہئے کہ زمانے کے احوال اور دنیا کی باتوں کی طرف توجہ نہ دے۔

طریقت نمبر ۱۴: طالبِ مولیٰ کو چاہئے کہ عاجزی اور خواری میں اپنی عزت و مرتبہ جانے اور ظاہر کی بربادی میں باطن کی آبادی سمجھے۔

طریقت نمبر ۱۵: اگر کسی طالبِ مولیٰ کو کوئی ظالم شخص تکلیف دے تو وہ اس پر صبر کرے اس سے بدلہ لینے کی کوشش نہ کرے۔ بلکہ اس کو اپنا دوست سمجھے اور اس سے نیکی کرے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ تھوڑی ہی مدت میں وہ ظاہراً بھی دوست بن جائے گا۔

طریقت نمبر ۱۶: طالبِ مولیٰ کو چاہئے کہ کھانا تب کھائے جب کہ اسے خوب بھوک لگے اور سوئے تب جب کہ اسے نیند آئے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر انبیاء کرام کے ارشادات اور اہل اللہ کے تذکرے کے علاوہ زبان کو ہمیشہ بند رکھے۔

طریقت نمبر ۱۷: طالبِ مولیٰ کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت زیادہ کرے۔ اپنے نفس کی بات نہ مانے اور اس کے فریب اور دھوکوں سے بچنے کی خوب کوشش کرے۔

طریقت نمبر ۱۸: طالبِ مولیٰ کو چاہئے کہ اپنی عبادت اور نیکی کی تعریف نہ کرے اور یوں نہ کہے کہ میں بڑا عابد اور ولی اللہ ہوں۔ بلکہ ہمیشہ اپنے آپ کو حقیر اور گنہگار سمجھے۔

طریقت نمبر ۱۹: طالبِ مولیٰ کو چاہئے کہ کرامتوں کا خواہشمند نہ ہو جائے۔ اگر کوئی کرامت اس سے ظاہر ہو جائے تو اس کو چھپائے اور پوشیدہ کرے۔ اگر لوگ اسے کہیں کہ تجھ سے فلاں کرامت ظاہر ہوئی ہے تو اس کا انکار کرے اور کہے کہ تم نے

سمجھا نہیں ہے وہ کرامت میری نہیں ہے۔ میں تو ایک ادنیٰ اور گنہگار بندہ ہوں۔ اور طالبِ مولیٰ کو چاہیئے کہ ہر وقت شیطان کے مکر اور حیلوں سے بچنے کی انتہائی کوشش کرے۔ شیطان انسان کا بہت ہی بڑا دشمن ہے۔

طریقت نمبر ۲۰: طالبِ مولیٰ کو لازم ہے کہ اپنی بزرگی وعزت فقراء کی صحبت میں سمجھے۔ اغیار اور دولتمندوں کی صحبت سے پرہیز کرے۔

طریقت نمبر ۲۱: طالبِ مولیٰ کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور موت کی یادگیری کو لازم کرے کہ یہ دونوں نجات وکامیابی کے بہت ہی اعلیٰ ذریعے ہیں۔

طریقت نمبر ۲۲: طالبِ مولیٰ پر لازم ہے کہ جہاں تک اس سے ہو سکے علمِ دین سے فائدہ اٹھائے بے علم اور جاہلوں کی صحبت سے پرہیز کرے۔

طریقت نمبر ۲۳: طالبِ مولیٰ کو چاہیئے کہ شہوت کی نظر سے کسی بھی انسان کی طرف نہ دیکھے کیونکہ یہ نظر دل کو سیاہ کر دیتی ہے۔

طریقت نمبر ۲۴: طالبِ مولیٰ کو چاہیئے کہ وہ جس بھی مجلس یا مجمع میں ہو تو اپنے آپ کو ان سب سے حقیر اور ناقص سمجھے۔

طریقت نمبر ۲۵: طالبِ مولیٰ کو چاہیئے کہ خوش خلقی، بردباری، صبر اور تواضع کی عادت ڈالے کیونکہ یہ بہترین عادتیں ہیں۔

طریقت نمبر ۲۶: طالبِ مولیٰ کو چاہیئے کہ ہمیشہ حلال روزی کھائے اور جھوٹ کبھی نہ بولے۔

طریقت نمبر ۲۷: طالبِ مولیٰ کو لازم ہے کہ وہ اپنی مسکینی پر راضی رہے بلکہ اس پر فخر کرے اور اپنی تنگدستی وتکلیفی کو کسی پر ظاہر نہ کرے اگرچہ وہ اس کا مخلص دوست ہی ہو۔

طریقت نمبر ۲۸: طالبِ مولیٰ پر لازم ہے کہ وہ اپنے دل کو دشمنی، کینہ، حسد اور بدگمانی سے پاک اور صاف رکھے کیونکہ یہ چیزیں دل کو سیاہ اور کالا کر دیتی ہیں، اور تمام مسلمانوں کی ترقی، کامیابی اور خوشی پر خوش ہو، کسی کی ترقی پر غمگین نہ ہو، نہ کسی کی نعمت کا زوال چاہے۔

طریقت نمبر ۲۹: طالبِ مولیٰ پر لازم ہے کہ جب کوئی شخص اس کے پاس کوئی چیز امانت رکھے تو اس کی خوب حفاظت کرے اور اس میں خیانت ہرگز نہ کرے اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرے۔

طریقت نمبر ۳۰: طالبِ مولیٰ پر لازم ہے کہ کسی بھی آدمی کی عیب جوئی ہر گز نہ کرے اور جس کا کوئی عیب دیکھے تو اس کو چھپائے اور اس پر مت ہنسے اور اس پر مذاق نہ اڑائے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں اس شخص کو اس کی موت سے پہلے کسی نہ کسی وقت ضرور اس عیب میں مبتلا کروں گا اور لوگوں کو اس پر ہنساؤں گا۔ اللہ تعالیٰ پناہ دے۔ آمین ثم آمین۔

محبت و اخوت قائم رکھنا اور حسد سے بچنا

سالکین پر لازم ہے کہ وہ اپنے درمیان محبت اور بھائی چارہ رکھیں اور اپنے آپ کو حسد و بغض جیسی بیماریوں سے بچا کے رکھیں۔

مثلاً اگر، خدانخواستہ، مرید کے ظاہر یا باطن میں اپنے پیر و مرشد کے ساتھ حسد یا بد ظنی پیدا ہو جائے تو یہ مرید کے لئے نقصان دہ ہے۔

کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"ایاکم و الحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب۔"

ترجمہ: "حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو۔"[1]

حسد ایک جامع نام ہے جو تمام خباثتوں کے لئے جامع ہے۔ تمام گناہ، نفس و شیطان کی متابعت اس حسد میں جمع ہے۔ یہ جڑ ہے اور باقی تمام گناہ اس کی شاخیں ہیں۔ بس نام الگ الگ ہیں اور یہ تمام باطنی امراض ہیں۔ انسان کی روح اور دل پر حجابات اور تاریکیاں چھائی ہوئی ہیں، ان باطنی تاریکیوں کا ظہور انسان پر ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ اقوال وافعال۔ اور یہ حسد ان تمام کی جڑ ہے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ تکبر، غرور، انانیت، نفسانیت یعنی نفس پرستی، کینہ، حسد، ضدیت، عداوت، بدگمانی، تخفیف، نفرت، بغض، بداخلاقی، بدنیتی، قہر، غصہ، فحش گوئی، نافرمانی وغیرہ۔ حسد انسان کے دل میں بد یقینی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

جب ابلیس نے عرش پر "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" لکھا دیکھا تو آپ ﷺ کے نام مبارک پر اس ظالم کو یہ یقین نہ آیا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حبیب اور محبوبِ خاص ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عالم کے ظہور کے لئے منشاء ہیں بلکہ شیطان کے دل میں بد یقینی پیدا ہوئی اور اس وجہ سے اس کے دل میں حسد پیدا ہوا اور اس حسد کی وجہ سے شیطان کے دل پر کالا داغ (دھبہ) بن گیا کیونکہ اس نے یقین محکم سے اور حقیقی نظر سے آپ ﷺ کے اسمِ مبارک کی طرف نہ دیکھا تو اس خباثت کے اثر سے اس کے دل پر حسد کا حجاب چھا گیا۔ اگرچہ ظاہراً عبادت کرتا تھا اور عبادت کی تھی۔ فرشتوں کو خبر نہ تھی مگر اللہ تعالیٰ کو علم تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور نورِ محمدی ﷺ کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی مبارک

---

[1] (ابو داؤد و تفسیر کبیر تحت الایة ۱۰۹، سورة البقرہ، ص ۲۳۶ ج ۳)

میں جلوہ گر فرمایا اور یہ نور اللہ تعالیٰ کے نور سے تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ظاہراً حضرت آدم علیہ السلام کی طرف سجدہ کرنے کا حکم فرمایا تو تمام فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی مبارک میں وہ حقیقی نور مبارک دیکھا اور بغیر کسی مصلحت کے سجدے میں گر گئے اور حکمِ خداوندی میں ذرہ برابر تامل نہ کیا۔ یعنی سستی نہ کی اور ابلیس ملعون کے دل پر حسد کا پردہ پڑا ہوا تھا بوجہ بدگمانی اور بدیقینی کے۔ تو اس ملعون نے نورِ محمدی ﷺ کو نہ دیکھا یعنی حق نہ دیکھا اور اندھا ہو گیا تو حکمِ خداوندی کو قبول نہ کیا کہ سجدہ کرتا۔ بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کے جسمِ اطہر کو مٹی، کیچڑ اور انتہائی پستی میں سمجھا اور اپنے آپ کو بہتر دیکھا۔ یعنی اپنے آپ کو حضرت آدم علیہ السلام سے بلند و اعلیٰ سمجھا اور حضرت آدم علیہ السلام کو حقیر جانا اور یہ بات اس لعین کی زبان پر بھی آئی اور اپنی بلندی اور حضرت آدم علیہ السلام کی پستی بیان کی۔ ان کی مذمت کی اور اپنی مدح سرائی کی۔ تو فرشتوں کو معلوم ہوا کہ یہ وہی ملعون، نافرمان، حاسد اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ہم سے فرمایا تھا کہ تم میں ایک ملعون ہو گا۔ اس وقت تک یہ ظالم یہ تمیز بھی نہ کر سکا کہ میرے دل پر ایک تاریکیوں کا حجاب پڑا ہوا ہے جس کی وجہ سے میں لعنتی ہو جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ کا دشمن بنوں گا۔

لیکن کیا اس پر یہ ظاہر ہوا؟ ہاں اس وقت جب اس نے سجدہ نہ کیا۔ اور لعنتی ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے جھڑکا تو اسے معلوم ہوا کہ میں اللہ تعالیٰ کا اور اس کے فرمانبردار دوستوں کا دشمن ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ اور ساری مخلوق میری دشمن ہے۔ (نعوذ باللہ) اس وقت اس ملعون نے یہ قسم کھائی اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کی کہ میں قیامت تک اس کے دوستوں کو لعنتی اور اللہ تعالیٰ کا دشمن بناؤں گا۔ اور اسی طرح مخلوق (انسانوں) کو اللہ تعالیٰ کا نافرمان بناؤں گا۔ حقیقت میں یہ تمام مخلوق کا دشمن ہے اس لئے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کا دشمن بناتا ہے۔

کسی عقلمند نے کہا ہے کہ حکیم وہی ہے جس پر گزری ہو (تجربہ ہو) یعنی مرض کا علاج وہی شخص جانتا ہے جس پر خود مرض آیا ہو۔ تو انسان کو اس مرض حقیقی سے خبر نہیں جیسا کہ شیطان کو شروع میں خبر نہ تھی۔ لیکن جب شیطان کو خبر ہوئی اور یہ مرض اس پر آیا تو اسے معلوم ہوا کہ اصلی ہلاکت کے لئے بھی یہی مرض کافی ہے اور یہ مرض بھی خاص ایک چیز سے بنا ہے۔ اور یہ تمام گناہوں کے امراض کا مجموعہ ہے۔ کہ اس کے ذریعے گزشتہ تمام نیکیاں تباہ و برباد ہو گئیں۔ جیسا کہ میری نو لاکھ سال کی عبادت برباد ہو گئی اور آئندہ کے لئے بھی کوئی نیکی قبول نہ ہو گی۔ جیسا کہ مجھے ہمیشہ کیلئے نیکی کرنے سے اور نیکی کی قبولیت سے اور اپنی رحمت سے محروم فرمایا تو معلوم ہوا کہ یہ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔ تو شیطان نے سوال کیا کہ یا اللہ تو نے مجھے ملعون اور دشمن بنایا مگر میرا ایک سوال قبول فرما تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی تو شیطان نے کہا مجھے انسان کے بدن میں خون جیسی چلن عطا فرما تو اللہ تعالیٰ نے شیطان کا یہ سوال قبول فرمایا تو اسی دن سے شیطان انسان کے بدن

میں خون کی طرح چلتا رہتا ہے اور اپنا مقصد پورا کرتا ہے اور انسان کو ایسے مرض میں مبتلا کرنا چاہتا ہے جس میں خود مبتلا ہو کر ہلاک ہو گیا تھا۔ جو بدیقینی اور حسد ہے جو اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے ساتھ کرتا ہے۔ جس سے انسان کے دل پر ایک داغ اور حسد کا پردہ پڑتا ہے۔ خدا نخواستہ جب حسد اور بدیقینی کا پردہ شیطان کے وسوسوں سے انسان کے دل پر آتا ہے تو پھر انسان اللہ تعالیٰ کے دوستوں، محبوبوں، بزرگوں، مومنین کاملین، متقیوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا بلکہ یہ بزرگ ہستیاں ان حاسدوں کو اپنے آپ سے بھی ذلیل نظر آتی ہیں۔ اور خود کو ان سے اونچا جانتا ہے۔ تو جب انسان کے دل پر یہ حجاب آتا ہے اور نفاق کا یہ کالا داغ بن جاتا ہے تو اس کے جسم میں یہ روحانی امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ جن کو تکبر، غرور، انانیت، نفس کی پیروی کرنا کہتے ہیں۔ یعنی اپنی رائے کو اپنے نفس پر ربّ کی رضا سے اچھا جاننا۔ اسی طرح بدنیتی، کینہ، بغض، ضدیت، عداوت، مخالفت اور اس آزادی پر خوش ہونا جس کو اس کا نفس اچھا جانتا ہے۔ اسی طرح قہر، غصہ، فحش گوئی، کمینہ پن، بے ادبی علی ہذا القیاس تمام بداخلاقیاں، اخلاقِ رزیلہ، مؤمنوں کو تکلیف دینا، چغلی، غیبت دوسروں کی مذمت بیان کرنا، مسلمانوں کو دھوکہ دینا، وعدہ خلافی، امانت میں خیانت، گالی دینا، منافقت کرنا (روبرو ایک جیسا ہونا پس پشت دوسرا رخ اختیار کرنا)۔ ان تمام کو اخلاق رزیلہ کہتے ہیں۔ یہ تمام اسی حسد کی شاخیں ہیں۔ اور یہ تمام گناہوں کی جڑ ہے یہ تمام شاخیں اسی جڑ سے انسان کے بدن میں پھیل گئیں۔ جس کی بنیاد ابلیس ملعون کی طرف سے آئی۔ وہ خود بھی اسی وجہ سے ہلاک ہو گیا۔ اگر انسان میں یہ تمام امراض ہوں تو وہ پورا شیطان ہے۔ اور اگر صرف حسد اور ضدیت کا پردہ انسان کے دل پر آئے اور اس نے اس پردہ کو چاک نہ کیا اور پردہ باقی رہا تو ہو سکتا ہے کہ اس کی تمام نیکیاں تباہ وبرباد ہو جائیں اور آئندہ کے لئے اس کی نیکیاں قبول نہ ہوں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت اور حضور ﷺ کی اطاعت اس سے نہ ہو سکے گی اور نہ قبول ہو گی۔ بلکہ یہ انسان بھی ابلیس کا نائب بن جائے گا۔ (نعوذ باللہ)

اے مسلمانو! اگر تم ان زہریلی شاخوں کو کاٹنا چاہتے ہو اور نکالنا چاہتے ہو اپنے وجود کی ملکیت سے تاکہ دوبارہ نہ اُگیں۔ اور وجود کی ملکیت اس سے صاف ہو جائے تو دل سے حسد کے اس داغ اور بدیقینی کو نکال دو تاکہ اس حقیقی نور کو اولیاء اللہ اور کاملانِ امت کے شیشے میں دیکھ لو۔ اور اسم ذات اور نفی اثبات کا یہ سبق ان بزرگوں سے صدق واخلاص سے قبول کر لو جو حقیقت کی آری ہے تاکہ اخلاق رزیلہ اور بدیقینی کو ان آریوں سے کاٹ کر ریزہ ریزہ کر دو۔ اور حقیقت کے جھاڑو سے اپنے دل کے شیشے کو صاف کر لو تاکہ شیشے کی طرح صاف وشفاف ہو جائے اور نفاق کا کوئی گرد وغبار باقی نہ رہے۔ اس سے تم اپنے سینے میں اولیاء کے شیشے سے اپنے دل میں وہ حقیقی نور (سورج) دیکھ لو گے جو نور ان اولیاء اللہ کے سینوں میں حضور ﷺ کے نورانی شیشے سے اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے۔

جب تمہارا سینہ اس نور سے منور ہو جائے تو اس کے بعد تم حق اور باطل میں تمیز کر سکو گے۔ یعنی تم اللہ تعالیٰ کی معرفت کے طالب ہو جاؤ گے اور تمہاری روح اپنے مقصد کی طرف متوجہ ہو جائے گی اس کی مثال یہ ہے کہ اندھیری رات میں جب ایک شخص ایک کمرے میں داخل ہوتا ہے تو صرف اتنا جانتا ہے کہ یہ کمرہ ہے اور مٹی یا سیمنٹ کا بنا ہوا ہے بلکہ اس میں بھی تمیز کرنا مشکل ہوتا ہے مگر یہ صرف وہم ہوتا ہے۔ لیکن جب ایک مشعل اس کمرے میں روشن ہوتی ہے تو پورے کمرے کی پہچان اس کی بناوٹ اس کی الگ الگ چیزیں اچھی بری چیز، نفع اور ضرر، آرام و بے آرامی اور سہولت کی تمام اشیاء کا پتہ چل جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے مقصد اور فائدہ دینے والی آرام دہ اشیاء جو اس کے لئے ضروری ہوں اس سے کام لیتا ہے۔

اس طرح اے انسانو، تمہاری مثال اندھیری رات میں اس اندھیرے کمرے کی ہے اور تمہاری روح جو ایک حقیقی نور ہے وہ بھی اس تاریک پردے جیسی ہے۔ تم صرف اتنا جانتے ہو کہ میرا بدن گوشت، ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ ہے تم اپنے وجود معنوی کی شناخت بھی نہیں کر سکتے۔ اور تم وہ اشیاء بھی نہیں جانتے جو تمہارے وجود کے گھر میں ہیں جو تمہاری ذلت و ترقی، خیر و شر، فائدہ و نقصان، نفع و ضرر، سہولت و آرام کے لئے ہیں۔ اور یہ آبِ حیات کا چشمہ ہے تو اگر تم اس یقین و ہمت کی روشنی کو اپنے دل میں لانا چاہتے ہو تو اس اندھیرے کا غبار تمہارے دل سے ختم ہو جائے گا۔ اور حقیقی نور کو روح کی آنکھوں سے دیکھ لو گے اور تمہارے دل میں یعنی باطن میں حقیقت کا وہ سورج روشن و متجلی ہو جائے گا۔ جس کے ذریعے تم اپنے وجود کے کمرے میں وہ اشیاء دیکھ لو گے جو ذکر ہو چکی ہیں اور خود کو بھی پہچان لو گے اور اس کے بعد اپنے حقیقی مالک کو بھی پہچان لو گے اس لئے فرمایا:

من عرف نفسه فقد عرف ربه۔

یعنی "جس نے نفس (انسان کامل) کو پہچان لیا تحقیق اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔"

پیارے! یہ محبت اچھی نیت اور اولیاء اللہ کے ساتھ اچھے یقین کے ذریعے پیدا ہوتی ہے۔ ان کے ذریعے سب سے پہلے حسد کا خیال اور بدعقیدگی دل سے نکلتی ہے اور اولیاء اللہ کے ساتھ دشمنی اور عداوت کے بجائے تعلق اور محبت اور رابطہ پیدا ہوتا ہے۔

خدانخواستہ اگر یہ حسد، ضدیت انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اولیاء کرام کے لئے پیدا ہو جائے اور ان کو بد نظر سے دیکھے تو اسی طرح بن جائے گا جس طرح ابلیس اور اللہ تعالیٰ کا دشمن اور ملعون بن جائے گا۔

اس لئے کہ حدیث قدسی میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"من عادلی ولیا فقد اذنته بالحرب"۔

(۲) جس نے اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کا دوست نہ جانا اور اپنے آپ سے بہتر نہ جانا اور ان کے ساتھ حسد کیا تو اس شخص نے اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنا جائز جانا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''فقد استحل محاربتی'' یعنی تحقیق اس نے میرے ساتھ جنگ کرنا حلال جانا۔ تو جب اس نے جنگ کرنا حلال جانا تو میرے ساتھ جنگ کے لئے تیار رہے کیونکہ میں اس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں (''فقد اذنته بالحرب'') تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لڑائی یہ ہے کہ وہ اپنے دوستوں، اولیاء پر غیرت فرماتا ہے۔ اور جو ان اولیاء اللہ کا مخالف ہوتا ہے اور ان کے ساتھ حسد کرتا ہے اور اپنے آپ سے کم تر جانتا ہے اور ان کی متابعت کو حق اور صحیح نہیں جانتا اور اپنی رائے ان کی اپنی طبیعت کے مناسب بہتر معلوم ہوتی ہے تو اس کی تمام نیکیاں اور آئندہ کی نیکیاں نیست ونابود فرماتا ہے۔

اور دولت ایمانی سے محروم فرمادیتا ہے۔ یعنی ایمان واپس لے لیتا ہے۔ اور کافر، لعنتی اور ہمیشہ کے لئے دوزخی بناتا ہے۔ جس طرح ابلیس کے ساتھ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی جنگ کرنا ہے۔

اے مسلمانوں! سمجھو کہ حسد، بدگمانی، توہینِ اولیاء یہ شیطان ابلیس کی بنیادی خصلت ہے۔ یعنی یہ اپنے وجود میں اسی بنیاد کو قائم کرنا ہے۔ یہ تمام مذکورہ باتیں حسد کی بنیاد ہیں۔ اور ان تمام کی اصل بے محبتی ہے کیونکہ اگر ابلیس کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوتی تو وہ اللہ تعالیٰ کے اس فعل کو حقیقی محبت کی نظر سے دیکھتا اور اس بات پر ناراض نہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کا نام نامی اسم گرامی اپنے اسم مبارک کے ساتھ لکھا ہے۔ یعنی یہ کلمہ کہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' جو عرش بالا پر لکھا ہوا تھا۔ تو معلوم ہوا کہ شیطان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت نہ تھی۔ اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ اگر کسی کو کسی سے سچی محبت ہوتی ہے تو اس محبوب کا ہر قول وفعل بھی محبوب ہوتا ہے بلکہ محبوب کے وطن، گلی کوچے بلکہ ان کے کتے سے بھی محبت ہوتی ہے تو جب اپنے محبوب کے تمام متعلقین سے محبت ہوتی ہے تو کامیابی، رضا، دوستی اور مقصد کی طرف پہنچنے کے تمام راستے اور اللہ کے انعام واکرام کے راستے بھی کھلتے ہیں۔ اور یہی تمام راستے اخلاق رزیلہ کی وجہ سے بند ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ مجنوں کو لیلیٰ سے محبت تھی جس کی وجہ سے وہ خبیث پلید کتے کو بھی ایسے چومتا تھا گویا کہ لیلیٰ کی ذات ہو، یعنی وہ خبیث پلید اور نجس کتا بھی مجنوں کی نظر میں حقیر نہ تھا تو اگر لیلیٰ کا کوئی قول وفعل ہوتا تو اس کے ساتھ مجنوں کو کتے سے بھی زیادہ محبت ہوتی اگرچہ مجنوں کے بدن کا خون ہوتا تو وہ بھی لیلیٰ کے فرمان سے مجنوں کو قبول ہوتا۔ جیسے کہ ایک دن مجنوں جنگل وبیابان میں تھا تو لیلیٰ نے مجنوں کے لئے دودھ مقرر کیا جسے کنیز لے جاتی۔ جب کنیز دودھ لے کر بیابان گئی تو راستے میں ایک چرواہا ملا کنیز نے مجنوں کے بارے میں پوچھا تو دودھ کی وجہ سے چرواہے نے کہا کہ میں مجنوں ہوں۔ اسی بہانے کنیز سے دودھ پی لیا۔ چند دن ایسا ہی معاملہ رہا۔ ایک دن لیلیٰ نے کنیز سے پوچھا کہ مجنوں میرے بارے میں کچھ کہتا بھی ہے یا نہیں؟ تو اس نے کہا

کہ کچھ نہیں کہتا مگر جب دودھ پیتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔ تو لیلیٰ کو کچھ شک سا ہوا کہ یہ تو مجنوں نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس کا امتحان لینا چاہیئے۔ تو ایک دن لیلیٰ نے دودھ کے ساتھ کنیز کو چھری بھی دی اور کہا کہ مجنوں سے کہو کہ لیلیٰ نے خون مانگا ہے۔ جب کنیز دودھ لے کر جنگل میں آئی اور چرواہے نے دودھ پی لیا تو کنیز نے کہا کہ لیلیٰ نے خون مانگا ہے اور چھری نکالی تو چرواہے نے کہا کہ میں خون دینے والا نہیں ہوں۔ خون دینے والا مجنوں دوسرا ہے میں تو دودھ پینے والا مجنوں ہوں۔ اس کو جنگل میں تلاش کرو اور فوراً وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اس حکمِ لیلیٰ کو ماننے کے لئے تیار نہ ہوا کیونکہ اس کی محبت صرف اپنے نفس سے تھی نہ کہ لیلیٰ سے۔ تو کنیز مجبور ہو کر جنگل کی طرف گئی تو مجنوں کو دیکھا کہ لیلیٰ کے غمِ محبت میں غمگین و پریشان تھا جب اس نے دیکھا تو اس کی طرف گئی اور پوچھا کہ مجنوں کہاں ہے؟ مجنوں نے کہا کہ کیا خدمت ہے اور کیا فرمان لائی ہے؟ کنیز نے کہا مجھے لیلیٰ نے بھیجا ہے اور چھری دی ہے کہ مجنوں سے خون لاؤ۔ تو مجنوں نے انتہائی محبت اور قربان ہونے کی نیت سے فوراً چھری لے لی اور کہا کہ کس عضو (اندام) کا خون مانگا ہے؟ تو کنیز نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں مگر خون مانگا ہے تو مجنوں نے اپنے بدن کے تمام اعضاء سے خون نکالا۔ یہاں تک کہ برتن بھر گیا۔ اور یہاں تک خون نکالتا رہا کہ بے ہوش ہو گیا۔ تب کنیز نے اس کے ہاتھ سے چھری لے لی۔

یہ اس کی محبت تھی کہ یہ ناجائز، نامناسب کام جو محبوب کا فرمان تھا سر آنکھوں پر قبول تھا۔ کیونکہ یہ بات عقل سے بعید ہے کہ کوئی اس طرح کا کام کرے۔ کیونکہ یہ بہت مشکل کام ہے۔ لیکن محبت کی ہمت ایک ایسی بے نظیر دولت، انعام اور وسیلہ ہے کہ عاشق و معشوق کے درمیان کبھی مخالفت نہیں آتی بلکہ ہر وہ حجاب (پردہ) اگرچہ کہ وہ ناجائز ہی کیوں نہ ہو جب عاشق و معشوق کے درمیان نافرمانی اور بے محبتی کا آتا ہے تو ان تمام حجابات کو عشق و محبت کے تیغ (تلوار) سے نیست و نابود کر دیتا ہے۔ اور عاشقِ محب اپنے محبوب و معشوق کے جائز و ناجائز کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ محبوب کا ہر جائز و ناجائز، حق و باطل سب کچھ اپنے محبوب کی طرف سے اپنے اوپر فرضِ عین جانتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنے دوست کے سامنے اپنا آپ قربان کرنا بھی صحیح اور حق جانتا ہے۔ تو اگر ابلیس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کا اسم گرامی کیوں پسند نہ آتا؟ بلکہ اسم گرامی کو سر آنکھوں پر قبول کرتا اور انتہائی محبت ہوتی۔ کیونکہ ایک مجازی عاشق محبت میں ایسا صادق ہوتا ہے کہ اپنے آپ سے بھی بے پرواہ ہوتا ہے اور مجازی معشوق کی تمام اشیاء میں اسے اپنے محبوب کا چہرہ نظر آتا ہے۔ اور محبوب کی ہر وہ شے جو اگرچہ اس کے لئے ہلاکت کا سبب ہو مگر اس کو ایسی محبوب ہوتی ہے جیسا کہ معشوق کی ذات، جیسا فرہاد (عاشق) نے شیرین (معشوق) کی محبت میں پہاڑ میں سرنگ نکالی۔ یہاں تک کہ محبت کے جذبے میں اپنا سر دو حصے کر دیا اور جان دے دی۔ یہ مجازی عاشق تھے جو بہت گزرے ہیں۔

ایک پتنگا(پروانہ) جو ایک ادنیٰ اُڑنے والا کیڑا ہے شمع کی محبت اس کے دل پر ایسی نقش ہوتی ہے کہ اپنی ہلاکت سے بے پرواہ ہو کر شمع پر قربان ہوتا ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اپنا خیال کر کے خود کو بچالے۔

معلوم ہوا کہ عاشق، محبت کرنے والا جب صادق ہوتا ہے تو اپنے محبوب کی کوئی چیز بھی اس کی نظر میں معیوب نہیں ہوتی۔ بلکہ معیوب چیزیں بھی بے عیب اور قبول ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ معشوق کی محبت اور متابعت میں اپنا وجود قربان کرنا بھی اسے صحیح اور حق نظر آتا ہے۔ جس طرح حضرت ایوب علیہ السلام اپنے جسم مبارک سے گرے ہوئے کیڑے دوبارہ زخم میں رکھتے تھے تو یہ صرف ان کے دل میں محبت خداوندی تھی کہ یہ مرض منجانب اللہ میرے جسم پر مسلط ہوا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہو گی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب یہ کیڑے میرے بدن پر مسلط ہوئے ہیں تو مجھے سر آنکھوں پر منظور ہے اور میں اس کی یہ قدر کروں گا کہ یہ گرے ہوئے کیڑے واپس اپنے جسم میں رکھوں گا تاکہ مولا راضی ہو جائے اور ناراض نہ ہو۔ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ان کیڑوں کو یہ دعوت دینا کہ اپنے جسم میں واپس رکھوں فرض ہے۔

یہ کسی کتاب میں نہیں ہے کہ انسان کیڑے لے کر ان کو اپنا بدن کھلائے لیکن حقیقت مجاز کے در پردہ ہے اور یہ عشق کے بے پایاں دریا سے ظہور میں آیا اور معلوم ہوا کہ محبت اسی کو کہتے ہیں کیونکہ ابلیس کے فریب نے حضرت ایوب علیہ السلام پر کچھ اثر نہ کیا جب کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس محبت کا وسیلہ اور محبت کا جوہر تھا۔

اسی طرح نمرودیوں نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنا چاہا تو آپ علیہ السلام نے نہ کسی سے سوال کیا اور نہ کسی کی مدد سے اپنے آپ کو بچانا چاہا۔ یہ صرف اور صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی محبت اور عشق تھا جو کسی کو معلوم نہ تھا تو اس بات اور اس سخت ترین امتحان سے لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ عاشق اپنے محبوب خداوند تعالیٰ کی رضا پر آگ میں بھی کود جانا چاہتا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ فکر اور تصور تھا کہ اگر میں آگ میں جارہا ہوں تو میں بھی اللہ تعالیٰ کا ہوں اور یہ آگ بھی اللہ تعالیٰ کی ہے اور امتحان بھی من جانب اللہ ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب کچھ مجھے سر آنکھوں پر منظور ہے جس سے وہ راضی ہوتا ہے تو اگر اللہ تعالیٰ میرے جلائے جانے سے خوش ہے تو مجھے منظور ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے وجود کے آگ میں جلنے کو عیب نہ جانا اور قبول کیا تو جب نمرودیوں نے آگ میں ڈال دیا تو آگ گلزار بن گئی اور سب پر وہ محبت ظاہر ہو گئی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تھی۔ معلوم ہوا کہ عشق کا سبق عاشقوں سے سیکھا جاتا ہے اور یہ عطائے الٰہی ہے۔ اگر بغیر جوہر محبت سے صرف علم ظاہری کے ذریعے حسد بے محبتی اور کینہ کے حجابات چاک ہو سکتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف معرفت حاصل ہو سکتی تو ابلیس کے ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ دیکھنے سے دل پر حسد کا اندھیرا نہ آتا بلکہ اگر تھوڑی سی بھی محبت ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کا اسم گرامی دیکھنے سے ظاہر ہو جاتی لیکن جب محبت نہ تھی تو

محبوب ﷺ کے نام مبارک دیکھنے سے کینہ اور حسد پیدا ہو گیا، یہ بے محبتی کا اثر ہے کہ ابلیس کی نظر میں بے عیب اور معصوم محبوب ﷺ (نعوذ باللہ) معیوب نظر آئے تو معلوم ہوا کہ بے محبتی تمام گناہوں کی جڑ ہے۔

اس کے بعد جب آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور آپ کی طرف سجدہ کرنے کا حکم ہوا تو یہ بھی شیطان کو ایک عیب نظر آیا۔ اگر شیطان کے دل میں اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کا جوہر ہوتا تو محبوبانِ خدا اسے معیوب کیوں نظر آتے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کیوں نہ مانتا؟ اگرچہ شیطان نے لاکھوں سال عبادت کی تھی مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص محبت نہ تھی اور دل میں عشق و محبت کے جذبات نہ تھے تو وہ ساری عبادت اللہ تعالیٰ نے رد فرمادی اور آخری انجام بہت خراب ظاہر ہوا۔ تو محبت ایک ایسا جوہر ہے جو انسان کو ہر طرح سے تابعدار اور غلام بناتا ہے۔ جیسا کہ اصحابِ کہف کے کتے کی ان کے ساتھ محبت تھی اور ان کی تابعداری کی تو بغیر عمل کے جنت میں جائے گا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ عاشق محب کو اپنے محبوب کا کوئی بھی قول و فعل اگرچہ وہ ناجائز ہی کیوں نہ ہو معیوب نظر نہیں آتا۔ بلکہ اس کی تابعداری، فرمانبرداری اور اس کی خوشی میں اپنا آپ قربان کرنا، آگ میں ڈالنا بھی صحیح اور حق نظر آتا ہے اور سر آنکھوں پر قبول کرتا ہے۔

ایک عارف سالک نے فرمایا (ترجمہ):

اگر تو محبت کی کیمیا سے باخبر ہو جائے — تو اس کے پیچھے آسیا تک سرگرداں ہو جائے
اگر دماغ اس پھول سے معطر ہو جائے — تو بلبل کی طرح ہر وقت بولنا شروع ہو جائے
اگر محبت کا تیر دل مین پیوست نہ ہو — تو اس دنیا سے نامراد چلا جائے
اخلاص کی کشتی میں بیٹھ اے پیارے — کہ صحیح و سالم اس دریا سے پار ہو جائے
جب تک مجنوں کی طرح دل کا متاع نہ دے — تو لیلیٰ کا واصل کبھی نہ ہو پائے
مقابلے کے میدان میں آجا اے ناز پرور — کہ اپنے جاناں کے ساتھ واصل ہو جائے
ٹیڑھی دستارِ قلندری سر پر رکھ دے — ایسا نہ ہو کہ ریا کے جبہ میں مبتلا ہو جائے
ساقی کے ہاتھ سے جام اخلاص سے لے لے — فوراً رب کی رضا کا واصل ہو جائے یا نہ ہو جائے
محمد امین رب کے دربار میں دعا کرتا ہے — کہ محبت کے انگارے میں جل کر راکھ ہو جائے

عاشق صادق فرماتے ہیں:

مکتب حال دَ مذہب دائی — عشق سیوادے لہ مذہب

ترجمہ: عشق ایسا علم نہیں کہ مکتب سے حاصل ہو جائے۔

مکتب حالِ مذہب بیاں کرتا ہے — عشق مذہب سے بڑھ کر ہے

پیارے! عاشقوں کا مذہب ایک دریا بے پایاں ہے۔ تو جب تک دریا کی تہہ تک غوطہ لگانا نہ جانتا ہو تو یہ ظاہری تیرا کی یاقوت ومرجان نکالنے کیلئے کافی نہیں ہے جو بہت گہرائی میں ہیں۔ اسی لئے ظاہری عقلاء ظاہری معلومات کی وجہ سے ان جواہرات سے محروم ہیں، کہ ان کے دل میں محبت کی روشنی نہیں ہے۔ کہ اندھیروں سے آبِ حیات کے چشمے تک چلے جائیں اور دائمی زندگی کی دولت حاصل کرلیں۔ اسی لئے وہ صرف ظاہر دیکھتے ہیں اور باطن سے منکر ہیں۔ اور اپنی نظر میں اولیاء اور محبوبانِ خدا کے کلام کو معیوب، مخالف، بے مقصود، لادینی، بے فائدہ سمجھتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ کے حقیقی انعامات اور رحمت سے محروم ہوگئے ہیں۔ ان لوگوں کی اقتداء بھی شیطان کے پیچھے چلنے کے برابر ہے۔

پیارے! اس لئے حدیث شریف میں آتا ہے "سَيِّدُ الْأَعْمَالِ اَلْحُبُّ فِى اللهِ" (سب سے اچھا عمل اللہ تعالیٰ کیلئے کسی سے محبت کرنا ہے)۔ معلوم ہوا کہ محب عاشق کو اپنے محبوب کی ہر ادا، قول و فعل اگرچہ مخلوق کی نظر میں شرعًا ناجائز بھی ہو، عاشق کو صحیح اور حق نظر آتا ہے۔ اس لئے حسد کے پردے ہٹ جاتے ہیں۔ اس کے بعد کبھی بھی حسد، اخلاقِ رزیلہ اپنے دوست کے بارے میں ظاہر یا باطن میں کوئی مخالفت ان کے دل میں باقی نہیں رہتی۔ اور دل میں معرفت کے نور کا چشمہ ابدی زندگی کیلئے ظاہر ہو جاتا ہے۔ جس کے ذریعے موجود حقیقی (اللہ تعالیٰ) کے وصل (قرب) کے قابل بن جاتا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہر قسم کی نجاست سے پاک ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ محبت ایک عجیب کیمیا ہے جس کے سامنے کوئی عیب نہیں آتا بلکہ حق اور ناحق سب حق ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ مخلوق کی نظر میں ناحق اور ناجائز سب اس کی نظر میں جائز ہو جاتا ہے اور بے محبتی نجاست اور اندھیروں کی ایک ایسی جڑ ہے کہ اس کے ذریعے انسان کے دل میں فورًا حسد کی نجاست پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے ایسی زہریلی گندگی پیدا ہو جاتی ہے کہ لاکھوں سال کی گزشتہ عبادات اور آئندہ کیلئے عبادات کو نیست ونابود کر دیتی ہے۔ جیسے کہ کنویں میں زیادہ پانی ہونے کے باوجود جب اس میں گندگی گرتی ہے اور چند دن بعد اس کا اثر پانی میں ظاہر ہوتا ہے تو اس کی طہارت سے کی گئی گزشتہ اور آئندہ کی سب عبادات غیر مقبول ہو جاتی ہیں جیسا کہ ابلیس کی بے محبتی کی وجہ سے حسد کی نجاست اور تکبر اس کے دل میں آگئی جو سجدے سے انکار کے ذریعے ظاہر ہوگئی تو سب کو معلوم ہوگیا کہ اس شیطان کی گزشتہ تمام عبادات بھی غیر مقبول اور مردود ہوگئیں اور آئندہ کیلئے بھی قبول نہیں ہوں گی کیونکہ حسد کی نجاست اس کے دل میں رہ گئی اور اس نے دور نہ کی۔

فصل در آداب طریقت عالیہ

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کرم سے اپنی محبت، اپنے محبوب ﷺ کی محبت، اولیاء اللہ کی محبت خصوصًا ہمارے مشائخ عظام کی محبت نصیب فرمائے۔ تاکہ ان کا کوئی بھی قول و فعل ہمیں معیوب نظر نہ آئے۔ اگرچہ کوئی ہمیں ان کے کام کو شرعًا عیب بتائے یا لوگوں کی نظروں میں عیب ہو لیکن ہمیں عیب نظر نہ آئے بلکہ حق اور صحیح نظر آئے۔

ظاہر میں عیب نظر آنا اور باطن میں حق اور صحیح نظر آنا یہ قرآن شریف میں حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات سے ثابت ہے۔ تو یہ بھی وہی مسلک ہے تو خدانخوستہ اگر ہمیں بھی اپنے بزرگانِ دین یا اولیاء اللہ کے بعض امور ظاہری نظر میں عیب اور بے معنی نظر آئیں تو یہ بھی حسد کا ایک پردہ ہمارے دلوں پر بن جائے گا اور ہم ہلاک ہو جائیں گے۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے تابع تھے تو ضرور بالضرور حضرت خضر علیہ السلام کی تابعداری میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام حق پر مانے جائیں گے۔

مجنوں کے دل میں لیلیٰ کے کتے کی کتنی قدر تھی، یہ لیلیٰ کی محبت کی وجہ سے تھا ورنہ کتے میں وہ معنی نہیں تھے۔ یا اصحابِ کہف کے کتے میں تو وہ معنی نہیں جو انسان میں ہیں لیکن مجازی عاشق مجنوں کو لیلیٰ کی وجہ سے اس کا کتا بھی پیارا تھا اور اللہ تعالیٰ کو اصحاب کہف کے مرتبہ کی وجہ سے ان کا کتا پیارا ہے اس وجہ سے کہ اس کتے کی ان اصحابِ کہف کے ساتھ محبت تھی اور کتے نے جب ان کی متابعت کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے جنتی بنادیا۔

اسی لئے تو ایک عارف عاشق صادق شمس العارفین حضرت محترم باباجی صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں:

"اے محبوب! تیری محبت کی خاطر میں تمہارے سارے گاؤں کی عزت کرتا ہوں"۔

پیارے! سب کو اسی طرح قیاس کرلو اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کرم سے خلقِ عظیم نصیب فرمائے (آمین) اور اللہ تعالیٰ ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ اپنی رضا کیلئے بے نظیر محبت نصیب فرمائے خصوصًا اپنے مشائخ عظام کے ساتھ محبت نصیب فرمائے۔ یہاں تک کہ ان کا ہر قول و فعل ان کا ہر دوست اور متعلق ہمیں حق اور صحیح نظر آجائے۔ اور تمام عیوب جو ہمیں ہماری ظاہری نظروں میں دکھائی دیتے ہیں یا ان کے دوستوں کے عیوب ہمیں حق اور صحیح نظر آجائیں اور ہمارے دل کے شیشے میں ان کے عیوب حق اور صحیح نظر آجائیں خدانخواستہ اگر کوئی قول و فعل یا ان کا کوئی دوست ہمارے دل کے شیشے میں معیوب نظر آجائے تو ہمیں اللہ تعالیٰ اس بات کی توفیق دے کہ ہم اس عیب سے نظریں ہٹالیں اور اس عیب کو عیب نہ جانیں بلکہ اپنے مشائخ عظام کا ہر قول و فعل ہر قسم کی متابعت اور ہر دوست جن کا ان کے ساتھ رابطہ ہو یا ہر وہ کام جو ان سے صادر ہوا ہو ہمیں حق اور صحیح نظر آجائے۔ اور ان کا ہر قول و فعل ہم حکمت اور راز سے خالی نہ جانیں اور ان کے احباب تو کیا ان کے کتوں کو بھی اچھی اور اونچی

نظر سے دیکھیں (آمین) اور ہم اپنی کامیابی کیلئے ان تمام کو اپنے اعلیٰ مقصد تک پہنچنے کیلئے کامل مکمل ذریعہ اچھی نیت اور صداقت سے جانیں تاکہ نجاست اور گندے پردے اور حسد کی تاریکیوں اور ہلاکت کے تمام ذریعوں سے بچ جائیں۔ اگرچہ کہ وہ ہمارے سروں پر پامال پر ہمارے مشائخ عظام کی طرف سے امتحان کے طور پر آجائیں تاکہ ہم اس میں پیچھے رہ نہ جائیں۔ بلکہ اس کو بھی حکمت، کمال اور مقصود تک پہنچنے کا سبب اعلیٰ جانیں۔ جیسا کہ یہ سبق پروانے کے عشق اور مجنوں نے سکھایا۔

صاحبانِ طریقت اخلاق الٰہی سے متخلق (اخلاق پائے ہوئے) ہیں جیسا کہ فرمایا ہے: **"تخلقوا با خلاق اللہ تعالیٰ"** تو اخلاق الٰہیہ کی یہ صفت ضرور صاحبان طریقت میں ہوتی ہے۔ جیسا کہ ابلیس ملعون ہوا اس وجہ سے کہ حضور ﷺ اور حضرت آدم علیہ السلام کی طرف مخالف نظر اس ملعون سے ظاہر ہوگئی جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوا اور اللہ تعالیٰ کی غیرت جوش میں آگئی اور یہ ابلیس کے لعنتی ہونے کا سبب بنا اسی طرح جب مسلمان ناجائز طریقے سے ایک دوسرے کے ساتھ مخالفت کرتے ہیں تو ان سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب کا سبب بنتے ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ اپنی امت اور فرمانبرداروں کی مخالفت کی وجہ سے ناراض ہوتے ہیں جو عین اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔ جس طرح والدین اپنی اولاد کی ایک دوسرے کے ساتھ مخالفت پر ناراض ہوتے ہیں۔ اسی طرح صاحبانِ طریقت تمام کے تمام اس بات پر ناراض ہوتے ہیں اور ان کے دل مبارک کو تکلیف پہنچتی ہے۔ جب ان کی طریقت کا کوئی روحانی بچہ یعنی مرید اپنے پیر بھائی کی مخالفت کرتا ہے یا ایک دوسرے کی عیب جوئی کرتے ہیں یا ایک دوسرے کو بد نظری یا بد نسبت کرتے ہیں یا ایک دوسرے کے ساتھ حسد رکھتے ہیں یا محبت والفت نہیں کرتا اور اگر کسی کے دل میں پیر بھائی کے بارے میں تھوڑی سی بھی ناراضگی آئی ہو اور ایک دوسرے پر شک کرنے لگے اور اس سے کینہ ونفرت پیدا ہو جائے اور حال یہ ہے کہ پیر صاحب اس دوسرے سے ناراض نہ ہوں جس سے یہ نفرت کرتا ہے یا اس کے دل میں اپنے پیر بھائیوں کے ساتھ یا ظاہراً ایسے خیالات پیدا ہو جائیں تو یہ بھی پیر صاحب کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اور یہ پیر صاحب اپنے اس مرید کی اس بات سے ناراض ہو جائیں گے کیونکہ اس مرید سے جس سے دوسرا مرید نفرت کرتا ہے اگر پیر صاحب ناراض ہوتے تو ضرور یہ اس مرید کی کوئی خلاف شرع کام کرنے کی وجہ ہوتا تو اس حال میں اگر دوسرا مرید اپنے پیر بھائی سے حسد کرے تو یہ حسد کرنا حق اور جائز ہے۔ لیکن جب اس سے پیر صاحب خوش ہیں اور راضی ہیں اور یہ شخص (مرید) خلافِ شرع نہیں ہے اور نہ پیر صاحب کا نافرمان ہے تو اب اگر دوسرا پیر بھائی اس سے ناراض ہو کر حسد شروع کرے تو یہ ضرور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرنا ہے۔ اور بدنیتی اور عدم محبت ہے تو یہ ایسا ہے جیسے اپنے پیر صاحب سے حسد ودشمنی کرنا اور ان کی توہین کرنا اور ان سے ناراض ہونا ہے۔ کیونکہ اس بات سے صاحبانِ طریقت کو غیرت آتی ہے۔ دل کو تکلیف پہنچتی ہے اور ناراض ہوتے ہیں اور یہی ناراضگی ان مریدوں کی ہلاکت کا ایسا سبب بنتی ہے کہ جیسا حال ابلیس کا ہوا

کیونکہ یہ قاعدہ (طریقہ) کلیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوبوں کے محبوبوں پر بھی غیرت آتی ہے۔ محبوبوں کے محبوبوں کو محبوبوں کی وجہ سے معاف کرے گا۔ اور محبوبوں کے دشمنوں کو محبوبوں کی عزت وغیرت کی وجہ سے ہلاک وتباہ کرے گا کیونکہ اصحابِ کہف کے کتے کو اللہ تعالیٰ نے جنتی بنایا اور شیطان، ابو جہل وغیرہ دوستوں کے دشمنوں کو اور مخالفت کرنے والے کو لائقِ نار اور دوزخی بنایا۔ تو اللہ تعالیٰ ہمیں یہ توفیق عطا فرمائے کہ اپنے پیر ومرشد کے وسیلے سے ان کی خاطر اپنے پیر بھائیوں بلکہ ان کے گلی کوچے کے کتوں پر بھی قربان ہو جائیں۔ جیسا کہ مجنوں کے قصے میں گزر چکا ہے۔

جیسا کہ حدیث مبارکہ میں آیا ہے:

عن ابی امامة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ ﷺ: من احب للہ وأبغض للہ وأعطی للہ، ومنع للہ، فقد استکمل الایمان۔

یعنی حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کے لئے محبت کی اور اللہ کے لئے عداوت رکھی، اللہ تعالیٰ کے لئے دیا اور اللہ تعالیٰ کے لئے دینے سے ہاتھ روک لیا، تو اس کا ایمان کامل ہوا۔‘‘[1]

عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ ﷺ: افضل الاعمال (وفی روایة: احب الاعمال) الحب فی اللہ والبغض فی اللہ۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک اعمال میں سب سے افضل (اور ایک روایت میں ہے کہ پسندیدہ ترین عمل) اللہ کے لئے محبت رکھنا اور اللہ کے لئے دشمنی رکھنا ہے۔‘‘ [2]

معلوم ہوا کہ عام اہلِ ایمان سے محبت بھی تکمیلِ ایمان کے لئے ضروری ہے تو سالکینِ طریقت جو معرفتِ الٰہی کے راستے پر گامزن ہیں، ان کی آپس میں محبت بدرجۂ اولیٰ لازم وضروری ہے تاکہ ایمان کی تکمیل کے ساتھ ساتھ معرفت الٰہی کی حقیقی چاشنی بھی نصیب ہو سکے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو سنا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے روایت کیا: میری خاطر آپس میں محبت کرنے والوں پر میری محبت واجب ہو گئی، اور میرے لئے آپس میں ایک دوسرے سے نصیحت پکڑنے والوں پر میری محبت واجب ہو گئی اور میرے لئے آپس میں ایک

---

[1] (أخرج أبو داؤد فی السنن کتاب: السنة، باب: الدلیل علی زیدة الایمان ونقصانه، ۴/۲۲۰، الرقم: ۴۶۸۱، والحاکم فی المستدرک، ۲:۱۷۸، الرقم: ۲۶۹۴، والطبرانی فی المعجم الأوسط، ۹/۴۱، الرقم: ۹۰۸۳)

[2] (أخرجه أبو داؤد فی السنن، باب مجانبة اهل الاهواء وبغضهم، ۴/۱۹۸، الرقم: ۴۵۹۹، واحمد بن حنبل فی المسند، ۵/۱۴۶، الرقم: ۲۱۳۴۱، والبزار فی المسند، ۴/۱۴، الرقم: ۴۵۹۴، والدیلمی فی مسند الفردوس، ۱/۳۵۵، الرقم: ۱۴۲۹)

دوسرے پر خرچ کرنے والوں پر میری محبت لازم ہو گئی، اور وہ نور کے منبروں پر ہوں گے، انبیاء وصدیقین ان کے درجات پر رشک کریں گے۔"

ایک اور حدیث میں ہے:

ان من عباد اللہ لاناساً ماھم بانبیاء ولا شھداء یغبطھم الانبیاء والشھداء یوم القیامۃ بمکانھم من اللہ قالوا یا رسول اللہ تخبرنا من ھم قال ھم قوم تحابوا بروح اللہ۔۔۔ الخ

یعنی قیامت کے دن بعض لوگ ایسے ہونگے کہ وہ نور کے منبروں پر ہوں گے جب کہ وہ نہ انبیائے کرام علیہم السلام ہوں گے نہ شہداء، مگر انبیاء کرام اور شہداء بھی ان پر رشک فرمائیں گے، پوچھا گیا کہ وہ کون ہیں فرمایا وہ آپس میں رضائے الٰہی کی خاطر محبت کرنے والے ہونگے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال: النبی ﷺ ان من عباد اللہ لأناسا ما ھم بأنبیاء ولا شھداء یغبطھم الأنبیاء والشھداء یوم القیامۃ بمکانھم من اللہ، قالوا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم! تخبرنا من ھم؟ قال: ھم قوم تحابوا بروح اللہ علی غیر أرحام بینھم، ولا أموال یتعاطونھا، فواللہ ان وجوھھم، لنور وانھم لعلی نور، لا یخافون اذا خاف الناس، ولا یحزنون اذا حزن الناس، وقرأ ھذہ الآیۃ۔{أَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَاۤءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْن}۔

"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے برگزیدہ بندے ہیں جو نہ تو انبیاء علیہم السلام ہیں اور نہ شہداء، قیامت کے دن انبیاء اور شہداء ان کے اللہ کی طرف سے عطا کردہ مقام پر رشک کریں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ آپ ہمیں ان کے بارے میں بتائیں کہ وہ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کی خاطر باہم محبت کرتے ہیں نہ کہ رشتہ داری اور مالی لین دین کی وجہ سے۔ اللہ کی قسم! ان کے چہرے پُر نور ہوں گے انہیں کوئی خوف نہیں ہو گا جب لوگ خوفزدہ ہوں گے، انہیں کوئی غم نہیں ہو گا، جب لوگ غم زدہ ہوں گے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: "خبردار! بے شک اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ وغمگین ہوں گے۔"[1]

---

[1](ابو داؤد، السنن، ۳:۲۸۸، رقم:۳۵۲۷، ہناد، الزھد، ۱:۲۷۲، رقم:۴۷۵، بیھقی، شعب الایمان، ۶:۴۸۶، رقم:۸۹۹۸، ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ۱:۵، میں یہ حدیث جید اسناد کے ساتھ روایت کی ہے)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری محبت واجب ہوگئی میری خاطر آپس میں محبت کرنے والوں، میری خاطر مجلسیں قائم کرنے والوں، میری خاطر ایک دوسرے سے ملنے والوں اور میری خاطر خرچ کرنے والوں کے لئے۔"[1]

ایک اور حدیثِ مبارکہ میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال والذی نفسی بیدہ لا یدخلون الجنۃ حتی تؤمنوا ولا تؤمنون حتی تحابوا أفلا ادلکم علی امر اذا فعلتموہ تحاببتم أفشوا السلام بینکم۔

ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ تم جنت میں داخل نہ ہوگے یہاں تک کہ تم ایمان لاؤ اور تم ایمان نہیں لا سکتے یہاں تک کہ تم آپس میں محبت کرو۔ کیا میں تمہیں وہ کام نہ بتاؤں جب تم اسے کرو تو آپس میں محبت پیدا ہو، تو آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت ہے:

عن النبی ﷺ قال ان سرکم أن یخرج الغل من صدورکم فافشوا السلام بینکم۔

یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اگر تمہیں پسند ہو کہ تمہارے دلوں سے نفرت و بغض و کینہ نکل جائے تو آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔"[2]

ایک حدیث پاک میں ہے: نبی اکرم سرور دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی۔ ارشاد فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام کیا تو نے کبھی میری ذات کے لئے بھی کوئی عمل کیا ہے؟ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ یا اللہ میں نے تیرے لئے نماز پڑھی، تیرے لئے روزہ رکھا، تیرے لئے صدقہ کیا اور تیرا ہی ذکر کیا۔ رب ذوالجلال نے فرمایا کہ اے موسیٰ **ان الصلوۃ لک برھان، والصوم لک جنۃ والصدق لک ظل و الذکر لک نور۔** نماز تیرے لئے برہان، روزہ تیرے لئے ڈھال، صدقہ تیرے لئے سایہ اور ذکر تیرے لئے نور ہوگا۔ تم بتاؤ کہ تم نے میرے لئے کون سا عمل کیا ہے؟

حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ یا اللہ مجھے وہ عمل بتایا جائے جو صرف تیرے لئے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ، کیا تو نے کبھی میری ذات کے لئے کسی سے دوستی کی ہے یا کیا تو نے میری ذات کے لئے کسی سے دشمنی کی ہے؟

---

[1] (اخرجہ مالک فی موطأ ۹۵۳/۲، الرقم ۱۷۱، واسنادہ صحیح، وصححہ ابن حبان فی الصحیح، ۳۳۵/۲، الرقم ۵۷۵، والحاکم فی المستدرک، ۱۸۶/۴، الرقم ۷۳۱۴، والبیہقی فی السنن الکبری، ۲۳۳/۱۰، صححہ ووافقہ الذھبی، وقال ابن عبدالبر: اسنادہ صحیح)

[2] (احکام القرآن للجصاص، ج۵ ص ۱۶۵)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعمال میں سے جو سب سے زیادہ پسندیدہ عمل ہے وہ ہے:

الحب فی اللہ و البغض للہ۔

اللہ تعالیٰ کے لئے محبت اور اللہ تعالیٰ کی خاطر دشمنی۔

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا۔ میری وجہ سے کسی سے محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ فوعزتی و جلالی الیوم اظلھم بظلی یوم لا ظل الا ظلی۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم آج وہ لوگ میرے سایہ میں رہیں گے، آج کے دن جب کہ میرے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی زیارت کرے، اس کے ہر قدم کے بدلے اس کے واپس آنے تک ایک غلام کے آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے۔ اسی چیز کے بدلے اس کے ہزار گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔ اس کے لئے ایک ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اس کے رب کے پاس عرش کے نور کی طرح اس کے لئے ایک نور بلند کیا جاتا ہے۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صاحب لولاک ﷺ نے فرمایا:

ان فی الجنۃ غرفا یری ظاھرھا من باطنھا و بالعکس اعدھا اللہ للمتحابین و المتزاورین و المتباذلین فیہ۔

یعنی بے شک جنت میں ایک ایسا کمرہ ہے کہ اس کے اندر بیٹھ کر باہر کی ساری چیزیں اور باہر کھڑے ہو کر اس کے اندر کی ساری چیزیں نظر آئیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ان لوگوں کے لئے تیار کیا ہے جو آپس میں محبت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے لئے، ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے، اور ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے۔[2]

ایک روایت میں ہے کہ دو بھائی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ایک دوسرے سے ملے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ آپ نے کہاں کا قصد کیا؟ اس نے کہا کہ میں نے بیت اللہ شریف کا حج کیا اور نبی اکرم ﷺ کے روضۂ اقدس کی زیارت کی۔

دوسرے نے پہلے سے سوال کیا کہ آپ نے کہاں کا قصد کیا؟ اس نے جواب میں کہا کہ میں نے اپنے بھائی کی ملاقات کا ارادہ کیا جس کے ساتھ میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر محبت کرتا ہوں۔ پہلے بھائی نے دوسرے سے گزارش کی کیا آپ مجھے

---

[1] (رواہ الحارث بن ابی اسامہ)

[2] (رواہ طبرانی)

اپنے بھائی کی زیارت کرنے کا ثواب میرے حج کے ثواب کے بدلے دے دیں گے؟ دوسرے نے تھوڑی دیر کے لئے اپنے سر کو جھکا لیا۔ اس دوران انہوں نے ایک ہاتف غیبی سے یہ ندا سنی۔ وہ یہ کہہ رہا تھا: زیارة اخ فی اللہ افضل عند اللہ من مائة حجة نافلة۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں سو نفل حج کرنے سے زیادہ افضل ہے۔(موعظہ)

حکایت: بعض علماء نے سورہ یوسف کی ایک آیت کی تفسیر کے ضمن میں یہ واقعہ بیان فرمایا ہے:

وَجَاءُوا أَبَاهُمْ عِشَاءً يَبْكُونَ (یوسف ۱۶)

"اور رات ہوئے اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے۔"

حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائی جب اپنے والد حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے، انہوں نے آکر جھوٹ بولا اور اپنے ساتھ ایک بھیڑیئے کو لائے جس کو انہوں نے زبردستی پکڑ رکھا تھا۔ انہوں نے آکر حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلامسے عرض کی کہ اس بھیڑیئے نے ہمارے بھائی حضرت سیدنا یوسف علیہ السلامکو کھالیا ہے۔ حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام اس بھیڑیئے کو علیحدہ لے گئے۔ آپ نے دو رکعت نماز نفل ادا کی اور بھیڑیئے سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا: اے بھیڑیئے کیا تونے میرے بیٹے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک کو کھالیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس بھیڑیئے کو بولنے کی قوت عطا فرمائی: فقال معاذ اللہ یا نبی اللہ فان لحوم الانبیاء لا تأکلها الارض و لا النار و لا السباع و لکن اخذونی قهرا فجاؤ ابی الیک۔ اس بھیڑیئے نے عرض کی: اللہ تعالیٰ کی پناہ، اے نبی اللہ بے شک انبیاء علیہم السلام کے گوشت کو نہ زمین اور درندے کھاتے ہیں اور نہ ان کو آگ جلاتی ہے لیکن انہوں نے مجھے زبردستی پکڑا اور آپ کے پاس لے آئے۔

حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اس سے فرمایا: ایها الذئب کیف وقعت فی ایدهم؟ اے بھیڑیئے؟ تو ان کے ہاتھ کیسے آگیا؟ من این اقبلت و این قصدت؟ کہاں سے تو آیا ہے اور کہاں کا ارادہ رکھتا تھا؟

بھیڑیئے نے جواباً حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام سے عرض کیا کہ مین جرجان کی سرزمین سے آیا ہوں اور میرا کنعان جانے کا ارادہ ہے۔ جانے کا مقصد یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے بھائی سے ملاقات کر سکوں۔

حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ تو اس سے کیوں ملنا چاہتا ہے؟

فصل در آداب طریقت عالیہ

بھیڑیئے نے عرض کیا کہ میرے دادا سے میرے والد محترم نے اور میرے داداجان نے آپ کے جد امجد حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے یہ بات بیان کی کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے خلیل علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

من زار أخا فی اللہ کتب اللہ لہ الف حسنۃ و محا عنہ الف سیئۃ و رفع لہ الف درجۃ و انجاہ من عذاب یوم القیامۃ بزیارۃ اخیہ۔ و جمع بینہ و بین اخیہ فی الجنۃ کالسبابۃ مع الوسطی۔

یعنی جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے بھائی سے ملاقات کی تو اس کو رب ذوالجلال کی طرف سے ان انعامات سے نوازا جائے گا:

(۱) اللہ اس کے نامہ اعمال میں ایک ہزار نیکیاں لکھ دے گا۔

(۲) رب ذوالجلال اس کے ہزار گناہ معاف فرمادے گا۔

(۳) ہزار اس کے درجات بلند کئے جائیں گے۔

(۴) خداوند قدوس اسے اپنے بھائی کی زیارت کرنے کے سبب سے قیامت کے دن کے عذاب سے نجات عطا فرمائے گا۔

(۵) خالقِ کائنات اس انسان کو اپنے بھائی کے ساتھ جنت میں اکٹھا کر دے گا۔ جس طرح کہ سبابہ انگلی وسطی کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔

بھیڑیئے نے کہا کہ میں اپنے اس بھیڑیئے بھائی کی زیارت کرنا چاہتا ہوں کہ جس نے میرے ساتھ دودھ پیا۔ اب مجھے اس کے مرنے کی اطلاع ملی ہے۔ اس کی موت نے مجھے مغموم کر دیا۔

قال یعقوب علیہ السلام اکتبوا ھذا الحدیث عن ھذا الذئب۔

حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اس حدیث کو اس بھیڑیئے کی طرف سے لکھ لو۔

علماء فرماتے ہیں کہ اے ہمارے دینی بھائیو! جب ایک بھیڑیا اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر رب ذوالجلال سے ثواب طلب کرنے کے لئے اس کے عذاب سے نجات حاصل کرنے کے لئے جنت میں اپنے بھائی کی معیت اختیار کرنے کے لئے اپنے بھیڑیئے بھائی سے ملاقات کرتا ہے تو ہم کیسے اس بات کو نہیں طلب کرتے؟ بلکہ تم بھی اپنے بھائیوں سے ملاقات کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب، اس کے عذاب سے نجات اور جنت میں اپنے بھائیوں کی معیت کو طلب کرو۔

اور مختلف احادیث مبارکہ میں حسد تکبر وبغض اور نفرت وغیرہ جیسے رزائل سے بچنے کی سخت تاکید فرمائی گئی ہے کیونکہ یہ باطنی امراض تزکیہ نفس میں رکاوٹ ہیں جنہیں دور کرنا لازمی امر ہے ورنہ نفس پاک نہ ہوگا اور نفس پاک نہ ہوا تو پھر سراسر خرابی ومحرومی ہے کیونکہ قرآنِ کریم نے نفس کی پاکی کو کامیابی اور اس کی خرابی کو رسوائی قرار دیا ہے۔

فصل در آداب طریقت عالیہ

جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا (۹) وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا (الشمس ۱۰)

وہ کامیاب ہوا جس نے نفس کو پاک کیا اور وہ نامراد رہا جس نے اسے خراب کیا۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

ایاکم والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تأکل النار الحطب۔

یعنی حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس راستہ سے ایک شخص آرہا ہے جو جنتی ہے۔ تو انصار میں سے ایک شخص آگئے جن کی داڑھی وضوء کی وجہ سے صاف ستھری تھی، انہوں نے اپنے بائیں ہاتھ میں اپنے جوتے پکڑے ہوئے تھے۔ تو انہوں نے سلام کیا۔ دوسرے دن نبی کریم ﷺ نے وہی کل والا ارشاد فرمایا۔ اور آنے والے بھی وہی شخص تھے۔ اور تیسرے دن بھی آپ نے وہی ارشاد فرمایا اور آنے والے بھی وہی شخص تھے۔

جب نبی کریم ﷺ مجلس سے اٹھ کر تشریف لے گئے تو عبد اللہ بن عمرو بن العاص اس شخص کے پیچھے چلے، اور ان کو کہا کہ مجھے اپنے باپ سے کچھ تکلیف پہنچی ہے۔ میں نے قسم اٹھالی ہے کہ ان کے پاس (یعنی اپنے گھر) تین دن داخل نہیں ہوں گا۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ آپ مجھے اپنے گھر تین دن رکھ لیں (تاکہ میری قسم پوری ہو جائے)۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے، آجاؤ۔ (یہ ان کے گھر چلے گئے) تین راتیں ان کے پاس گزاریں۔ عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو رات کو اٹھ کر زیادہ عبادت کرتے ہوئے نہ دیکھا سوائے اس کے کہ وہ جب اپنے بستر پر کروٹ بدلتے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے۔ وہ رات کو قیام نہیں کرتے سوائے اس کے کہ فجر کی نماز کے لئے اٹھتے۔ البتہ ان سے خیر کے کلمات کے علاوہ کوئی کلمہ نہ سنا گیا۔

جب تین راتیں گزر گئیں تو یہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کے عمل کو کم سمجھا تو میں نے کہا اے اللہ کے بندے میرے اور میرے والد کے درمیان کوئی رنجش نہیں تھی لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے (تمہارے متعلق) اس طرح فرمایا، تو میں نے ارادہ کیا کہ میں تمہارے اعمال کو دیکھوں، لیکن میں نے تمہارے اعمال کو کثیر نہیں پایا، تو وہ کیا چیز ہے جس کی وجہ سے تم اس مرتبے پر پہنچے ہو، تو انہوں نے کہا میرے عمل تو اور کوئی نہیں سوائے اس کے جو تم نے دیکھ لئے۔

یہ کہتے ہیں جب میں نے پیٹھ پھیر لی یعنی واپس لوٹنے لگا تو آپ نے مجھے واپس بلایا اور کہا:

ماھو الا ما رأیت غیر انی لم اجد علی احد من المسلمین فی نفسی عیبا ولا حسدا علی خیر اعطاہ اللہ ایاہ۔

کہ اور تو کوئی عمل نہیں سوائے اس کے جو تم نے دیکھا ہے البتہ مسلمانوں میں سے میں کسی ایک کو عیب نہیں لگاتا اور اللہ تعالیٰ نے کسی کو اگر کوئی بھلائی عطاء فرمائی ہو تو میں اس پر حسد نہیں کرتا۔

فقال عبداللہ ھی التی بلغت بک و ھی التی لا تطاق۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے تم اس منصب پر پہنچے ہو، اس کی ہر شخص طاقت نہیں رکھتا۔

قال علیه الصلوۃ و السلام رب الیکم داء الامم قبلکم، الحسد و البغضاء و البغضة ھی الحالقة لا اقول حالقة الشعر و لکن حالقة الدین۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا پہلی امتوں کی بیماری تمہیں لاحق ہو گئی۔ یعنی حسد اور بغض اور بغض حالقہ ہے، حالقہ کہنے سے میرا یہ مطلب نہیں کہ وہ بالوں کو مونڈنے والی کوئی چیز ہے بلکہ میرا مقصد تو یہ ہے کہ وہ دین کو برباد کر دینے والی چیز ہے۔

قال علیه الصلوة و السلام: أنه سیصیب أمتی داء الامم قالوا: یا نبی اللہ ما داء الأمم؟ قال: الأشر و البطر، و التکاثر و التنافس فی الدنیا، و التباغض و التحاسد حتی یکون البغی ثم الھرج۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک میری امت کو وہی بیماری لگ جائے گی جو پہلی امتوں کو لگی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہمنے پوچھا (یارسول اللہ ﷺ) وہ پہلی امتوں کی بیماری کون سی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا حرص اور اکڑ (تکبر) اور کثرتِ مال، اور دنیا کو پسند کرنا، اور ایک دوسرے سے دور رہنا اور حسد کرنا یہاں تک کہ ان میں بغاوت آجائے گی۔ پھر قتل کرنا ایک دوسرے کو ان میں واقع ہو جائے گا۔

موسیٰ علیہ السلام جب رب کے حضور حاضر ہوئے تو عرش کے سائے میں ایک شخص کو دیکھا، آپ کو اس پر رشک آیا اور آپ نے فرمایا یہ شخص رب تعالیٰ کا مکرم ہے۔ اپنے رب سے اس کے نام کے متعلق سوال کیا۔ اس کا نام تو آپ کو نہ بتایا گیا، البتہ رب نے کہا:

احدثک من عمله ثلاثا کان لا یحسد الناس علی ما آتاھم اللہ من فضله و کان لا یعق و الدیه و لا یمشی بالنمیمة۔

یعنی میں تمہیں اس شخص کے تین اعمال بتاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اپنے فضل سے جو مال وغیرہ عطاء فرمایا یہ ان پر حسد نہیں کرتا تھا۔ اور اپنے والدین کی نافرمانی نہیں کرتا تھا۔ اور چغل خوری نہیں کرتا تھا۔

قال علیه الصلوۃ و السلام ان لنعم اللہ اعداء قیل و ما اولئک قال الذین یحسدون الناس علی ما آتاھم اللہ من فضله۔

نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے دشمن ہیں، آپ سے پوچھا گیا وہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو لوگوں سے حسد کرتے ہیں، اس چیز پر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو عطاء کیا ہوتا ہے۔

عوف بن عبد اللہ گئے فضل ابن مہلب کے پاس جب وہ واسط کے حاکم تھے، تو انہوں نے کہا میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں: "ایاکم والکبر" کہ اپنے آپ کو تکبر سے بچا کر رکھو، کیونکہ یہی سب سے پہلا گناہ ہے جس کی وجہ سے ابلیس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔

پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

وَ إِذْقُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَى وَاسْتَكْبَرَ (البقرۃ ۳۴)

اور جب ہم نے کہا فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے اس نے انکار کیا اور تکبر کیا۔

پھر انہوں نے کہا:

ایاکم والحرص فانہ اخرج آدم من الجنۃ۔

تم اپنے آپ کو حرص سے بچا کر رکھو کیونکہ حرص نے آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالا۔

پھر انہوں نے پڑھا: اھبطا منھا۔ رب تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کو حکم دیا جنت سے اتر جاؤ۔

پھر انہوں نے کہا:

ایاکم والحسد فانہ قتل ابن آدم اخاہ حین حسدہ۔

اپنے آپ کو حسد سے بچا کر رکھو، بے شک حسد کی وجہ سے آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا۔

ابن زبیر کہتے ہیں میں نے کسی ایک پر دنیا کی وجہ سے حسد نہیں کیا، اس لئے کہ اگر وہ دنیادار جنتی ہے فکیف احسدہ علی الدنیا وھی حقیرۃ فی الجنۃ تو میں اس پر دنیا کی وجہ سے کیوں حسد کروں جو بنسبت جنت کے حقیر ہے اور اگر وہ شخص جہنمی ہے فکیف احسدہ علی امر الدنیا وھو یصیر الی النار۔ تو میں اس سے کیسے حسد کروں دنیا کی وجہ سے جو جہنم تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔

قال معاویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کل الناس اقدر علی رضاہ الا الحاسد فانہ لا یرضیہ الا زوال النعمۃ۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں تمام لوگوں کو راضی کرنے پر قادر ہوں سوائے حاسد کے، حسد کرنے والے کو سوائے نعمت کے زوال کے کوئی چیز راضی نہیں کر سکتی۔

اور بعض بزرگوں نے کہا ہے حاسد مجالس میں سوائے مذمت اور ذلت کے کچھ حاصل نہیں کر سکتا۔ اور حاسد ملائکہ سے سوائے لعنت اور ان کی ناراضگی کے کچھ حاصل نہیں کر سکتا۔ اور حاسد مخلوق سے سوائے جزع و فزع کے کچھ حاصل نہیں

کر سکتا۔ اور حاسد کو جزع وفزع سے زیادہ شدت اور ڈر ہی حاصل ہوتا ہے۔ اور حاسد کو موقف (حساب وکتاب کے لئے قیامت میں ٹھہرنے کے مقام) میں سوائے رسوائی اور عذاب کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔[1]

حدیث شریف کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ حسد تمام برائیوں کی جڑ اور تمام نیکیوں کو ختم کرنے والی چیز ہے۔ اور حسد کرنے سے کسی نعمت میں اضافہ تو ممکن نہیں جبکہ اس کی وجہ سے نیکیوں میں کمی ضرور آجاتی ہے۔ حسد کرنے سے بہتر ہے کہ اخلاص کے ساتھ اپنے معاملات میں خوب محنت کی جائے اور اللہ کی بارگاہ میں عاجزی کرتے ہوئے دنیا اور آخرت کی نعمتوں اور درجات کو طلب کیا جائے۔ کیونکہ ارشاد ربانی ہے: ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ۔۔ الخ (غافر ۶۰) مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا۔" حدیث شریف میں اخلاقی برائیوں سے دور رہنے کی تاکید کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تناجشوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "بدگمانی سے بچو، بے شک بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے اور ایک دوسرے کی ٹوہ میں نہ رہو، ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو، ایک دوسرے کی بیع پہ بیع نہ کرو، اور نہ ہی آپس میں حسد کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، اور نہ ہی ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو، اور اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ!"۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: "جاننا چاہیئے کہ پیر (حقیقی) کے حقوق تمام حقوق والوں سے فائق ہیں بلکہ پیر کے حقوق کے ساتھ دوسرے حقوق والوں کو کوئی نسبت ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات اور اس کے رسول ﷺ کے احسانات کے بعد بلکہ سب کے حقیقی پیر رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ولادت صوری اگرچہ والدین سے ہے لیکن ولادتِ معنوی پیر کے ساتھ مخصوص ہے، ولادت صوری کی زندگی چند روزہ ہے اور ولادتِ معنوی کی حیات ابدی ہے۔ پیر ہے جو مرید کی نجاسات معنویہ کو اپنے قلب وروح سے صاف کرتا ہے اور اس کے معدے کو پاک کرتا ہے۔ بعض طالبوں کو جب توجہ دی جاتی ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ ان کی باطنی نجاستوں کو صاف کرتے ہوئے صاحب توجہ پر بھی آلودگی اثر کرتی ہے اور دیر تک مکدر رکھتی ہے۔ پیر ہے کہ جس کے وسیلے سے خدا تک پہنچا جاتا ہے جو تمام دنیوی واخروی سعادتوں سے فوق (بہتر) ہے۔ پیر ہے کہ جس کے وسیلے سے نفس امّارہ جو بالذات خبیث ہے، پاک وصاف ہو جاتا ہے اور امّارگی سے نکل کر اطمینان تک پہنچ جاتا ہے اور کفرِ جبلی سے اسلما حقیقی میں آجاتا ہے۔ "گر بگو شرح این بے حد شود۔" پس اپنی سعادت کو پیر کی قبولیت میں جاننا چاہیئے اور اپنی بدبختی کو اس کے رد کرنے میں۔ (نعوذ باللہ من ذالک)"

---

[1] (بحوالہ تفسیر کبیر، تحت ھذہ الآیۃ: حسدمن عندانفسھم، البقرہ: ۱۰۹)

فصل در آداب طریقت عالیہ

رضائے حق پیر کی رضا کے پردے میں رکھی گئی ہے جب تک مرید اپنے آپ کو پیر کی مرضیات میں گم نہیں کرتا حق تعالیٰ کی مرضیات تک نہیں پہنچ سکتا۔ مرید کی آفت پیر کو ناراض کرنے میں ہے، ہر لغزش کا تدارک ممکن ہے سوائے پیر کی ناراضگی کے، جو مرید کے لیے بد بختی کی جڑ ہے۔ (العیاذ باللہ سبحانہ من ذالک)

جیسے کہ امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ انوارِ قدسیہ میں فرماتے ہیں:

و من شأنه أن لا یری نفسه یستغنی عن علم شیخه و لو صار من مشائخ الاسلام فان طریق القوم أمر خاص زائد علی علوم الظاهر۔

"اور مرید کی شان یہ ہے کہ اپنے آپ کو بے پرواہ نہ رکھے مرشد کے علوم سے، اگرچہ یہ خود مرشد ہی بن جائے۔ اس لئے کہ سالکوں کا راستہ ایک امرِ خاص ہے علومِ ظاہری پر، تو مرید کو چاہیئے کہ وہ لازم کرلے اپنی صحبت اور مداومت کو، اپنے شیخ کے ساتھ علوم کے حصول کے لئے۔"[1]

مزید آداب کے بارے میں فرماتے ہیں:

و من شأنه ان لا یتساهل ابداً فی مد رجله تجاه شیخه لا حیّاً و لا میتا لا لیلا و لا نهارا مراعاة للادب مع شیخه غیبة و حضوراً۔

"اور مرید کی شان یہ ہے کہ اپنی عادت نہ بنائے کہ یہ اپنے پاؤں کو اپنے مرشد کی طرف بچھا کر رکھے، چاہے مرشد مبارک حیات ہوں یا وفات شدہ، نہ رات کو نہ دن کو۔ اس کو چاہیئے کہ آداب کا لحاظ رکھے چاہے مرشد حاضر ہوں یا غائب۔"[2]

عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ انوارِ قدسیہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

و من شأنه أن لا یحج الا باذن شیخه، فان معرفة الأدب مع رب البیت مقدمة علی معرفة أدب البیت، فمن سافر الی البیت قبل معرفته بصاحب البیت المعرفة التی یعرفها القوم، فقد أخطأ طریقهم و لم یحصل له امدادها، و بعید أن یسقط عنه بها حجة الاسلام، کما أنه فرق عظیم بین حج شیخ الاسلام و بین حج آحاد العوام۔

"اور مرید کو چاہیے کہ اپنے شیخ کی اجازت کے بغیر حج نہ کرے، کہ بیت اللہ کے رب کی معرفت، بیت اللہ کے ادب کی معرفت کا مقدمہ ہے (یعنی اس سے مقدم ہے)۔ تو جس نے صاحبِ بیت کی وہ معرفت حاصل کرنے سے پہلے (جو اہل طریقت میں مشہور ہے) بیت اللہ کا سفر کیا تو اس نے طریقت میں خطاء کی اور اسے اس طریقت کی مدد حاصل نہیں ہو گی اور یہ بات دور

---

[1] (انوار قدسیہ، ج۲، ص ۱۹۴)

[2] (انوار قدسیہ، ج ۱، ص ۷۲)

ہے کہ اس سے اسلام کا حج ساقط ہو جائے۔(یعنی باوجود حج کرنے کے حج کی فرضیت ساقط نہ ہو)جیسا کہ شیخ الاسلام کے حج کرنے اور عوام کے حج کرنے میں بہت فرق ہے۔"

وغاية أمر من يحج بلا اذن شيخه تفرقه قلبه بانتقاله من واد الى واد، ولو أنه كان ارتحل باشارة شيخه خطوة واحدة لكان ذلک أحسن له من ألف سفرة بالجهل۔

"اور انتہائی بات یہ ہے کہ جس نے شیخ کی اجازت کے بغیر حج کیا تو اس کا دل ایک وادی سے دوسری وادی میں ہی گھومتا رہا، اور اگر وہ شیخ کے اشارے سے ایک قدم بھی سفر میں چلے تو اس کے لئے ہزار دفعہ جہالت کے ساتھ سفر کرنے سے بہتر ہے۔"

وقد قال علماؤنا: وللزوج تحليل امرأته من حج تطوع لم يأذن فيه وكذا من الفرض على المذهب وأقل مقام طاعة الشيخ أن يكون كالزوج للمرأة ويكون بتصرف في المريد كما يتصرف الرجل في زوجته، من حيث التحجير عليها والتربية لها۔

"اور ہمارے علماء نے فرمایا کہ شوہر کے لئے اپنی بیوی کو طلاق دینا جائز ہے جس نے شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی حج کیا ہو، اور اسی طرح (صحیح مذہب کے مطابق) فرض حج بھی اگر بغیر اجازت کرے، اور شیخ کی اطاعت کا ادنیٰ مقام یہ ہے کہ وہ بیوی کے لئے شوہر کی طرح ہے کہ شیخ مرید میں اس طرح تصرف (حکم نافذ) کر سکتا ہے جس طرح شوہر اپنی بیوی پر تصرف (حکم نافذ) کرتا ہے اس طرح کہ وہ اس کی تربیت کے لئے اسے مختلف کاموں سے روک سکتا ہے۔"[1]

اور اسی طرح شیخ کی زیارت کرنے، ان کی خدمت میں حاضر ہونے کی اہمیت کے بارے میں انوار القدسیہ میں حضرت علامہ شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

ملازمة المريد للشيخ قد تكون أفضل من سفر المريد الى مكة، لأن الأستاذ انما جعل ليرقى المريد الى معرفة رب البيت الذى هو أعظم من البيت، وكيف للمريد أن يترك تعظيم بيت وضعه الحق تعالى لمعرفته وأسراره، ويشتغل ببيت وضعه الحق تعالىٰ للناس، فان حضرة الأستاذ هي من حضرة الحق جل وعلا، التي احتوت على اسرار ائمة الهدىٰ لانه وارث علم الانبياء عليهم السلام ومن شأنه ان لا يأتي حضرة استاذه قط الا بصدق ولو تكرر اتيانه كل يوم الف مرة۔

یعنی مرید کے لئے شیخ کی صحبت افضل ہوتی ہے، مکہ کے سفر سے کیونکہ استاذ یعنی شیخ مرید کو کعبہ کے رب کی معرفت کی طرف پہنچاتا ہے جو کہ بیت سے افضل ہے، تو مرید کے لئے کیسے جائز ہو گا کہ وہ اس گھر کی تعظیم چھوڑ دے جو اللہ کے معرفت اور اسرار کی جگہ ہے اور وہ مشغول ہو جائے اس گھر کی طرف جو لوگوں کے لئے ہے۔ مشائخ کے حضور میں بیٹھنا یہ اللہ تعالیٰ کی حضور میں بیٹھنا ہے، جو کہ ہدایت کے ائمہ کے اسرار و فیض سے بھرپور ہوتی ہے کیونکہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علم کے

---

[1] (انوار قدسیہ ص ۱۸۳)

وارث ہیں اور مؤمن کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ کے پاس صدق واخلاص کے ساتھ آئے، اگرچہ ایک دن میں ہزار مرتبہ اس کا آنا ہو۔

جیسے کہ امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ انوارِ قدسیہ میں فرماتے ہیں:

ومن شأنہ ان لا ینسی اخوانہ من الدعالھم بالمغفرۃ والرحمۃ والعفو کلما وجد الوقت صافیاً مع ربہ عز وجل، سواء کان فی لیل او نہار او سجود او غیرہ، ومن فوائد ذلک الوفاء بحقوقھم ولیقول الملک المؤکل بالدعاء ولک مثل ذلک، ودعاء الملک لا یرد۔

"اور مرید کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں کو دعائے مغفرت میں، رحمت میں، عفو میں نہ بھولے، جب یہ دعا مانگے اور التجا کرے رب ذوالجلال سے، چاہے رات ہو یا دن ہو، یا حالتِ سجدہ میں ہو یا اور حالتوں میں، اس میں فائدہ یہ ہے کہ اس میں وفا ہے ان کو حقوق پر اور کہا ہے کہ وہ فرشتہ جو اس کی دعاء پر مؤکل کیا گیا ہے، وہ فرشتہ بھی اس کے لئے مغفرت اور رحمت کی دعا کرتا ہے، اور فرشتوں کی دعا مستجاب ہے۔"[1]

تمام اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو آدمی بے ادب ہو وہ منازلِ سلوک نہیں طے کر سکتا اور جب منازلِ سلوک طے نہ ہوں تو وصول الی اللہ کیسے ممکن ہو؟ بے شک باادب شخص انتہائی قلیل وقت میں اپنے مقصود کو پالیتا ہے۔

اب ہم چند آداب کا ذکر کرتے ہیں۔

(ا): شیخ کے متعلقہ آداب مرید:

اس کی دو قسمیں ہیں:

(ا): آداب باطنی (۲): آداب ظاہری

آداب باطنہ: اس سے مراد یہ ہے کہ مرید اپنے آپ کو شیخ کے سپرد کر دے اور اس کے تمام اوامر اور نصائح میں اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرے۔ اور اس سے مراد اندھی تقلید نہیں جو انسانی عقل کو بیکار کر دے اور اس کی شخصیت کو کالعدم کر دے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو کسی ماہر اور تجربہ کار طبیب کے سپرد کر دے کیونکہ مرید کو اپنے شیخ کے صاحبِ اذن ہونے تربیت کے اہل ہونے ماہر طبیب اور رحم دل ہونے کا پختہ یقین ہوتا ہے۔ اور پھر اسے یہ بھی معلوم ہو کہ اس کا شیخ شریعت وحقیقت کا جامع ہے۔ اور یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے مریض اپنے آپ کو کلیۃً علاج کے لئے ڈاکٹر کے سپرد کر دیتا ہے۔ اس حالت میں مریض کے بارے میں یہ خیال نہیں کیا جاتا کہ اس نے اپنے عقل کو بیکار اور اپنے وجود کو کالعدم کر دیا ہے

---

[1] (انوار قدسیہ، ج ۱، ص ۱۵۴، ۱۵۵)

بلکہ اسے بڑا ہی عقلمند اور انصاف پسند تصور کیا جاتا ہے کیونکہ اس نے اپنے آپ کو ماہر ڈاکٹر کے سپرد کیا ہے اور وہ طلب شفاء میں صادق ہے۔

(۲): مرید کو چاہیئے کہ وہ اپنے شیخ کے طریقہ تربیت پر اعتراض نہ کرے کیونکہ اس کا شیخ علم ومہارت اور تجربہ کی بنیاد پر اس میدان میں مجتہد کا درجہ رکھتا ہے۔ اسی طرح مرید کیلئے مناسب نہیں کہ اپنے شیخ کے تصرفات پر تنقید کرے۔ کیونکہ یہ چیز شیخ کے اعتماد کو ٹھیس پہنچاتی ہے اور مرید کو خیر کثیر سے محروم کرکے اس کے اور شیخ کے درمیان روحانی امداد اور قلبی تعلق کو قطع کرتی ہے۔

علامہ ابن حجر ہیثمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس نے مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ پر اعتراض اور ان کے افعال واحوال میں نظر وبحث کا دروازہ کھولا، تو یہ اس کی محرومی اور سوءعاقبت کی دلیل اور نشانی ہے اور وہ شخص کبھی بھی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ اسی وجہ سے بزرگوں نے فرمایاہے کہ جس شخص نے بھی اپنے شیخ پر اعتراض کیا، وہ کبھی فلاح نہیں پاسکتا اور جب بھی شیطان تصرفات شیخ پر مرید کے دل میں شرعی اعتراض وارد کرے تاکہ ان کے دل میں باہمی اعتماد اور قلبی تعلق کو ختم کردے تو مرید کو چاہیئے کہ وہ اپنے شیخ پر حُسنِ ظن رکھے اور اس کے بارے میں شرعی تاویل اور فقہی جواز کو تلاش کرے اور اگر یہ نہ کرسکے تو اس پر لازم ہے کہ ادب واحترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنے شیخ سے اس بارے میں استفسار کرے۔[1]

آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص مشائخ کرام کے ظاہراً غیر شرعی امور کی تاویل کرتا ہے۔ اور ان کے احوال سے صرف نظر کرکے ان کے احوال کو اللہ کے سپرد کرتا ہے۔ اور اپنے نفس کی حالت کا خیال کرتے ہوئے حسبِ استطاعت مجاہدہ میں مشغول رہتا ہے۔ تو اس کے منزلِ مقصود تک پہنچنے اور کامیابی کی قوی امید کی جاسکتی ہے۔[2]

(۳): اپنے شیخ کے متعلق عصمت کا اعتقاد نہ رکھے کیونکہ شیخ ولایت کے درجہ کمال پر فائز تو ہوسکتا ہے لیکن معصوم نہیں ہوتا۔ اس سے بھی کبھی کبھی لغزشات کا صدور ممکن ہے لیکن وہ اس پر اصرار نہیں کرتا اس کا دل ہمیشہ غیر اللہ کے ساتھ مشغول نہیں رہتا۔

کیونکہ جب مرید اپنے شیخ کے بارے میں معصوم عن الخطاء ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے تو پھر اپنے اعتقاد کے خلاف کوئی عمل دیکھتا ہے تو اضطراب وپریشانی کا شکار ہو جاتا ہے اور یہ چیز محرومی کا سبب ہے لیکن مرید کیلئے یہ بھی مناسب نہیں کہ وہ اپنے شیخ کے بارے میں عدم عصمت کا اعتقاد رکھتے ہوئے اس کے ہر ہر فعل وعمل میں خطاء کا احتمال رکھے کیونکہ یہ چیز شیخ سے

---

[1](الفتاویٰ حدیثیة ص ۵۵، للمحدث ابن حجر الهیثمی المکی المتوفی سنة ۹۷۴ھ)

[2](الفتاویٰ حدیثیة ص ۵۵)

استفادہ کو مانع ہے اور یہ اس مریض کی طرح ہے جو ڈاکٹر کے پاس آتا ہے جبکہ اس کے دل میں خیال ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ ڈاکٹر اس کے علاج میں کوئی غلطی کر جائے اس وجہ سے اس کا ڈاکٹر پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے اور اس کے دل میں شک واضطراب پیدا ہو جاتا ہے۔

(۴): مرید کیلئے ضروری ہے کہ وہ یہ اعتقاد رکھے کہ اس کا شیخ کامل ہے اور تربیت وارشاد کی مکمل اہلیت رکھتا ہے۔ یہ اعتقاد تب ہی قائم ہو سکتا ہے جب وہ بیعت کرنے سے پہلے تحقیق اور دقت نظر سے کام لے اور یہ جان لے کہ وہ تمام شرائط جن کا شیخ کامل میں پایا جانا ضروری ہے وہ اس کے شیخ میں موجود ہیں۔ اور اس کی صحبت اختیار کرنے والے ایمان، عبادات، علم واخلاق اور معرفتِ الٰہی میں کمال رکھتے ہیں۔

(۵): وہ صحبت شیخ کو صدق واخلاص سے اختیار کرے اور اپنی طلب میں سنجیدہ فکر رکھے اور اغراض ومصالح سے بعید ہو۔

(۶): مرید کو چاہیئے کہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہو یا غیر حاضر ہو اس کی انتہائی تعظیم وتکریم کرے۔[1]

حضرت ابراہیم بن شیبان فرماتے ہیں:

من ترک حرمة المشائخ ابتلی بالدعاوی الکاذبة وافتضح بها۔

یعنی "جو شخص شیخ کی تعظیم وتکریم کا تارک ہوتا ہے وہ جھوٹے دعووں میں مبتلا ہو کر رسوا ہو جاتا ہے"۔

شیخ محمد بن حامد ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ تجھے کسی مقام پر فائز کر دے اور صاحب مقام کی عزت وتکریم اور اس مقام سے متلذذ ہونے سے محروم کر دے تو سمجھ لے کہ تو مغرور اور مستدرج ہے۔ آپ فرماتے ہیں: جو شخص مشائخ کے اوامر اور تادیب پر رضامند نہ ہو وہ کتاب وسنت سے ادب حاصل نہیں کر سکتا۔"[2]

شیخ ابو العباس مرسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

تتبعنا احوال القوم فما رأینا احدا انکر خیرا ومات بخیر۔

ترجمہ: "ہم نے صوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے احوال میں غور وفکر کیا ہے اور ہمارا یہ مشاہدہ ہے کہ جس نے بھی صوفیائے کرام پر زبان اعتراض دراز کی اس کی موت خیر پر نہ ہوئی۔"[3]

حضور غوث الاعظم جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

من وقع فی عرض ولی ابتلاہ اللہ بموت القلب۔

---

[1](طبقات الصوفیاء ص ۴۰۵)

[2](طبقات الصوفیاء ص ۲۸۳)

[3](مدارج السلوک الی ملک الملوک ص ۱۲)

یعنی جو کسی ولی کی بے ادبی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو مردہ کر دیتا ہے۔[1]

(۷): مرید کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے شیخ کے ساتھ انتہائی محبت رکھے بشرطیکہ دوسرے شیوخ کو ناقص گمان نہ کرے۔ اور نہ ہی محبت میں اتنا غلو کرے کہ اسے حدود بشریت سے بالاتر ماننے لگے"۔

اوامر ونواہی میں اطاعت شیخ اور منازلِ سلوک کی معرفت سے ہی مرید کی محبت قوی ہو سکتی ہے۔ شیخ کی اطاعت اور موافقت کے ذریعہ مرید کی شخصیت نمایاں ہو گی۔ اور اس طرح اسے معرفت میں بھی درجہ کمال حاصل ہو گا۔

(۸): مرید کو چاہیئے کہ اپنے شیخ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف متوجہ نہ ہو تا کہ اس کا دل دو شاخوں میں متفرق نہ ہو۔ اس مرید کی مثال اس مریض کی طرح ہے جو بیک وقت دو ڈاکٹروں سے علاج کرواتا ہے اور اس طرح تردد اور پریشانی کا شکار ہو جاتا ہے۔

آداب ظاہرہ:

ظاہری آداب درج ذیل ہیں:

(۱): مرید اپنے شیخ کے اوامر ونواہی کی پابندی اور موافقت کرے۔ جس طرح مریض طبیب کے اوامر ونواہی کا پابند ہوتا ہے۔

(۲): اپنے شیخ کی مجلس میں سکون اور وقار کا التزام کرے۔ کسی چیز پر تکیہ لگا کر نہ بیٹھے نہ ہی جماہی لے۔ نہ سوئے اور نہ ہی بغیر سبب کے ہنسے۔ اپنی آواز کو شیخ کی آواز سے بلند نہ کرے اور اس کی اجازت کے بغیر گفتگو نہ کرے۔ کیونکہ یہ شیخ کے عدمِ احترام اور عدمِ اہمیت کے مترادف ہے۔ جو بغیر ادب واحترام کے صحبت شیخ اختیار کرتا ہے وہ اس کی صحبت کے فیض سے محروم رہ جاتا ہے۔

(۳): مرید کو چاہیئے کہ وہ حسبِ استطاعت شیخ کی خدمت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے (کیونکہ ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد، یعنی جس نے خدمت کی اس کی خدمت کی جائے گی)

(۴): اس کی مجلس کی حاضری پر دوام اختیار کرے۔ اگر شیخ کسی دور دراز شہر میں ہو تو حسبِ موقع شرف ملاقات سے مشرف ہوتا رہے۔ بزرگوں کا فرمان ہے کہ زیارت شیخ ترقی اور نشوونما کا سبب ہوتی ہے۔

---

[1] (مدارج السلوک الی ملک الملوک ص ۱۲)

فصل در آداب طریقت عالیہ

صوفیائے کرام کے نزدیک سلوک کی بنیاد تین اصولوں پر ہے:

(۱)اجتماع (۲) استماع (۳) اتباع

اور انہیں سے منزلِ مقصود حاصل ہوتی ہے۔

(۵): مرید کیلئے ضروری ہے کہ وہ شیخ کے تربیتی طرزِ عمل پر صبر کرے مثلاً شیخ اگر جفا اور اعراض کرے تو مرید کو چاہیئے کہ صبر کرے۔ کیونکہ شیخ اس طرزِ عمل سے مرید کے قلبی امراض اور نفسانی رعونتوں کا علاج کرنا چاہتا ہے۔ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ توفیق ان کے شاملِ حال نہیں ہوتی۔ جب وہ اپنے شیخ یا استاد کی طبیعت میں شدت دیکھتے ہیں تو وہ اس سے متنفر ہو جاتے ہیں۔ اور اس پر ایسی برائیوں اور نقائص کا الزام لگاتے ہیں۔ جن سے وہ بری ہوتا ہے۔ سالک کو ان چیزوں سے بچنا چاہیئے۔ کیونکہ نفس تو ہمیشہ ان کو ہلاک کرنے کے درپے ہوتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ وہ اپنے شیخ سے اعراض اور دور رہنے سے اجتناب کرے۔[1]

(۶): مرید پر لازم ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے اپنے شیخ کا کلام ان کی عقل و فہم اور سمجھ بوجھ کے مطابق بیان کرے تاکہ کسی قسم کی غلط فہمی پیدا نہ ہو۔

(أخرجه البخاری فی صحیحه فی کتاب العلم)

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں:

”حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب اللّٰہ و رسوله۔“

یعنی ”لوگوں کے سامنے ان کی سمجھ بوجھ کے مطابق بات کیا کرو کیا تم پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تکذیب کی جائے۔“

یہ تمام امور اس مرید حقیقی سے مطلوب ہیں جو معرفتِ الٰہی کا طالب ہو، مگر وہ مجازی مرید جس کا مقصد فقیروں کا لباس پہن کر ان میں شامل ہونا ہوتا ہے اس کیلئے یہ آداب و شروط لازم نہیں۔ اس قسم کے شخص کیلئے کسی دوسرے سلسلہ میں شامل ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ جیسا کہ اس آدمی کے اپنے سلسلہ سے دوسرے کی طرف منتقل ہونے میں کوئی حرج نہیں، جو کہ حصولِ برکت کیلئے کسی دوسرے سلسلہ میں شامل ہونا چاہتا ہے۔ اور یہ صوفیائے کرام میں معروف ہے۔

---

[1] (الفتاویٰ الحدیثیه ص ۵۵)

پیر بھائیوں کے متعلق آداب:

(۱) سالک کو ان کی عزت واحترام کا لحاظ رکھنا چاہیئے خواہ وہ غائب ہوں یا حاضر۔ نہ کسی کی غیبت کرے اور نہ کسی پر عیب لگائے کیونکہ علماء اور صلحاء کی غیبت کی طرح ان کی غیبت میں بھی ہلاکت کا خطرہ ہوتا ہے۔

(۲) ان کو نصیحت کرے اور ان میں سے جاہلوں کو تعلیم دے کمزوروں کو قوی اور طاقتور بنائے۔

نصیحت کی چند شرائط ہیں جن کی پابندی لازم ہے۔ جن میں سے تین شرائط ناصح کیلئے اور کچھ منصوح کیلئے ہیں۔

ناصح کی شرائط:

(۱) نصیحت سرا ہو (۲) نرمی اور مہربانی کے ساتھ ہو

(۳) اور اس کے ساتھ کسی دوسرے پر غلبہ حاصل کرنا مقصود نہ ہو۔

منصوح کی شرائط:

(۱): وہ نصیحت کو قبول کرے۔ (۲): ناصح کا شکریہ ادا کرے۔

(۳): نصیحت کو اپنے اوپر نافذ کرے۔

(۴): سالک کو چاہیئے کہ وہ اپنے پیر بھائیوں سے عدل وانصاف سے پیش آئے۔ اور حتی الامکان ان کی خدمت کرے۔ کیونکہ قوم کا سردار وہی ہوتا ہے جو ان کی خدمت کرے۔[1]

(۵): ان کے بارے میں حسنِ ظن رکھے۔ اور ان کے معاملات کو سپردِ خدا کرے۔

(۶): ان کا عذر قبول کرے، جب وہ عذر پیش کریں۔

(۷) ان کے درمیان لڑائی جھگڑا ہو جائے تو صلح کرائے۔

(۸) ان کا دفاع کرے جب انہیں اذیت پہنچائی جائے، یا ان کی عزت کو خطرہ لاحق ہو۔

(۹) ان پر سرداری اور برتری کا طالب نہ ہو۔ کیونکہ عہدہ کی خواہش رکھنے والے کو ولایت وحکمرانی نہیں ملا کرتی۔

یہ چند آداب ہیں جن پر سالک کا عمل پیرا ہونا ضروری ہے حتّٰی کہ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ تمہارا عمل نمک کی مانند اور ادب آٹے کی مانند ہونا چاہیئے۔

---

[1](أخرجه ابن ماجه والترمذی عن أبی قتادة ص کما فی فیض القدیر شرح الجامع الصغیر للمناوی ج۴ ص ۱۲۲)

فصل در آداب طریقت عالیہ

ابو حفص نیشاپوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

التصوف کله آداب، لکل وقت آداب، ولکل حال آداب، ولکل مقام آداب، فمن لزم الادب بلغ مبلغ الرجال، ومن حرم الادب فهو بعید من حیث یظن القریب، مردود من حیث یظن القبول۔

یعنی "تصوف سراپا آداب ہے، ہر وقت، ہر حال اور ہر مقام کیلئے خاص آداب ہیں۔ جس نے آداب کو لازم پکڑا اس نے کاملین کے مقام کو پالیا۔ اور جو ادب سے محروم رہا وہ اس منزل اور مقام سے بہت دور ہے جس کو وہ انتہائی قریب گمان کرتا ہے۔ اپنے آپ کو مقبول سمجھنے والا در حقیقت مردود ہوتا ہے۔"[1]

المختصر یہ کہ مرید کے وہ آداب جو اس کے مرشد اور پیر بھائیوں کے متعلق ہیں ان کا کوئی حد و شمار نہیں۔ بہت سے مشائخ عظام نے اس موضوع پر الگ الگ تصنیفات مرتب کی ہیں۔

شیخ سہروردی، ابن عربی، شعرانی، احمد زروق، اور ابن عجیبہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصنیفات اس موضوع پر موجود ہیں۔

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ احیاء العلوم میں ارشاد فرماتے ہیں:

وینبغی للمرید أنه کلما اشکل علیه شیء من حال الشیخ یذکر قصة موسیٰ مع الخضر علیهما السلام کیف کان الخضر علیه السلام یفعل اشیاء ینکرها موسیٰ، واذ أخبره الخضر علیه السلام بسرها یرجع موسیٰ علیه السلام عن انکاره، فماینکره المرید لقلة علمه بحقیقة مایوجد من الشیخ فللشیخ فی کل شیء عذر بلسان العلم والحکمة۔ الخ

" یعنی اور مناسب ہے مرید کے لئے ہر اس وقت جب اس کے ذہن اور عقل اور فکر میں اپنے پیر و مرشد کے بارے میں قول یا فعل یا حال خلاف نظر آجائے کہ جلد از جلد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ ذہن نشین کرلے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے جب بعض کام کئے جس کے راز اور حکمتوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام (اس وقت) نا خبر تھے، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ان پر اعتراض کرتے تھے۔ جب حضرت خضر علیہ السلام نے ان کی حکمتیں اور اسرار بتا دیئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے قول سے رجوع کیا تو مرید کو بھی چاہیئے کہ وہ بھی قول و فعل میں اور زبان پر بھی اور دل میں بھی اپنی کم علمی کی وجہ سے شیخ پر ہرگز اعتراض نہ کرے، اس لئے کہ شیخِ کامل کے لئے ہر کام میں عذر ہے، فضیلتِ علم اور حکمت اور تجربہ کے واسطے۔"

مزید آداب کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

ومن الادب مع الشیخ أن المرید اذا کان له کلام مع الشیخ فی شیء من أمر دینه او أمر دنیا لا یستعجل بالاقدام علی مکالمة الشیخ والهجوم علیه حتیٰ یتبین له من حال الشیخ أنه مستعد له ولسماع کلامه وقوله متفرغ، وکما أن

---

[1] (طبقات الصوفیة للسلمی ص ۱۱۹)

للدعاء أوقاتاً وأداباً وشروطاً لأنه مخاطبة اللہ تعالیٰ فللقول مع الشیخ أیضاً أداب وشروط، لأنه من معاملة اللہ تعالیٰ، ویسأل اللہ تعالیٰ قبل الکلام مع الشیخ التوفیق لمایحب من الأدب۔ الخ۔

”اور آداب میں سے ایک یہ ہے کہ جب مرید کو کسی دینی یا دنیوی کام کے متعلق ضرورت پڑ جائے تو اسے چاہیئے کہ باتوں میں جلدی نہ کرے اور بیک وقت بہت باتیں نہ کرے۔ جب مرشد کی طبیعت اور حال معلوم ہو جائے کہ مرشد میری طرف متوجہ ہو گئے ہیں تو فرصت سے بیان کرے۔ جیسا کہ دعا کے لئے اپنے آداب، اوقات اور شرائط ہوتی ہیں۔ اور دعا مانگے اللہ رب العزت سے کہ وہ اس کو توفیق دے شیخ کے ادب کرنے کی۔“[1]

اسی طرح امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ انوارِ قدسیہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

ومن شأنه ان لا یقیم میزان عقله علی کلام شیخه حتی لو قال له لا تحضر مجلس فلان العالم او الواعظ فلا ینبغی له حضوره وذلک لان شیخه أمین علیه فی کل شیء یرقیه او یوقفه او یؤخره۔

”اور مرید کی شان یہ ہے کہ مرشد کے کلام میں اپنی عقل کو اختیار نہ کرے یہاں تک کہ مرشدِ کامل اسے فرمائیں کہ فلاں عالم کی مجلس میں نہ جاؤ یا فلاں واعظ کی مجلس میں نہ جاؤ تو اسے چاہیئے کہ اس حکم کی تکمیل و تعمیل کرے اس لئے کہ اس کی خیر خواہی میں اس کے مرشد مبارک بہت زیادہ امین ہیں۔ جس کام میں اس کے لئے خیر ہو گی، وہی مبارک امر فرمائیں گے۔ اگرچہ اس میں تاخیر آجائے۔“[2]

ومن شأنه أن یلزم الادب مع شیخه ولا یطلب منه قط کرامة، ولا وقوع خارقة ولا کشفا ولا غیر ذلک فمن طلب من شیخه کرامة، حتی یتبعه فهو الی الآن لم یؤمن بکون استاذه من أهل العلم بطریق أهل اللہ۔ الخ

”اور شانِ مرید یہ ہے کہ یہ اپنے مرشد سے ہرگز کرامت طلب نہیں کرے گا، اور وہ کام جو خارق العادت ہو اور نہ یہ کشف طلب کرے گا، یہاں تک کہ کوئی چیز بھی طلب نہیں کرے گا، یعنی جس طرح غیب پر یہ ایمان لے کر آیا ہے، اسی طرح مرشد مبارک پر بھی یہ محکم عقیدہ رکھے۔ پس جس نے اپنے مرشد مبارک سے ان امور کو طلب کیا، تو اب تک اس کا یہ عقیدہ ہی نہیں ہے کہ میرا مرشد اہل علم ہے، اہل اللہ کے طریقے سے۔“[3]

انوار قدسیہ میں علامہ شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے:

وسمعت ولدی عبد الرحمن وهو ابن خمس سنین یقول: المرید الصادق اذا غضب شیخه علیه تکاد روحه تزهق منه فلا یأکل ولا یشرب ولا یضحک ولا ینام حتی یرضی عنه شیخه واذا غاب عنه شیخه فی سفر أو مرض یعد

---

[1] (ج۵، ص۱۹۹)
[2] (انوار قدسیہ، ج۱ ص۲۲)
[3] (انوار قدسیہ، ج۱، ص۲۰)

ذلک من جملة شقائه ثم لا یزال عاکفا علی عتبة باب شیخه اذا مرض حتی یخرج فیکون ذلک الیوم عنده أعظم من العید، و المرید الکاذب بالعکس یفرح اذا غاب عنه شیخه خوفا ان یناقشه فی أحواله، قال لی و غالب المجاورین الذین عندک فی الزاویة یفرحون اذا غبت عنهم انتھی۔

اور میں نے اپنے بیٹے عبد الرحمن (جو پانچ سال کا تھا) کو کہتے ہوئے سنا کہ سچا مرید وہ ہے کہ جب اس کا شیخ اس سے ناراض ہو یا اس پر غصہ ہو تو قریب ہو کہ اس کی روح اس سے نکل جائے، نہ وہ کھائے، نہ پیے نہ ہنسے اور نہ ہی سوئے حتٰی کہ اس کا شیخ اس سے راضی ہو جائے اور جب اس کا شیخ سفر یا بیماری کی وجہ سے اس سے دور ہو جائے، تو اسے بہت دشوار لگے، جب شیخ بیمار ہو جائے تو مرید ان کے دروازے کی چوکھٹ پر بیٹھا رہے یہاں تک کہ وہ (شیخ) اپنے گھر سے نکلے تو وہ دن اس مرید کے لئے عید سے بھی بڑھ کر ہو گا اور جھوٹا مرید اس کے برعکس ہوتا ہے۔ جب شیخ غائب ہوں تو خوش ہوتا ہے اس وجہ سے کہ وہ اس کے احوال کی باز پرس نہ کرے۔ اس نے (میرے بیٹے نے) مجھ سے کہا کہ اکثر مجاور جو خانقاہ میں آپ کے پاس ہیں، وہ آپ کی عدم موجودگی سے خوش ہوتے ہیں۔"

علامہ فقیر اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ "قطب الارشاد" میں مرشد کے حقوق کے بارے میں لکھتے ہیں:

و من أداب الصحبة ان یراقب احواله ویجتهد فی حصول مراضیه وینکسر و یخضع له فی کل حین ویری التریاق و الشفاء فیه، الخ۔

"پیر کے آدابِ صحبت سے یہ ہے کہ وہ ہمیشہ خیال اور نظر میں احوالِ مرشد کا لحاظ رکھے، اور ہمیشہ پیر کی رضا کے حصول کے لئے کوشش میں رہے اور انکساری اور عاجزی کرے، اور ہمیشہ یہ گمان رکھے کہ ترقی اور شفاء اسی میں ہے۔" [1]

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے الانوار القدسیہ میں سچے مرید کے آداب میں تحریر فرمایا ہے:

و کان یقول من شرط المرید الصادق ان یریٰ نفسه کانه محل للأرجاس و مقامه دائماً تحت اقدام الناس۔

"اور وہ فرماتے ہیں کہ سچے مرید کی شرط ہے کہ وہ اپنے نفس کو گندگیوں کی جگہ سمجھے اور اس کا مقام لوگوں کے قدموں کے نیچے ہمیشہ تصور کرے۔"[2]

امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ انوار القدسیہ میں فرماتے ہیں:

و من شأنه أن یجعل قلبه دائماً متوجهاً الی اللہ وحده، دون شیء من أمور الدنیا و الآخرة، و معلوم أن ذلک لا یصله الا بعد ریاضة تامة، بحیث لا یصیر له التفات الی حظ من حظوظ الدنیا و الآخرة۔

---

[1] (قطب الارشاد، ص ۵۲۹)

[2] (انوار دقدسیه، ص ۱۴۲)

فصل در آدابِ طریقت عالیہ

"مریدِ صادق کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے قلب کو ہر وقت خالصتاً اللہ جل شانہ کی طرف متوجہ رکھے، نہ کہ دنیا یا آخرت کے امور میں سے کسی طرف اور یہ بات معلوم ہے کہ یہ مقام حاصل نہیں ہوتا مگر ریاضاتِ تامہ کے بعد، اس حیثیت کے ساتھ کہ وہ دنیا و آخرت کی چیزوں کی طرف التفات نہ کرے۔"[1]

و من شأنه ان يصحب الشيخ للتربية فقط دون علة أخرى من أكل و شرب و وظيفة و نحو ذلك و من دخل في صحبة شيخ بعلة من هذه العلل أو غيرها لا يفلح ابداً ما دامت تلك العلة فيه۔

مرید کی شان یہ ہونی چاہیئے کہ وہ اپنے شیخ کی صحبت میں صرف تربیت کی نیت سے آئے نہ کہ کسی اور غرض کے لئے جیسے کھانے، پینے یا دیگر مراعاتِ دنیوی کے لئے اور جو اپنے شیخ کی صحبت میں ان میں سے کسی بھی وجہ سے حاضر ہوا یا کسی اور دنیاوی وجہ سے، تو وہ کبھی بھی کامیاب نہیں ہو گا جب تک وہ علت اس کے اندر رہو۔[2]

و من شأنه انه اذا قدم شيخه عليه احدا من اقرانه من غير ظهور فضيلة لذلك الشخص فمن الادب التسليم لشيخه, و لا يقول و لو في نفسه هذا لا يستحق التقديم, فربما فعل الشيخ ذلك امتحاناً لنفس المريد الذي ادعى التواضع لاخوانه۔

"اور مرید کی شان یہ ہے کہ جب مرشد مبارک ایک شخص کو اس کے پیر بھائیوں کے درمیان میں سربراہ مقرر کر دیں، باوجود اس کے کہ اس کی کوئی ظاہری فضیلت بھی نہ ہو، پس آداب میں سے یہ ہے کہ اپنے مرشد مبارک کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کرے اور کچھ بھی نہ کہے اور دل میں بھی یہ بات نہ لے کر آئے اور نہ زبان پر لائے کہ یہ تو سربراہ بننے کا مستحق ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ مرشد مبارک نے شاید امتحان کی وجہ سے ایسا کیا ہو، کہ یہ اپنے پیر بھائیوں کی طرف تواضع کرتا ہے، زبان کے ساتھ یا افعال کے ساتھ، یا دل میں، یا نہیں کرتا۔"[3]

و من شأنه ان لا يطأ فرش شيخه برجله اذا كان في طريق حاجته بل يطويه او يرفعه ثم يمشي لحاجته داخل بيت الشيخ او خارجه, و ان اراد ان يطوي رجليه و يمشي على فرش الشيخ بركبتيه فلا بأس, و كذلك لا ينبغي ان يدخل لشيخه قط خلوة و لا بيتاً الا باذنه الخاص فلا يكفيه اذنه العام, كان اذن لجماعة بالدخول فدخل لجماعة بالدخول فدخل معهم الا ان يكون نقيبا, الخ۔

"اور مرید کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے پاؤں کو مرشد کے مصلے پر نہ رکھے جب وہ راستے میں بچھا ہو بلکہ یہ اسے سمیٹ لے، یا اٹھا لے، پھر اس کے بعد اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے آگے جا سکتا ہے اور اگر اس نے ارادہ کیا کہ یہ اپنے پاؤں کو سمیٹ

---

[1] (انوار قدسیہ، ص ۱۴۲)

[2] (انوار القدسیہ، ج ۲ ص ۳۱)

[3] (انوار قدسیہ، ج ۱، ص ۵۰)

لے اور مرشد کے مصلی پر اپنے گھٹنوں کے بل چلے، تو اس میں کوئی قباحت نہیں اور اسی طرح اس کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ ان کے گھر یا خلوت خانے میں داخل ہو جائے اذنِ عام سے، بلکہ اذنِ خاص سے داخل ہو مگر جب ایک جماعت کو اذن ہو چکا ہو داخل ہونے کے لئے اور مرشد نے فرمایا ہو کہ اس کو بھی ساتھ لے کر آجاؤ، پھر خیر ہے۔" [1]

و من شأنه ان یفر ممن یرمی أهل الطریق بزور أو بهتان او ریاء او نفاق، فان کل من تجرأ علی اهل الطریق أبغضه الله و مقته، فلا یفلح بعد ذلک أبداً۔

"اور مرید کی شان یہ ہے کہ ان تمام لوگوں سے نفرت کرے اور دور رہے، جو اہل طریقت پر جھوٹ اور بہتان، اور ریاء اور نفاق کی نسبت کرتے ہیں، اس لئے کہ یہ لوگ جو عیب نکالتے ہیں اہل طریقت پر، وہ اللہ کے غضب میں مبتلا ہو چکے ہیں، اور اللہ کے دشمنوں میں شامل ہو گئے اور کبھی بھی کامیاب نہیں ہوں گے۔" [2]

و من شأنه ان یصحب الشیخ التربیة فقط دون علة أخری من أکل و شرب و وظیفة و نحو ذلک۔ و من دخل فی صحبة شیخ بعلة من هذه العلل او غیرها لا یفلح أبداً ما دامت تلک العلة فیه، الخ۔

"اور مرید کی شان یہ ہے کہ یہ اپنے مرشد کے ساتھ محبت اختیار کرے اور صحبت اختیار کرے صرف اور صرف اپنی تربیت کے لئے نہ کہ دنیا اور اغراض و علت کے لئے، جیسا کہ کھانا پینا یا کوئی اور وظیفہ، اور جو شیخ کی صحبت میں داخل ہوا اس حال میں کہ اس کا ارادہ ان علتوں میں سے کوئی ایک علت تھا، یا کوئی اور دنیاوی امور، تو وہ کامیاب نہیں ہو گا جب تک وہ علت اس میں موجود ہو۔"

و من شأنه ان ینشرح اذا منعه شیخه من الجلوس مع اخوانه او مع تلامذة شیخ آخر فان المضرة بذٰلک سریعة للمریدین ضعیف الاعتقاد فی شیخه۔

اور مرید کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو روکے رکھے جب مرشد مبارک اس کو اپنے پیر بھائیوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے منع فرمائیں یا دوسرے شیخ کے مریدوں کے بارے میں۔ اس لئے کہ ایسا کرنے سے مریدوں کو بہت زیادہ ضرر اور نقصان پہنچتا ہے، اور خاص کر اس مرید کے لئے جو اپنے مرشد مبارک پر ضعیف عقیدہ رکھتا ہو اور ان کی حقیقت اسے معلوم نہ ہو۔ [3]

و من شأنه أن یکون ورعاً عن الحرام و الشبهات فی مأکله، و ملبسه و منطقه، و سمعه، و بصره، و یده، و رجله، و قلبه، و فرجه۔ الخ.

---

[1] (انوار قدسیہ، ج ۱، ص ۴۸)
[2] (انوار قدسیہ، ج ۲، ص ۱۰۲)
[3] (انوار قدسیہ، ج ۱، ص ۳۰)

فصل در آداب طریقت عالیہ

”اور مرید کی شان یہ ہے کہ یہ پرہیز گار ہو اور اپنے آپ کو بچا کے رکھے حرام سے، مشتبہات سے، خوراک میں، لباس میں، باتوں میں، سننے میں، نظر میں، ہاتھوں میں اور پاؤں میں اور دل میں، اور شرم گاہ کے معاملے میں، یعنی ہر چیز میں یہ پرہیز کرے۔“[1]

ومن شأنه أن يكون دائم الايثار لأصحابه فی سائر الشهوات علی نفسه وقد أجمع الاشياخ علی أن المريد اذا كان شأنه الايثار واحتمل الأذی، فلابد من رفعته علی جميع أقرانه، امافی الدنيا واما فی الآخرة واما فيهما معاً۔

”اور مرید کی شان یہ ہے کہ پیر بھائیوں کو مختار سمجھے تمام خواہشات میں اپنے نفس پر، اور تحقیق کے ساتھ تمام مشائخ جمع ہو چکے ہیں اس بات پر کہ ہر وہ مرید جس نے اپنے پیر بھائیوں کو اپنے آپ سے بہتر سمجھا، اور ان کی اذیتوں کو اٹھایا، تو اللہ جل و علی شانہ اس کو دین و دنیا میں اپنے پیر بھائیوں پر رفعت عطا فرمائے گا۔“ [2]

وكذلک اذا رسم الشيخ لاحد بشیء من الطعام او الثياب لا ينبغی له الاعتراض عليه ولو فی نفسه۔

دوسری جگہ پر ہے: اس طرح جب شیخ کسی کو طعام یا کپڑے وغیرہ دے تو مرید کو شیخ پر اعتراض نہیں کرنا چاہیئے اگر چہ دل میں ہو۔ [3]

امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ومن شأنه أن يعتقد فی شيخه أنه اعرف بخواطر، وعيوبه الباطنة منه لكن من طريق الالهام لا من باب سوء الظن والكشف الشيطانی۔

”اور مرید کی شان یہ ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ میرے شیخ مبارک میرے دل کے احوال اور عیوب پر باخبر ہیں، بطریقہ الہام، نہ کہ بطریقہ بدگمانی اور کشفِ شیطانی۔“ [4]

نیز فرماتے ہیں:

ومن شأنه أن لا يلتفت لشیء من الدنيا بعد أن جمعه الله علی شيخه فان بين يديه جميع ما قسم للمريد من الدنيا والاخرة۔

”اور مرید کی شان یہ ہے کہ کوئی التفات نہ کرے دنیا کی چیزوں میں جو کہ اللہ جل و علی شانہ نے اس کے مرشد پر جمع فرمائی ہیں، اس لئے مرشد کے دربار میں دنیا و آخرت کی چیزیں ہیں جو کہ مرید کے لئے تقسیم کی گئی ہیں۔“ [5]

---

[1] (انوار قدسیہ، ج ۲، ص ۱۲۶)
[2] (انوار قدسیہ، ج ۲، ص ۹۶)
[3] (انوارِ قدسیہ ج ۲ ص ۴۹)
[4] (انوارِ قدسیہ ۱۸۸:۲)
[5] (انوار قدسیہ، ج ۲، ص ۱۹۰)

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

و من شأنه ان لا يتقدم على شيخه فى المشى و غيره بل يكون مشيه تبعاً لشيخه فى الظاهر و الباطن، فان تقدم عليه لحاجة فلا بأس كأن يتقدم ليجس له المخاضة او يكشف له عن حضرة فى الطريق فى الليالى المظلمة و نحو ذلك فان ذلك من جملة ايثار شيخه عليه بالنفع دون الضر، قالوا و لا ينبغى له ان يستدبر شيخه ابداً الا باذن و يكون ذلك مع استشعار المريد الخجل و الحياء حتى كانه و يمشى على الجمر فان شيخه أعظم حرمة من الكعبة، و قد استحب بعض العلماء للانسان اذا فارقها انه يلتفت اليها بوجهه و يمشى القهقهرى حتى يتوارى عنها بجدار او يبعد جداً۔

"اور مرید کی شان یہ ہے کہ چلتے وقت اپنے مرشد سے آگے آگے نہ جائے، اور نہ برابر جائے، بلکہ مرید کی رفتار مرشد سے کم ہونی چاہیئے، ظاہر اور باطن میں۔ پس اگر یہ کسی حاجت کے لئے آگے ہو جائے تو یہ گناہ نہیں ہے۔ جیسے کہ رات کی تاریکی میں آگے ہو جائے اور کوئی ضرر پہنچانے والی چیز کو ہٹائے، یا اس کی مثل کوئی اور کام کیونکہ یہ تمام چیزیں ان امور میں سے ہیں جو شیخ کو پسند ہیں نفع کی وجہ سے نہ کہ ضرر کی وجہ سے اور مرید کے لئے مناسب یہ ہے کہ یہ اپنی پیٹھ اپنے مرشد کی طرف نہ کرے مگر ان کی اجازت کے ساتھ اور اس انداز کے ساتھ چلے کہ یہ نادم ہو، گویا کہ یہ آگ کی چنگاریوں پر چل رہا ہو۔ اس لئے کہ مرشد کی حرمت و عظمت کعبہ شریف سے بھی اونچی ہے اور بعض علماء نے سالک کے لئے یہ کہا ہے کہ جب یہ اپنے پیر و مرشد سے جدا ہونا چاہے تو اپنے شیخ مبارک کو دیدار کرتے ہوئے اور رجعتِ قہقہری کے ساتھ چلتا رہے یہاں تک کہ دیوار یا کسی اور چیز سے نظروں سے غائب ہو جائے۔"[1]

علامہ فقیر اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ قطب الارشاد میں امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے شیخ ابو علی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل فرماتے ہیں:

و ان لا يكون فى قلبه انكار بكل ما يقوله و لا فى لسانه مجادلة عليه، الخ

"اور مرید کے بہترین آداب میں سے اپنے پیر و مرشد کے ساتھ یہ ہے کہ دل میں بھی انکار نہیں آنے دے اس پر جو مرشد فرمائیں اور نہ زبان پر اس کی بحث لائے۔"[2]

و ينبغى ان يكون بين يدى الشيخ كالميت بين يدى الغسال يتصرف فيه كيف يشاء فانه اعرف بمصالح المريد و مفاسده و مراشده: الخ

---

1 (انوارِ قدسیہ، ج۲، ص۵۵)

2 (قطب الارشاد، ص۵۳۰)

”اور مناسب ہے مرید کے لئے کہ پیر و مرشد کے سامنے ایسے ہو جائے جیسے مردہ غسل کروانے والے کے سامنے، جس طرح وہ چاہے اس میں تصرف کر سکتا ہے، تو پیر کامل بہت ہی زیادہ عالم ہوتا ہے مرید کی اصلاح اور نقصان کے بارے میں، اور رشد و کمال کے بارے میں۔“[1]

وینبغی ان یکون فی اعتقادہ ان ھذا المظھر ھو الذی عینہ الحق سبحانہ للافاضۃ علی و لا یحصل لی الفیض الا بواسطتہ دون غیرہ و لو کانت الدنیا مملؤۃ من المشائخ و متی یکون فی باطن المرید تطلع الی غیر شیخہ لم ینفتح باطنہ الی حضرۃ الحق سبحانہ و اذا خطر بالہ ان فی العالم احدا یوصلہ الی اللہ غیر شیخہ تصرف فیہ الشیطان و ازعجہ عن الخلوۃ: الخ

ترجمہ: ”اور مناسب ہے مرید کے لئے کہ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ جل شانہ نے شیخ کی صورت میں جو مظہر میرے لئے مقرر کیا ہے، خیر اور برکت کے لئے ہے، اور یہ فیض مجھے حاصل نہیں ہوتا مگر ان کے واسطے سے، نہ کہ غیر کے واسطے سے اگرچہ دنیا مشائخ سے بھری ہوئی ہے اور جب مرید کے باطن میں یہ خیال آجائے کہ فلاں شیخ میرے لئے میرے مرشد سے بہتر ہے، تو اس کو کبھی بھی نفع نہیں ملے گا، باطنی حیثیت سے۔ اور جب اس کے دل میں یہ بات آجائے کہ عالم کے اندر کوئی اور بھی ہے میرے شیخ کے علاوہ جو مجھے وصول الی اللہ تک پہنچا دے گا، تو سمجھ لو کہ ایسے مرید کے اندر شیطان نے تصرف کر لیا ہے، اور اسے خلوت سے ہٹا دیتا ہے۔“[2]

و من الاداب ان لا یسال عن شیخہ قط لم فعلت یا سیدی کذا أو لم ترکت کذا اما قرع سمعک حدیثُ خضر مع موسیٰ صلوات اللہ نبینا و علیھما فان اتبعتنی فلا تسالنی عن شیء حتیٰ احدث لک منہ ذکرا فلا تعترض علی بشیء فی شیء ان کنت تابعاً صادقاً: الخ ۔

”اور مرید کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ وہ سوال نہیں کرے گا اپنے شیخ سے کہ آپ نے یہ کام کیوں کیا اے میرے سردار اور آپ نے یہ کام کیوں چھوڑا، اے میرے سردار۔ کیا آپ نے حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ واقعہ نہیں پڑھا کہ جس میں خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر آپ میری تابعداری کرنا چاہتے ہیں تو مجھ سے کسی چیز کے بارے میں نہیں پوچھیں گے، جب تک میں آپ کو خود وضاحت نہ کر دوں اور آپ اعتراض نہ کریں کسی چیز پر اور یقین کے ساتھ میری تابعداری کیجئے۔“[3]

---

[1] (انوار قدسیہ، ص ۵۳۱)
[2] (انوار قدسیہ، ص ۵۳۲)
[3] (انوار قدسیہ، ص ۵۳۰)

فصل در آداب طریقت عالیہ

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

وھٰکذا ادب المرید مع الشیخ ان یکون مسلوب الاختیار لا یتصرف فی نفسہ ومالہ الا بمراجعة الشیخ وامرہ الخ۔

"شیخ کی مجلس میں مرید کو چاہیئے کہ ان آداب کو ملحوظ رکھے، شیخ کے سامنے اپنے اختیار سے دست بردار ہو جائے۔ اپنی جان ومال میں شیخ کے مشورہ اور حکم کے بغیر تصرف نہ کرے۔

فاحسن ادب المرید من الشیخ السکوت والخمود والجمود حتی یبادئہ الشیخ بمالہ فیہ من الصلاح قولاً وفعلاً الخ۔

"مرید کا بہترین ادب شیخ کے سامنے یہ ہے کہ ہمیشہ چپ رہے اور اپنی گردن کو جھکا کے رکھے، اور استقامت رکھے اس وقت تک جب تک شیخ کسی کام کے متعلق خود شروع کرے جس میں مرید کے لئے قولاً و فعلاً فائدہ ہو۔"[1]

وفی ھذا تأدب للمرید فی الدخول علی الشیخ والاقدام علیہ وترکہ الاستعجال وصبرہ الی أن یخرج الشیخ من موضع خلوتہ الخ۔

اور اس میں مرید کے لئے مرشد کے پاس آنے، اور کسی بھی کام پر اس کے سامنے اظہارِ جرأت کرنے اور جلد بازی کو چھوڑنے اور مرشد کے اپنے خلوت خانے سے از خود برآمد ہونے تک صبر کرنے کی تادیب ہے۔"[2]

ومن شأنہ ان یبادر لامتثال أمر شیخہ ولا یتوقف علی معرفة الدلیل علی أمرہ بہ فان ذلک من اکبر قواطع الطریق۔

اور مرید کی شان یہ ہے کہ یہ تیزی اور جلدی کرے ہر اس کام میں جس پر مرشد مبارک اسے امر فرمائیں، اور کسی امر کے لئے دلیل جاننے کے لئے توقف نہ کرے، سو اگر اس نے ایسا کیا تو یہ طریقت کی راہ قطع کرنے کا بڑا سبب ہے۔[3]

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومن اعظم اخلاق المرید التحمل لأذی الناس وکظم غیظہ ما استطاع فان کل من لم یحمل کظم الغیظ فلا بد من وقوعہ فی ذل الاعتذار۔

"اور مرید کے اعلیٰ اخلاق میں سے یہ ہے کہ وہ لوگوں کی تکلیف پر صبر کرے اور اپنی استطاعت کے مطابق غصے کو پی جائے، اور جو غصے کو برداشت نہیں کرتا تو اسے عذر کرنے کی ذلت برداشت کرنی پڑتی ہے۔[4]

---

[1] (انوار قدسیہ، ج۵، ص ۱۹۹)

[2] (انوار قدسیہ، ج۵، ص ۲۰۱)

[3] (انوارِ قدسیہ، ج ۱، ص ۷۰)

[4] (انوارِ قدسیہ ص ۱۴۲)

فصل در آداب طریقت عالیہ

پس مرید کو اپنی سعادت پیر کی قبولیت میں جاننا چاہیئے اور اپنی شقاوت اس کے رد میں نَعوُذُ بِاللہِ سُبۡحَانَہٗ مِنۡ ذَالِکَ حَقّ سُبۡحَانَہٗ کی خوشنودی پیر کے پردہ کے پیچھے رکھی ہے، جب تک کہ مرید پیر کی مرضی میں اپنے کو گم نہ کر دے گا اللہ سبحانہ کی مرضی تک نہ پہنچے گا۔ پیر کے آزار میں مرید کی آفت ہے جو لغزش اس کے بعد ہو اس کا تدارک ممکن ہے لیکن پیر کے آزار کی کوئی چیز تدارک نہیں ہے۔ پیر کا آزار خاص مرید کے لئے شقاوت کی جڑ ہے عِیَاذُ بِاللہِ سُبۡحَانَہٗ مِنۡ ذَالِکَ اور معتقدات اسلامیہ میں خلل اور احکام شرعیہ کے بجالانے میں فتور یہ اس کے نتیجے اور پھل ہیں اچھے حالات کہ جو باطن سے تعلق رکھتے ہیں ان کا کیا کہنا؟ اور اگر باوجود آزار پیر کے کوئی اثر باقی رہے تو اس کو استدراج خیال کرنا چاہیئے کیونکہ وہ آخر خرابی کی طرف کھینچے گا اور سوائے نقصان کے کوئی نتیجہ نہ ہو گا، انتہیٰ۔ اور نیز حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اسی رسالہ مبدء و معاد میں تحریر فرماتے ہیں کہ اعتقاد مرید کا ساتھ افضلیت نہ دے کہ جن کی فضیلت شرع میں درج ہے کہ باعث ہے افراط محبت کا اور ایسی محبت مذموم ہے۔ شیعہ افراط محبت اہلبیت میں خراب ہوئے اور نصاریٰ فرط محبت عیسیٰ علیہ السلام میں کہ انہوں نے اللہ کا بیٹا کہا اور خسارہ ابدی میں پڑے لیکن اگر سوائے ان کے فضیلت دے تو جائز ہے بلکہ طریقت میں واجب اور یہ فضیلت دینا مرید کے اختیار میں نہیں ہے بلکہ مرید مستعد میں بے اختیار یہ اعتقاد پیدا ہوتا ہے اور اس وسیلہ کے ساتھ کمالات پیر کو اخذ کرتا ہے اور اگر فضیلت دینا مرید کا اس کے اختیار میں ہے اور ساتھ تکلف کے پیدا کرتا ہے یہ جائز نہیں ہے اور نہ اس کا کچھ ثمرہ ہے اور اس کو طریق صوفیاء سے زیادہ حصہ ملتا ہے کہ جس کی فطرت میں تقلید و پیروی زیادہ ہوتی ہے پس دار و مدار اس جگہ تقلید پر ہے اور حصر امر کا اس جگہ پیروی تقلید انبیاء علیہم السلام پر ہے ان کی تقلید اعلیٰ درجوں پر پہنچاتی ہے اور پیروی اصفیاء کی بلندی مرتبہ پر پہنچاتی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جو فطرتاً تقلید زیادہ رکھتے تھے اپنی سعادت سے تصدیق نبوت بہت جلدی فرمائی اور اسی وجہ سے صدیقوں کے سردار ہوئے اور ابوجہل لعین استعداد تقلید اور اتباع کی کم رکھتا تھا اس لئے اس سعادت سے فائدہ نہ اٹھایا اور وہ پیشوا ملعونوں کا ہوا، مرید جو خوبی اپنے میں پاتا ہے وہ پیر کی تقلید سے پاتا ہے، خطائے پیر صواب مرید سے بہتر ہے اس واسطے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سہو پیغمبر ﷺ کی آرزو رکھتے تھے یالیتنی سہو محمد ﷺ حضرت پیغمبر خدا ﷺ نے شان بلال رضی اللہ عنہ میں فرمایا کہ سین بلال رضی اللہ عنہ عند اللہ شین ہے کیونکہ بلال رضی اللہ عنہ عجمی تھے اور اذان میں اشھد کی جگہ اسھد کہتے تھے پس خطاء بلال رضی اللہ عنہ کی اوروں کے صواب سے بہتر ہے۔ بر اشھد تو خندہ زند اسھد بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طالب کو چاہیئے کہ روئے دل تمام باتوں سے پاک کر کے پیر کی طرف متوجہ رہے اور شیخ کی موجودگی میں بے حکم اس کے نوافل اور ذکر میں مشغول نہ ہو اور اس کے حضور میں کسی اور کی طرف مخاطب نہ ہو اور ہمہ تن پیر کی طرف متوجہ رہے مگر جو حکم دے اس کی تعمیل کرے اور سوائے نماز فرض واجب سنت

اس کے سامنے نہ پڑھے اور ایسی جگہ نہ کھڑا ہو کہ سایہ مرید کا پیر کے جسم پر یا اس کے کپڑے پر پڑے اور اس کے مصلے پر پیر نہ رکھے اور پیر کے وضو کی جگہ طہارت نہ کرے اور اس کے خاص برتن استعمال کو اپنے کام میں نہ لائے اس کے سامنے نہ کھانا کھائے نہ پانی پیئے اور نہ کسی سے بات کرے اس کی غیر موجودگی میں اس کی خاص جگہ میں پیر نہ پھیلائے اور تھوک اس کی طرف کو نہ ڈالے اور اس کے کاموں پر اعتراض نہ کرے کہ سوائے افسوس اور بدنصیبی کے کچھ حاصل نہیں اور پیر کے تمام اعمال لباس کھانے پینے عبادت کرنے نماز پڑھنے میں پیروی کرے۔ کشف و کرامات اس سے نہ چاہے کیونکہ معجزات طلب کرنے والے انبیاء علیہم السلام سے کفار تھے اگر کوئی شبہہ ہو تو بے توقف اس کو عرض کرے اگر شبہہ حل نہ ہو تو اس کو اپنی بے سمجھی پر محمول کرے اور جو واقعات مرید کو پیش آئیں اس کو پیر سے نہ چھپائے کیونکہ مرید حق و باطل میں پوری تمیز نہیں رکھتا ہے اور آواز اپنی پیر کی آواز پر بلند نہ کرے، اور بات پکار کر نہ کرے کہ بے ادبی ہے اور مرید کو جو فیض و فتوح ہو اس کو بواسطہ پیر جانے۔ اگر کسی دیگر بزرگ کی شکل میں فیض یا فائدہ پہنچے تو وہ فیض خاص پیر ہی کا ہے لطائف پیر کے مناسب استعداد طالب ظاہر ہوئے ہیں دوسرے بزرگ کا سمجھنا نہایت غلطی ہے۔ سچ ہے کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچتا۔ تمام ہوا کلام حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا۔ جو کچھ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آداب مرید و حقوق پیر فرمائے ہیں یہ سب بجا اور درست ہیں بلکہ میں نے فی الجملہ اس میں اختصار کیا ہے لیکن یہ حقوق اور آداب ان پیروں کو سزاوار ہیں کہ جن کی صفت فصل تلاش مرشد میں لکھی گئی ہے اگر کوئی پیر ان صفات کے خلاف ہو تو وہ نہ مرشدی کے قابل ہے اور نہ ادائے آداب کا سزاوار اور اتباع پیر کی اور پیر کے اعمال کی گرفت نہ کرنا، حضرت مجدد صاحب کی مراد اس سے اتباع معاملہ طریقت میں ہے کہ جس کو سلوک کہتے ہیں اگر کوئی پیر خود نماز نہ پڑھے یا داڑھی منڈائے یا کترائے یا عورتوں سے پردہ کو اپنے لئے ٹھیک نہ جانے اور جو فعل شریعت میں حرام ہے اس کا مرتکب ہے تو ہرگز ہرگز ایسا پیر نہ پیری کے لائق ہے نہ اس کی پیروی کی ضرورت ہے جب مرید ہوں رضامندی خدا و اتباع حبیبِ خدا ﷺ کے واسطے اور وہ پیر خود خدا سے دور ہو اور دوسروں کو بھی دور کرنے والا ہو تو ایسے پیر کو خلیفہ شیطان سمجھنا چاہیئے۔

حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دست ناقص دست شیطانست و دیو — زانکہ اندر دام تکلیف ست ریو

ناقص کا ہاتھ شیطان کا ہاتھ ہے — اس لئے اس جال اور مصیبت سے بچ

مزید تحقیق کے لئے سالک کو تربیت السالکین کا مطالعہ کرنا چاہیئے، اسی طرح اثبات البیعت (حضرت بابا جی سراج الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا بھی مطالعہ کرے۔

باوجود حیات پیر اول دوسرا پیر کر سکتا ہے

فی زمانہ بعض پیر اپنی طمع نفسانی و کسر شان ہونے کی وجہ سے اپنے مریدوں کو غلط مسئلہ طریقت کا بتلاتے ہیں کہ اب سوائے ہمارے کسی طرف رجوع نہ کرنا تمہارا فرض ہے تم ہمارے جھنڈے کے نیچے آچکے، اب دوسری جگہ بیعت نہیں ہوسکتے ۔اگر ہوئے تو ہم تمہارا نام مریدوں کے دفتر میں سے کاٹ دیں گے تمہاری شفاعت نہ کریں گے۔ غرض کہ ایسی بہت سی فضول باتیں جاہلوں کو سمجھاتے ہیں یہ سب باتیں بے اصل ہیں اور حقیقتاً شرارت نفس ہے۔ بے شک خدا کے مقبول بندے گنہ گار لوگوں کی شفاعت کریں گے اور ان کا وجود خلق کے واسطے باعث رحمت ہے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سب مریدوں سے فرمایا کہ خدا نے ایک سے ایک زیادہ پیدا کیا ہے تم مجھ سے بہتر شیخ تلاش کرلو اکثر مرید آپ کے یہ عرض کرنے لگے کہ آپ کو چھوڑ کر ہم کہیں نہیں جائیں گے مگر بعض اشخاص گئے تھے مگر بعد تلاش پھر واپس آگئے اور عرض کیا کہ آپ جیسا بزرگ نہ ملا۔ یہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل بے نفسی اور کمال کا ثبوت ہے کہ جن کی ایک توجہ سے نانبائی آپ کا ہم شکل بن جائے اور قرب حق میں بھی اسی کمال کو پہنچ جائے اور جن کے حضرت مجدد الف ثانی جیسے خلیفہ ہوں ان کا ایسا فرمانا بے نفسی کی بین دلیل ہے۔ اسی واسطے آپ کو خواجہ بے نفس بھی کہتے ہیں۔ اکثر اکابرین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، کسی نے چار کسی نے تین کسی نے دو، کسی نے ایک ہی پر قناعت کی ہے۔ حضرت محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابرِ دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے کئی کئی پیر کئے ہیں لیکن ایسا کب کیا ہے کہ پیر کا انتقال ہوگیا، پیر سے ایک سلسلہ کا سلوک ختم ہوگیا یا جہاں تک پیر کی ترقی تھی وہاں تک کرچکا، یا پیر سے ہمیشہ کے لئے دور ہوگیا یا جو کچھ پیر نے ذکر و فکر بتلایا، اس پر مواقع ارشاد پیر کے دو تین برس شب و روز مخاطب رہا، پھر بھی فائدہ قرب حق میں کم پایا یا نہ پایا، یا ان کے عقائد یا معاملہ کو خراب پایا، ان سب صورتوں میں دوسرا پیر کر سکتا ہے بلکہ طالب حق کو دوسرا پیر کرنا نہایت ضروری ہے لیکن جو شخص اس واسطے کسی بزرگ سے بیعت ہوا ہو کہ میں اس بزرگ کے ہاتھ پر توبہ کرکے آئندہ گناہ سے اجتناب کروں یا اس لئے بیعت ہوا کہ اس بزرگ کی ذات دنیا اور آخرت میں میرا وسیلہ بنے اس بیعت اول کو بیعت توبہ کہتے ہیں اور دوسری بیعت کو بیعت توسل کہتے ہیں ان دونوں بیعت کرنے والوں کو کسی اور جگہ بیعت ہونے کی ضرورت نہیں اور وقت بیعت طالب کی نگاہ میں یہ بزرگ سب سے اپنے زمانہ میں اور اس طالب کی تحقیق میں جب اچھا ثابت ہوچکا ہے تو اب پھر اس کے خلاف سابقہ پیر کی برائی اور دوسرے پیر کی بھلائی کرنے کا طالب کے پاس کون سا معیار اور کون سی ترازو ہے اس لئے اس کو دوسرا پیر کرنے کی ضرورت نہیں اور جس شخص طالب حق کو شیخ سے

باطنی فائدہ پہنچ رہا ہے اس کا بھی بلاوجہ ادھر ادھر شیخ کی تلاش کرنا اور جگہ جگہ مرید ہوتے پھرنا بوالہوسی اور نہایت خراب بات ہے ایسے آدمی کو ہر جائی کہتے ہیں جو نہایت مذموم ہے۔

آگاہی: بیعت شریعت میں بہت قسم کی ہے لیکن طریقت میں رواج تین قسم کی بیعت کا ہے۔ بیعت توبہ، بیعت توسل، بیعت کسب سلوک واسطے قرب حق اور تزکیہ نفس کے جو تیسری بیعت کسب سلوک کی ہے اس کے طالب کے واسطے اوپر لکھا گیا ہے کہ صورت ہائے مذکورہ بالا میں وہ دوسری جگہ بیعت کرے اور اس کو بیعت ہو کر قرب حق حاصل کرنا چاہئے لیکن بیعت توبہ اور بیعت توسل میں تکرار بیعت کی ضرورت نہیں۔ اب میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کا ترجمہ کرتا ہوں۔ کسی نے آپ سے سوال کیا کہ باوجود حیات پیر اگر طلب حق کے واسطے کسی دوسرے پیر کے پاس جائے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ آپ نے اس کا جواب یہ تحریر فرمایا کہ مقصود حق تعالیٰ ہے اور پیر وسیلہ ہے طرف قرب حق کے، اگر طالب خدا اپنی ہدایت کا راستہ دوسرے پیر کے پاس دیکھے اور اپنے دل کو اس کی صحبت میں اور خدا کی محبت میں یکسو پائے تو جائز ہے کہ زندگانی پیر میں بغیر اس کی اجازت کے دوسرے پیر کے پاس چلا جائے اور طلب ہدایت اس سے چاہے، مگر چاہئے کہ پیر اول سے انکار نہ کرے اور سوائے نیکی کے اس کو یاد نہ کرے۔ عام طور پر پیری اور مریدی اس وقت کی سوائے رسم وعادات کے نہیں رہی ہے اکثر پیر اس وقت کے اپنے سے ہی خبر نہیں رکھتے ہیں اور ایمان کو کفر سے جدا نہیں کرسکتے۔

کسی شاعر نے حسب موقع کہا ہے:

آگہ از خویشتن چوں نیست چنیں ۔۔۔ چہ خبر دار از چناں وچنیں

جب اپنے حال سے ہی آگاہ نہیں ۔۔۔ تو دوسروں کے حالات سے کیا واقف ہو گا

افسوس اس مرید پر کہ اس طرح اعتقاد پیر کے ساتھ کر کے بیٹھا رہے اور دوسرے شیخ کے پاس نہ جائے اور راستہ خداوند جل شانہ کا تلاش نہ کرے، یہ خطرات شیطانی ہیں کہ پیر ناقص کی زندگانی سے طالب کو حق تعالیٰ سے جدا کرتے ہیں جس جگہ راستہ ہدایت کا کھلا ہوا پائے بے توقف رجوع کرے اور وسوسہ شیطانی سے پناہ مانگے۔ امام الطریقہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کا فتویٰ علمائے بخارا سے لیا ہے کہ اگر ایک پیر سے خرقہ ارادت لیا اور دوسرے سے تعلیم اور تیسرے کی صحبت سے فائدہ اٹھایا یہ تینوں دولتیں اگر ایک جگہ مل جائیں تو نعمت اور جائز ہے کہ تعلیم اور صحبت میں کئی پیروں سے فائدہ اٹھائے اور حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مثل میرے پیروں کے پیر رکھتا ہو اس کو دوسرے پیر کے پاس نہ جانا چاہئے مگر پیر ناقص سے ضرور علیحدہ ہو کر دوسرے پیر کی طرف رجوع کرنا چاہئے کیونکہ وہ اس قابل نہیں ہے کہ اس کے ساتھ بیٹھا جائے بلکہ ایسے پیر کی صحبت میں بیٹھنا اپنی استعداد کو ضائع کرنا ہے۔

فصل در آداب طریقت عالیہ

نور العقائد فی بیان عقائد اہلسنت والجماعۃ میں حضرت ملا صالح محمد القاضی سابقاً قالات قندھار افغانستان لکھتے ہیں:

فصحبة الشيخ الناقص الذى لم يتم امره بالسلوک والجذبة۔ سم قاتل والانابة اليه مرض مهلک۔ يضيع استعداد المريد الرفيع۔ ويفسده مثل فساد البيضة۔ فلا يجوز اخذ الطريق الى الله تعالى من الناقص لمامر۔ ولا من المقلد بآبائه الكاملين المكملين غير سالک مسلکهم۔ وغير واصل مبلغهم۔ لان الارادة لا تصح الا بالتعليم والتعلم۔ وحصول درجة التكميل۔ وليس فيه شيء من ذالک۔ وايضا الشيخ الناقص مثل الزانى۔ ومريده ولد الزانى۔ والشيخ الناقص مثل الصنم۔ ومريده مثل عابد الصنم۔ ويفتضح هو ومريده على رؤس الاشهاد يوم القيامة۔ والشيخ الناقص مثل الطبيب الجاهل۔ يعل الصحيح۔ ويقتل المريض۔ والشيخ الناقص اشرار الاشرار۔ وافجر الافجار۔ والشيخ الناقص مثل المنافق۔ ينطفىء نور فقره عند الموت۔ واحاطت به ظلمات المتراقمة۔ مثل ظلمات الليلة المظلمة المتغيمة المطيرة وادركته اللعنة۔ والغضب والخزلان۔ كما ينطفىء نور كلمة المنافق عند الموت۔ واحاطت به ظلمات الكفر۔ ووصل الى درک الاسفل من النار۔ والشيخ الناقص مثل الدجال۔ ومثل الفرق الضالة۔ ومثل الرافضية والوهابية۔ ويكون بينه وبين مريده مخاصمة والتبرى يوم القيامة۔ كما بين التابع والمتبوع من الفريق الضالة الكفرة۔ والى غير ذالک من انواع العذاب والنكال۔ فينبغى للمريد ان يجتهد فى معرفة من يصلح شيخا۔ ويجوز الاقتداء به۔ لان هلاک اكثر الطالبين۔ بل عموم الناس بالاقتداء بالائمة المضلين۔ وافتراق الامة الى ثلث وسبعين فرقة نشأ من الصوفية الذين ما كانوا على ماجاء به النبى ﷺ۔ هذه الجملة منقولة من قطب الارشاد۔ وروح البيان۔ والمكتوبات۔ وفتوح الغيب۔ والفتوحات۔ والابريز۔ وجامع الكرامات۔ ولطائف المنن۔ وعهود۔ وبحر مورود۔ وانيس الوحيد۔

ترجمہ: ”وہ شیخِ ناقص جس کا کام سلوک اور جذبہ سے تام نہ ہوا ہو اس کی صحبت زہرِ قاتل ہے اور اس کی طرف رجوع کرنا مہلک مرض ہے جو کہ بلند درجہ مرید کے استعداد کو بھی ضائع کر دینے والی ہے اور مرید کو اس طرح فاسد کرتا ہے جس طرح گندہ انڈہ، تو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے راستے میں ناقص سے استفادہ جائز نہیں ہے ما قبل بیان کی وجہ سے، اور نہ اس شخص سے استفادہ جائز ہے جو اپنے کاملین مکملین باپ دادا کا مقلّد ہو لیکن ان کے راستے پر جانے والا نہ ہو اور ان کے مقام تک پہنچنے والا نہ ہو، کیونکہ پیری مریدی تعلیم و تعلم (افادہ واستفادہ) کے بغیر صحیح نہیں اور کمال کے درجے تک پہنچنے کے بغیر بھی پیری مریدی صحیح نہیں اور ان (ناقص سجادہ گان) میں یہ چیزیں نہیں ہیں۔ اور اسی طرح ناقص پیر زناکار کی طرح ہے اور اسکا مرید ولدِ زنا کی طرح ہے۔ اور ناقص پیر بت کی طرح ہے اور اس کا مرید بت پرست کی طرح ہے اور رسوا ہوگا، یہ ناقص اور اسکا مرید قیامت کے دن لوگوں کے سامنے شیخ ناقص جاہل طبیب کی طرح ہے جو تندرست کو بیمار کر دیتا ہے اور بیمار کو مار دیتا ہے۔ شیخ ناقص بدتر سے بدتر ہے اور فاجروں سے بڑا فاجر ہے۔ شیخ ناقص منافق کی طرح ہے جس کی فقر کی روشنی موت کے وقت بجھ جائیگی اور اس پر تہہ در تہہ تاریکیاں چھا جائیں گی اس رات کی تاریکیوں کی طرح جو اندھیری ہو اور بادل والی ہو اور بارش برسنے والی ہو۔ یہ

(ناقص پیر) لعنت میں، قہر میں اور رسوائی میں مبتلا ہو جائے گا۔ جس طرح منافق کے کاموں کی نورانیت موت کے وقت ختم ہو جائے گی اور اس کو ظلماتِ کفر گھیر لیں گی اور جہنم کے نیچے والے طبقے میں پہنچ جائے گا۔ شیخ ناقص دجال کی طرح ہے، گمراہ فرقوں کی طرح ہے، رافضیہ اور وہابیہ کی طرح ہے۔ شیخ ناقص اور اسکے مرید کے درمیان بروز محشر جھگڑا ہو گا اور ایک دوسرے سے بیزاری ہو گی، جس طرح گمراہ کافر فرقوں کے تابع اور متبوع کے درمیان جھگڑا اور ایک دوسرے سے بیزاری ہو گی اور اسکے علاوہ عذاب اور عبرت ہو گی۔ مرید کو چاہیئے کہ ایسے شخص کو پہچاننے کے لئے کوشش کرے جس کی اقتدا کرنا جائز ہو اور وہ شیخ بننے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو کیونکہ طالبانِ راہِ حقیقت کی ہلاکت بلکہ عامۃ الناس کی ہلاکت گمراہ کن ائمہ کی اقتدا کی وجہ سے ہوتی ہے اور امتِ مسلمہ کا تہتر فرقوں میں تقسیم ہونا ان (جعلی) صوفیوں کی وجہ سے ہوا ہے جو نبی پاک ﷺ کے لائے ہوئے پیغام اور طریقے پر نہیں تھے۔"[1]

ناقص شخص کو خود اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے تو یہ کسی اور کی کیسے اصلاح کرے گا۔

تفسیر روح البیان میں ہے:

اذا کان الغراب دلیل قوم سیهدیهم الی أرض الجیاف۔

"جب کسی قوم کار ہنما کوا ہو تو وہ اسے گندگی ہی کی طرف بلائے گا۔" (ج۵:۲۸۹)

تو ناقص پیر کی مثال بھی اسی طرح ہے کہ خود تو ہے ہی ہلاک، اور دوسروں کو بھی ہلاکت میں ڈال دیتا ہے اور جو حالات، کیفیات، (جذب، وجد، حرکات و سکنات) اور کشفیات اس سے صادر ہوتی ہیں، وہ بھی استدراج ہیں۔ دوسری بات یہ کہ یہ جو وظائف کرتا ہے، اس کی بھی تاثیرات ہوتی ہیں تو ان تاثیرات کی بدولت لوگوں کو دھوکہ ہو جاتا ہے کہ یہ کرامت ہے، حالانکہ وہ حقیقتاً استدراج ہوتا ہے۔ اور ناقص پیر وہ ہے جس نے سلوک اور مقاماتِ ولایت طے نہ کئے ہوں اور مقامِ رسوخ تک نہ پہنچا ہو، **سیر الی اللہ، سیر فی اللہ، سیر عن اللہ** اور **سیر فی الاشیاء بطریق اتم** طے نہ کئے ہوں، فنا اور بقا کی دولت سے مشرف نہ ہوا ہو۔ لطائف کی حیات، اطمینانِ نفس، عناصرِ اربعہ کا اعتدال اور اخلاقِ محمودہ سے متصف نہ ہو، تو سمجھ لو کہ ایسا شخص پیرِ ناقص ہے، اور ہر کسی کو چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو اس سے دور رکھے تا کہ ہلاکت میں نہ پڑ جائے، جیسے کہ مولانا روم فرماتے ہیں:

دستِ ناقص دستِ شیطان است و دیو	**زآن کہ اندر دامِ تکلیف است و ریو**
ای بسا ابلیس آدم رو کہ ہست	پس بہ ہر دستی نباید داد دست

[1] (نور العقائد فی بیان عقائد اہلسنت و الجماعۃ، ص ۳۵۰)

اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب القول الجمیل میں فرماتے ہیں کہ تکرار بیعت کی رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے اور اسی طرح حضرات صوفیاء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے حضرت خواجہ عزیزان علی رامتینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

باہر کہ نشینی ونہ شد جمع دلت	وز تونہ رمید صحبت آب و گلت
جس کسی کے ساتھ تو بیٹھے اور تجھے اطمینان نہ ہو	اور تیرے دل سے دنیا کی محبت دور نہ ہو
زنہار ز صحبتش گریزاں می باش	ورنہ نہ کند روح عزیزاں بحلت
قطعاً ایسے لوگوں کی صحبت سے بھاگ	ورنہ روح نیک بندوں کی تجھ سے خوش نہ ہو گی

طریقہ نقشبندیہ کی فضیلت اور شان

یہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ حضرت نبی کریم ﷺ کے خلیفہ اول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاری ہے جن کا ایمان تمام امت کے ایمان سے بھاری اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تمام نیکیوں سے ان کی ایک نیکی جناب رسول اللہ ﷺ نے بہتر فرمائی۔ غرضیکہ امت میں بالاتفاق بعد انبیائے کرام علیہم السلام کے آپ کا مرتبہ ہے کہ جمعہ کے روز ہر ملک میں ہر خطیب منبر پر یہ پڑھتا ہے خیر البشر بعد الانبیاء بالتحقیق حضرت ابا بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور حدیث مبارک میں ہے: **"ما صب اللہ شیئاً فی صدری الا صببتہ فی صدر ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ"**، یعنی جو کچھ (انوار و تجلیات و فیوضات و برکات) میرے سینے (مبارکہ) میں اللہ تعالیٰ نے انڈیلے ہیں وہ میں نے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینۂ (مبارکہ) میں انڈیل دیئے ہیں (توجہ اور انعکاس سے)۔ جس طرح ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے افضل ہیں، اسی طرح ان سے منسوب سلسلہ عالیہ صدیقیہ نقشبندیہ بھی دیگر سلاسل سے افضل ہے۔ **کما حققہ سیدنا الامام الربانی رضی اللہ عنہ۔** حضرت مفتی اہل سنت مفتی محمد عبد اللہ نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے فتاویٰ مجددیہ نعیمیہ کے ص ۳۵۹، ج ۱ پر سلسلۂ نقشبندیہ کی فضیلت کے بارے میں استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں کہ: "سلسلہ قادریہ کی ابتداء سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے ہے اور سلسلہ نقشبندیہ کی ابتداء حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ افضل ہے اس لئے کہ اس میں اتباع شریعت کی بہت تاکید ہے اور قادریہ سلسلہ کی انتہا نقشبندیہ کی ابتدا ہے۔ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی افضلیت اپنے ہم عصر اولیاء کرام رحمہم اللہ پر ہے، نہ کہ کل پر"۔ اسی طرح تحقیق سیدنا امام ربانی رضی اللہ عنہ نے مکتوبات شریفہ میں اور علامہ عبد النبی شامی رحمۃ اللہ علیہ نے **مجموعۃ الاسرار** میں بھی فرمایا ہے۔

التزامِ سنت و اجتنابِ بدعت:

افضلیتِ نقشبندیہ کی ایک وجہ التزامِ سنت النبوی ﷺ اور اجتنابِ بدعت ہے۔ اس سلسلہ عالیہ کے بزرگ حتی الامکان رخصت سے اجتناب کرتے ہیں اور عزیمت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ ان بزرگوں نے احوال و مواجید کو احکام شرعیہ کے تابع کیا ہے اور اذواق و معارف کو شرع شریف کا خادم تصور کیا ہے۔ اگر سنت کی تابعداری کی دولت انہیں حاصل ہو اور احوال و کشف وغیرہا کچھ حاصل نہ ہو تو خوش ہوتے ہیں۔ اور اگر باوجود احوال (باطنی کیفیات) کے متابعت (شریعت) میں قصور و کمی معلوم ہو تو انہیں احوال پسند نہیں۔ حضرت خواجہ سیدنا عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تمام مواجید و احوال ہمیں دے دیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت والجماعت کے اعتقاد سے نہ نوازیں تو سوائے خرابی کے کچھ نہیں جانتے اور اگر اعتقاد اہل سنت والجماعت ہمیں دے دیں اور احوال و کرامات وغیرہ کچھ نہ دیں تو پھر بھی کچھ غم نہیں۔ [1]

اور بدعتِ حسنہ (جب وجوب کے درجہ میں نہ ہو اور شعارِ اہلسنت بھی نہ ہو) سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ اور خصوصاً جب کہ وہ رافع سنت بھی ہو کیونکہ اس میں نور نہیں پاتے اور ۱۰۰۰ھ کے بعد بدعتِ حسنہ کی گنجائش بھی کم رہ گئی ہے کیونکہ یہ دور پُر فتن ہے اور اہل سنت کے خلاف بعض فتنے بھی بدعت حسنہ کے نام پر اٹھیں گے تو اسلئے بھی گریز کرتے ہیں۔ ریاضت شاقہ (جس میں شہرت و آفت زیادہ ہوتی ہے) جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اختیار نہیں کئے تھے، کی بجائے التزامِ سنت (خواہ موکدہ ہو یا زائدہ) کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں۔ [2]

ابتداء کا انتہاء میں مندرج ہونا:

اس سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی ابتدا میں دیگر سلاسل کی انتہاء (یعنی صورتِ انتہاء) مندرج ہے۔ چونکہ یہ سلسلہ بعینہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرز پر ہے اور جس طرح صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ایک صحبتِ نبوی ﷺ میں جو کمالات حاصل ہوتے تھے وہ اولیاء امت کو انتہاء میں بھی شاید بہت کم میسر ہوں۔ اسی طرح اس سلسلۂ عالیہ کے حضرات ابتدا میں ہی وہ کچھ پالیتے ہیں جو دیگر سلاسل کے حضرات کو انتہا میں حاصل ہوتا ہے۔

"فھی طریق اندراج النھایۃ فی البدایۃ بطریق الانعکاس و التوجہ و المحبۃ کما حققہ الامام الربانی مراراً"۔

بشرطیکہ پیر کامل مکمل حقیقی نقشبندی ہو کیونکہ موصل (پہنچانے والا) پیر ہے۔ نہ کہ صرف سلسلہ، تو امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کردہ اصول پر عمل پیرا ہونا لازمی ہے۔

---

[1] (مکتوبات شریف ج ا)

[2] (کما صرح بہ الامام الربانی رضی اللہ عنہ فی المکتوبات الشریفہ)

فصل در آداب طریقت عالیہ

اقرب و ایسر: یہ سلسلہ عالیہ صدیقیہ نقشبندیہ تمام سلاسل کی نسبت اقرب یعنی وصول الی اللہ میں سب سے زیادہ قریب ہے کیونکہ نقشبندی اکابر کی ایک توجہ سو چلوں کا کام دیتی ہے اور سالک بہت جلد واصل الی اللہ ہو جاتا ہے۔ اور عمل کرنے اور اس کی شرائط پوری کرنے میں سب سے زیادہ آسان بھی ہے۔ کیونکہ اس کی بنیادی شرائط دو ہی ہیں:

(۱) صحبتِ شیخ مع الآداب (۲) التزامِ سنتِ نبوی ﷺ

حضرت خواجہ خواجگان سیدنا محمد بہاء الدین شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "ہمارا طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے" کیونکہ اس میں جذب، سلوک پر مقدم ہے اور جذب میں اجتباء (چن لینا اور منتخب کر لینا) ہے **کما قال اللہ سبحانہ "اللہ یجتبی الیہ من یشآء و یھدی الیہ من ینیب"** اور اجتباء معبود و مقصود حقیقی کا فضل ہے۔ **ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء و اللہ ذو الفضل العظیم۔**

اس سلسلۂ عالیہ کی ابتداء ذکر قلبی سے ہوتی ہے بلکہ اس میں ذکر قلبی (خفی) ہی ہوتا ہے۔ اور ذکر قلبی (خفی) ذکر لسانی سے ستّر (۷۰) درجہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ کما فی القراٰن والحدیث:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اذۡکُرُوا اللّٰہَ ذِکۡرًا کَثِیۡرًا۔ (احزاب: ۴۱)

"اے ایمان والو! یاد کیا کرو اللہ تعالیٰ کو کثرت سے"۔

یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو دن اور رات میں، خشکی اور تری میں، سفر اور حضر میں، غنا اور فقر میں، صحت اور بیماری میں، پوشیدہ اور علانیہ طور پر۔ اور حتیٰ کہ ہر حال میں۔[1]

"وَلَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَہٗ عَنۡ ذِکۡرِنَا وَاتَّبَعَ ھَوٰہُ وَکَانَ اَمۡرُہٗ فُرُطًا"۔ (کھف: ۲۸)

ترجمہ: "اور نہ پیروی کیجئے اس (بدنصیب) کی غافل کر دیا ہے جس کے دل کو اپنی یاد سے ہم نے اور وہ اتباع کرتا ہے اپنی خواہش کی اور اس کا معاملہ حد سے گزر گیا ہے۔"

الذکر الخفی الذی لا یسمعہ الحفظۃ سبعون ضعفا (رواہ الامام السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فی الحاوی للفتاویٰ)۔

یعنی ذکر خفی جسے محافظ فرشتے بھی نہیں سن سکتے وہ ستّر (۷۰) درجہ فضیلت رکھتا ہے۔ ذکر قلبی (خفی) سے جذبِ الٰہی پیدا ہوتا ہے، جس سے عروج و ترقی جلدی سے ہو جاتی ہے۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ **مراقی الفلاح** پر اپنے حاشیہ میں لکھتے ہیں اس میں اختلاف ہے کہ ذکر خفی افضل ہے یا ذکر جہر؟ کیونکہ اس کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔

---

[1] (نور التحقیق: ص: ۱۴۷)

جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

"خیر الذکر خفی و خیر الرزق مایکفی"۔

"بہترین ذکر، ذکر خفی ہی، اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کرے"۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند — کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ راہ

اور ذکر قلبی ریاء سے بھی دور ہے اور حضور دائم بھی ذکر قلبی میں متصور ہے کیونکہ اس میں فتور و انقطاع نہیں ہوتا کما حققہ العلامۃ المظہری رحمہ اللہ تعالیٰ فی تفسیرہ اور اس سلسلہ میں لسانی ذکر داخل کرنا بدعت فی الطریقت ہے۔[1]

مگر یہ کہ کوئی ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ دیگر سلاسل کی مناسبت سے خفیہ یا جہراً کرے تو ٹھیک ہے جب دیگر سلاسل کا بھی جامع ہو۔ جب ذکر قلبی (خفی) کمال تک پہنچ جاتا ہے، تو وہ ذاکر اس آیت کریمہ کا مصداق بن جاتا ہے کہ:

رجال لا تلھیھم تجارۃ و لا بیع عن ذکر اللہ۔۔۔ الخ الآیۃ کما حققہ العلامۃ الامام محمود الآلوسی البغدادی رحمۃاللہ علیہ فی تفسیرہ روح المعانی ذیل ھذہ الآیۃ الکریمۃ فلیراجع۔

اس سلسلہ عالیہ کے بزرگوں کو (فناء و بقاء کے بعد) تجلی ذاتی دائمی نصیب ہوتی ہے جبکہ دیگر بزرگوں کی تجلی ذاتی برقی ہوتی ہے یعنی بجلی کی طرح نمودار ہو کر پھر غائب ہو جاتی ہے اور عارضی شے پر دائمی شے کو فضیلت و فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ "قیاس کن زگلستان من بہار مرا" یعنی "میرے گلستان سے میری بہار کا اندازہ کرلو"۔ اور دیگر سلاسل کے بعض اکابر کو جو تجلی ذاتی دائمی حاصل ہوئی ہے وہ بھی نسبتِ صدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطور اقتباس ہے جس طرح حضرت ابو سعید خزار رحمہ اللہ تعالیٰ کو جبہ مبارکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصول کی وجہ سے تجلی ذاتی دائمی نصیب ہوئی تھی اور دائمی حضور اور یاداشت کے مقام سے سرفراز ہوئے تھے۔[2]

ایک وجہ فضیلتِ نقشبندیہ یہ ہے کہ یہ نسبت بعینہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریقہ پر صحبت، محبت، آداب، انقیاد، اور اتباع سنت پر مبنی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ اپنے والد بزرگوار خواجہ شیخ عبد الاحد رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان نقل فرماتے ہیں کہ تمام سلاسل (قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ) کا خلاصہ سلسلہ نقشبندیہ ہے، اور ہم بھی اب خود اسی نسبت پر قائم ہیں۔"[3]

---

[1] (کمافی المظہری والمکتوبات الشریفۃ)

[2] (مکتوبات شریف، جلد ۱)

[3] (زبدۃ المقامات)

فصل در آداب طریقت عالیہ

اور مقدمہ مکتوبات شریفہ اردو از قاضی عالم الدین نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ میں ہے کہ سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نقشبندی مجددی نسبت میں حضور اکرم ﷺ کے ایک روحانی فیصلہ سے چاروں سلاسل کا فیض مندرج ہو چکا ہے پس جو اس نسبت سے بہرہ ور ہوتا ہے اور اس کو چلاتا ہے اس کو چاروں سلاسل کا فیض اور چاروں سلاسل کے اکابر کی روحانی خوشحالی مل جاتی ہے۔ مزید یہ کہ اس سلسلہ عالیہ کی ایک توجہ سو چلوں کا کام دیتی ہے۔[1]

یعنی جو ترقی عروج دیگر حضرات سو چلوں میں شاید حاصل کر سکیں، وہ ترقی و عروج حقیقی نقشبندی حضرات شیخ کامل مکمل کی ایک توجہ شریف سے حاصل کر لیتے ہیں۔ جس طرح حنفی مذہب دیگر مذاہب سے افضل اور زیادہ اوفق بالکتاب والسنۃ اور ادق و اکمل ہے اسی طرح نقشبندی نسبت باقی نسبتوں سے کئی وجوہات کے اعتبار سے اعلیٰ، افضل، ادق، اقرب، ایسر، اکمل ،اول، اسبق، اجل، اقدم، اور اشرف ہے۔[2]

اور اس زمانہ میں حضرت خواجہ خواجگان، قطب ارشاد، قیوم زماں، مجدد عصر رواں، جامع طرق اربعہ مجمع البحرین علامہ و خواجہ سیف الرحمن نور اللہ مرقدہ، جو متابعت نبوی علی التحیۃ والصلوۃ والثناء کے درجاتِ سبعہ سے متصف ہیں اور کامل و حقیقی وارث النبی ﷺ ہیں) نے اپنی اجتہادی اور تجدیدی کاوشوں سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو صحیح طرز پر قائم و دائم فرمایا ہے اور فیضِ نقشبندی و مجددی کو اپنی آب و تاب کے ساتھ باکمال طریقہ سے مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں پھیلا دیا ہے۔ اس لئے اس زمانے میں یہ سلسلہ صدیقیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ سے مشہور ہو گیا ہے۔

اور نام سلسلہ نقشبندیہ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جاری ہوا کیونکہ آپ امام طریقہ ہیں۔ اس جگہ صرف طریقہ نقشبندیہ کے اصول اور خوبیاں اور آسانیاں بیان کی جاتی ہیں۔ طریقہ عالیہ سلسلہ قادریہ کے امام قطب ربانی محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور طریقہ چشتیہ کے امام خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور طریقہ سہروردیہ کے امام شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جب خواجہ بہاؤ الدین محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ علم طریقت میں مرتبہ اجتہاد کو پہنچے اور زمانہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا آیا اور آپ کے مرشد حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اجازت طریقہ عنایت فرمائی آپ کو اللہ تعالیٰ نے روزِ اول سے امت کے لئے آسانی کرنے والا پیدا فرمایا تھا۔ جب آپ نے طریق صوفیاء میں طلبہ حق کو دیکھا اور سنا کہ کسی نے سالہا سال سے سونا ترک کر دیا ہے اور کسی نے شب کو جاگنا اور دن کو روزہ رکھنا اختیار کیا ہے اور کسی نے دو ختم کلام اللہ روز پڑھنا مقرر کیا ہے

---

[1] (قالہ الامام الربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

[2] (کما حققہ الامام الربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی مکتوباتہ)

اور کسی نے پانچ صدر رکعتیں روز پڑھنا اپنا معمول کر لیا ہے۔ کسی نے ایک کمبل میں تیس تیس چالیس چالیس برس گزارے ہیں، کسی نے اسی برس تک آسمان کی طرف نہیں دیکھا، کسی نے پیر پھیلانا موقوف کر دیا کوئی بوجہ ضعف پیری یا بیماری کی وجہ سے اذکار طریقہ مبارکہ حضرات صوفیاء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ادا کرنے میں مجبور و معذور ہے اور وقت اس کا غفلت میں گزرتا ہے اور ارشاد حق جل و علا فَاذْكُرُوا اللهَ قِيَاماً وَّ قُعُوداً وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ (اللہ کا ذکر کرو کھڑے بیٹھے لیٹے) کی تعمیل میں قاصر رہے اور وقت بے کار جاتا ہے۔ توکل امر مرھون باوقاتھا نے ظہور پکڑا۔ نوشتہ روز اول نے سینہ مبارک حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ میں جوش پیدا کیا اور آپ سر بسجود ہو کر خدا کی جناب میں عرض کرنے لگے الٰہی امت کے قویٰ ضعیف ہو گئے اب ان میں قوت و ہمت سختی کھینچنے کی نہ رہی، زمانہ خیر و برکت نبوت کا ان سے دور ہوتا جاتا ہے۔ اپنے فضل سے مجھ کو ایسا طریق عنایت فرما جو کہ آسان ہو، اور تجھ تک جلد پہنچنے والا ہو۔ پندرہ روز تک آپ سجدہ میں گریہ وزاری کرتے رہے، صرف نماز با جماعت اور حوائج ضروری کو حجرہ سے باہر تشریف لاتے۔ پندرہویں روز دریائے رحمت الٰہی موجزن ہو کر الہام ہوا کہ "اے محمد بہاؤ الدین! ہم تجھ کو وہ طریق عنایت فرماتے ہیں کہ جو ہمارے حبیب ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں تھا، یعنی وقوف قلبی اور اتباع سنتِ نبوی ﷺ آپ نے اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا اور سر سجدہ سے اٹھایا اور اس طریق جدید کو رواج دیا۔ بفضلہٖ تعالیٰ اس طریق نے ایسی ترقی کی کہ اب کروڑوں آدمی اس سلسلہ مبارک میں ہیں اور بوجہ قبولیت مثل آفتاب کی روشنی کے تمام روئے زمین پر پھیل گیا، ملک روم شام کردستان عرب بخارا ترکستان کابل چین ہندوستان سب جگہ خلفاء و طلبہ نقشبندیہ بکثرت ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور زیادہ کرے آپ سے لوگ دریافت کرتے کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس سلسلہ جدید کا کیا فائدہ ہے؟ تو حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ طرق سب مبارک اور نور علی نور ہیں اور سب خدا تک پہنچتے ہیں لیکن جو طریق خدائے پاک نے مجھ کو عنایت فرمایا ہے اس میں آسانی بہت ہے اور اس سے بہت جلد خدا تک پہنچتا ہے۔ ذکر قلبی میں جذب ربانی ہے اور ذکر زبانی میں سلوک، اسی واسطے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مامرادانیم، مافضلیانیم یعنی ہم مطلوبوں میں سے ہیں ہم فضل والوں میں سے ہیں۔

آگاہی: طلبہ حق میں ایک مراد ہوتے ہیں ایک مرید۔ مراد وہ لوگ ہیں جن کو خدا خود اپنی طرف کھینچے اور مرید وہ لوگ ہیں جو خود سعی کر کے خدا کی طرف چلیں، غرضیکہ جس قدر عبادات زبانی و جسمانی اور مالی ہیں یہ سب سلوک میں داخل ہیں اور ذکر قلبی اور فکر قلبی میں جذب ربانی ہے۔ جذب اور سلوک میں بہت بڑا فرق ہے، ایک کو خود خدا اپنی طرف کھینچے اور ایک اپنی کوشش سے خدا کی طرف جائے۔ مثال اس کی ایسی ہے کہ ایک شخص پیدل سفر کرے اور ایک شخص کو ریل یا جہاز یا موٹر یا کوئی سواری خود لے جائے۔ جس طرح اس میں آسانی اور جلدی ہے اسی طرح ذکر قلبی میں آسانی ہے۔ علاوہ اس کے حدیث

فصل در آداب طریقت عالیہ

شریف میں وارد ہوا ہے کہ جسم کے اندر گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ صالح ہو جائے تو تمام جسم صالح ہے اور اگر وہ فاسد ہے تو تمام جسم فاسد ہے، وہ کیا ہے؟ دل ہے۔ جب دل میں ذکر و فکر خدا ہو گا اور اس کی اصلاح ہو گی تو تمام جسم آپ ہی درست ہو جائے گا۔ ذکر قلبی ریا وغیرہ خرابی سے پاک رہتا ہے نہ کوئی واقف ہوتا ہے اور نہ کوئی تعریف کرتا ہے۔ خدا جانے اور بندہ جانے، اور رہبران طریقہ نقشبندیہ اپنے طلبہ کو کعبہ مقصود کی طرف نہایت پوشیدہ طور پر لے جاتے ہیں۔

اسی واسطے مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند — کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

حضرات نقشبندیہ عجب قافلہ کے سردار ہیں — کہ پوشیدہ طور پر اپنے طلبہ کو حرم میں لیجاتے ہیں

از دل سالک رہ جاذبہ صحبت شاں — می برد وسوسہ خلوت و فکر چلہ را

سالک کے دل سے ان کی صحبت کی کشش — خلوت کے خیال اور چلہ کی فکر کو مٹا دیتی ہے

اور ایک دوسری جگہ یہ فرماتے ہیں:

تو نقش بنداں راچہ دانی — تو شکل پیکر جاں راچہ دانی

تو نقش بند کو کیا جانے — تو جان کے جسم کی شکل کو کیا جانے

گیاہ سبز داند قدرِ باراں — تو خشکی قدرِ باراں راچہ دانی

سبز گھانس بارش کی قدر جانتی ہے — تو خشک ہے بارش کی قدر کیا جانے

ہنوز از کفر و ایمانت خبر نیست — حقائقہائے ایمان راچہ دانی

ابھی تجھے کفر و ایمان کی ہی خبر نہیں ہے — تو کمالات ایمان کو کیا جانے

ذکر زبانی میں اکثر ریا پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ لوگ اس کو اچھا کہنے لگتے ہیں۔ اگر فضل خدا نہ ہو تو سب غارت ہو جاتا ہے اور ریا سے فعل کا پاک رہنا صدیقوں کا کام ہے علاوہ اس کے فضیلت ذکر خفی کی قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاًوَّ خُفْيه (اپنے رب کو آہستہ دلوں میں پکارو) ارشاد رب العباد ہے اور حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ ذکر خفی (یعنی ذکر قلبی) زبانی ذکر سے ستر حصہ افضل ہے سخت بیماری کے وقت یا اخیر عمر ضعیفی میں طالب ذکر کی ضربیں نہیں لگا سکتا اور مرتے وقت اکثر زبان بند ہو جاتی ہے اور اکثر مرنے کے وقت آدمی ناپاک رہتا ہے، ایسی حالت میں ذکر زبانی کیسے ہو سکتا ہے اور سونے، کھانے، پینے، بات کرنے، ان سب حالتوں میں ذکر زبانی کرنے سے مجبور ہے اور تعمیل حکم فَاذْكُرُو االلهَ قِيَاماًوَّ قُعُوْداًوَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ اور ارشاد وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰى يَاتِيَکَ الْيَقِيْن (اپنے رب کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھے یقین یعنی موت

آجائے) پر کیسے عامل ہو سکتا ہے؟ مگر ہاں ذکر قلبی ہر حالت میں جاری رہ سکتا ہے۔ حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ذکر قلبی سلامتی ایمان کا اچھا ذریعہ ہے اور نماز با اطمینان ہوتی ہے اور جو شخص ذکر لسانی (زبانی) کو ذکر خفی پر ترجیح دے وہ منکر قرآن و حدیث ہے، وقت جانکنی میں سخت پریشانی بیماری کی شدت دنیا کے چھوٹنے کا غم، عزیز و اقارب سے فراق، قبر کی اندھیری اور تنگی اور بے بسی اور تنہائی کی فکر ایسی حالت میں کوئی چیز یاد نہیں رہتی، مگر وہ یاد رہتا ہے جس کو وہ بہت دوست رکھتا ہے یا ہر وقت اس کا خیال دل میں رہتا ہے:

راست فرمود آں سپہ دار بشر — کہ ہر آں کہ کرد از دنیا گزر

سچ فرمایا سردار بشر علیہ السلام نے — کہ جو دنیا سے جاتا ہے

نیستش درد و دریغ عین موت — بلکہ ہستش صد دریغ از بہر فوت

اس کو صرف تکلیف اور موت ہی کا افسوس نہیں ہوتا — بلکہ اس کو اپنے دنیا سے خالی ہاتھ جانے کا بہت افسوس ہوتا ہے

دل مثال کیمرہ اور گراموفون کے ہوتا ہے جو کچھ دمِ آخر میں اس میں عکس پڑ جاتا ہے، وہی بولتا اور پیش کرتا ہے یعنی قبر و حشر میں بولے گا اور پیش کرے گا بموجب حدیث شریف کما تعیشون تموتون و کما تموتون تبعثون (تم جس طرح زندگی گزارو گے اسی طرح مرو گے اور جس حالت میں مرو گے اسی حالت میں قبر سے حشر کے دن اٹھو گے) اور اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن پاک میں فرمایا ہے اَلْیَوْمَ لَا تَنفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ (قیامت کے دن نہ مال کچھ فائدہ دے گا اور نہ اولاد مگر جو شخص اللہ کے پاس قلب سلیم لایا ہو) اور دیگر طرق مبارکہ میں ذکر قلبی آخر میں بتلاتے ہیں، اور طریق نقشبندیہ میں اول اور طرق مبارک میں اخذ فیض اور ذکر اکثر اسماء و صفات الٰہی سے طالب کو مستفیض کر کے ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف مخاطب کرتے ہیں لیکن طریق نقشبندیہ میں اکثر ذکر اسم ذات اور ہمت طالب کی ذات خالص کی طرف مخاطب کرتے ہیں۔

اسی واسطے امام طریقہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اول ما آخر ہر منتہی — آخر ما جیب تمنا تہی

ہماری ابتدا اوروں کی انتہا ہے اور ہماری انتہا دامنِ آرزو خالی کر دیتی ہے۔

اور اس طریقہ نقشبندیہ میں پیروی سنت زیادہ ہے اور ترقی کا انحصار زیادہ تر اتباع سنت پر رکھا ہے، بموجب ارشاد باری تعالیٰ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللہَ فَاتَّبِعُوْنِی یُحْبِبْکُمُ اللہُ (اے رسول کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ

تعالیٰ تم کو اپنا دوست کر لے گا) جو طریق سنت کی پیروی نہ کرے گا ترقی سے محروم رہے گا، لہٰذا حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: در طریقہ ما محرومی نیست ہر کہ از طریقہ ما رو گرداند خطرہ دین دارد چرا کہ ایں طریقہ بعینہ طریقہ صحابہ کبار ست (ہمارے طریقہ میں کسی کو محرومی نہیں ہے، جو کوئی ہمارے طریقہ سے منہ پھیر لے اس کے دین میں خطرہ ہے کیونکہ یہ طریقہ بالکل صحابہ کبار کے مطابق ہے)۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر کسی طالب کو ہمارے یہاں سے علم باطن سے حصہ نہ ملے تو وہ بد دل نہ ہو کیونکہ مقصد بخشش ہے اور بخشش کا انحصار اتباع سنت پر ہے اور اتباع سنت ہمارے یہاں لازمی ہے اور یہی حضرت جگہ جگہ اپنے خلفاء کو تحریر فرماتے ہیں کہ جو طالب حق جس طریقہ مبارکہ میں بیعت ہونا چاہے بعد ایصال ثواب فاتحہ انہی بزرگوں کے توسل سے تم اپنے اور طالب کے واسطے فتوحات جناب باری عز اسمہ سے چاہو اور اسی سلسلہ میں بیعت کرو، مگر ذکر طریقہ نقشبندیہ تعلیم کرو، کیونکہ یہ آسان ہے اور اس سے طالب خدا تک جلد پہنچتا ہے۔

تنبیہ: بیان مذکور الصدر سے کوئی صاحب یہ نہ سمجھ لیں کہ ذکر جہر کی نفی کی ہے۔ یہ بات ہر گز نہیں ہے بلکہ افضلیت اور اولیت ذکر خفی کی بیان کی ہے بمقابلہ ذکر زبانی کے، جیسے مذہب حنفیہ میں اثنائے نماز میں آمین بالخفی افضل ہے آمین بالجہر سے یا جیسے ولایت صحابہ کی افضل ہے ولایت اولیاء سے۔

آگاہی: کوئی صاحب یہ بھی خیال نہ کریں کہ امام الطریقہ خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کو اور مجتہدین سلسلہ پر ترجیح دی ہے۔ یہ بھی ہر گز نہیں ہے۔ سب امام طریقہ ابر رحمت ہیں ان کی بڑائی اور کمی کا علم خدا کو ہے، ہمارے معیار علم سے ان کا قرب ان کا مرتبہ بہت دور اور بالاتر ہے۔ ہمارے سب پیشوا ہیں اور ہر گل را رنگ و بوئے دیگر ست کا مضمون ہیں، چونکہ قرآن و حدیث سے ان بزرگوں میں سے کسی کی زیادتی مرتبہ اور قرب وغیرہ کا کوئی پتہ نہیں چلتا، لہٰذا سپرد بعلم حق اور سکوت کرنا انصاف اور عین ادب ہے اور سوائے اس کے افراط و تفریط ہے جس جس مجتہد کو جو جو طریقہ خدا کی طرف سے عنایت ہوا اس پر خلق کو چلایا جب لَا یُکَلِّفُ اللہُ نَفۡساً اِلَّا وُسۡعَهَا (اللہ کسی کو اس کی بساط سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا ہے) کا وقت آیا تو طریقہ زیادہ آسان اور جلد پہنچنے والا اللہ کی طرف سے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کو عنایت فرمایا۔ طریقہ نقشبندیہ کی اصل اصول چار چیزیں ہیں۔

(۱) دوام حضور (۲) بے خطرگی (۳) جذبات (۴) واردات۔

فصل در آداب طریقت عالیہ

طریقہ نقشبندیہ مجددیہ

طریقہ نقشبندیہ میں بہت بڑے رکن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ لفظ نقشبندیہ کے ساتھ مجددیہ کا لفظ آپ ہی کی ذات شریف کی وجہ سے بولا جاتا ہے، ان حضرت کے حالات عجیب وغریب ہیں، مقامات عالیہ قربِ حق کے جو آپ نے فرمائے ہیں، ان کی فہمید اور ادراک میں بڑے بڑے عرفاء حیران ہیں، آپ کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ ان شاءاللہ تعالیٰ آئیندہ اس کتاب میں مختصراً لکھوں گا، اس جگہ لفظ مجدد کی وجہ اور ضروری باتیں جو آپ کی معرفت سے طلبہ واقف ہوئے ہیں لکھتا ہوں۔ آپ نے علم سلوک میں خوب تشریح کی ہے اور راہ طریقت کو مثل آئینہ کر کے دکھایا ہے اور رہروانِ حق کو اپنی مشعل علم اور معرفت سے صاف اور سیدھا راستہ بتایا ہے اور اغلاط اور مشتبہات راستوں سے بچایا ہے، آپ کے زمانہ سے پیشتر جو اولیاء اللہ گزرے ہیں، ان سے وہ کلمات اور مقامات ثابت نہیں، جو آپ نے جدید فرمائے ہیں اسی واسطے آپ کو مجدد کہتے ہیں، صوفیائے سابقین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے صرف لطائف قلب وروح کی خبر دی اور بعض نے لطیفہ سر کی بھی، لیکن آپ نے قلب روح، سر، خفی، اخفی، یہ پانچ لطیفے سینہ انسان میں قرار دیئے اور جگہ اور رنگِ انوار ان کے مقرر کئے، اس کی تشریح کے واسطے ایک مکتوب خواجہ عبد الاحد رحمہ اللہ تعالیٰ کا کافی ہے، جو حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے پوتے ہیں اور یہ مکتوب شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب **الانتباہ فی سلاسل اولیاءاللہ** میں درج فرمایا ہے، وہ مکتوب یہ ہے:

الحمدللہ علی کل حال ہمشیرہ عزیزہ خدا پرست نے لطائف انسانی پوچھے تھے، سو معلوم کریں، پانچ لطائف انسانی کہ قلب، روح، سر، خفی، اخفی ہیں یہ عالم امر سے ہیں ان کا مکان فوق العرش ہے جسے لامکان کہتے ہیں اور عالم ارواح بھی اسے کہتے ہیں۔ حق جل وعلانے کمالِ قدرت سے اپنے ان لطائف کو بدن انسان سے تعشق اور تعلق دے کر وہاں سے نیچے اتار کر ہر ایک کو ایک خاص جگہ میں انسان کے بدن میں جو اس کے مناسب تھی جگہ دی ہے، قلب کو سینہ کے بائیں طرف پستان میں جادی ہے، روح کو جو قلب سے زیادہ لطیف ہے اس کے مقابل دائیں جانب، اخفی کہ لطیف اور احسن لطائف ہے، درمیان حقیقی سینہ کے، سِر کو درمیان قلب اور اخفی کے، خفی کو درمیان روح اور اخفیٰ کے اور ولایت اس میں سے ہر ایک لطیفہ کی زیر قدم ایک اولوالعزم پیغمبر کے ہے، چنانچہ قلب کی ولایت حضرت آدم علیہ السلام کے زیر قدم ہے اور روح کی ولایت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیر قدم ہے اور سر کی ولایت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہے اور خفی کی ولایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہے اور اخفی کی ولایت حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کے زیر قدم ہے۔ جاننا چاہئے کہ اولیاء کے قدموں کا تفاوت انہی لطیفوں کی راہ سے ہے تو جو زیر قدم حضرت آدم علیہ السلام کے ہے اس کی ولایت قلب ہے تو وہ صاحب استعداد ولایت کے ایک درجہ کے ہے، پانچ درجوں میں سے اور جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیر قدم ہے اس کی ولایت ولایت روحی ہے اور

اس کو دو درجوں کی ولایت کی استعداد ہے، پانچ درجوں میں سے اور جو زیر قدم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہے، اس کی ولایت ولایتِ سر ہے اور وہ ولایت کے تین درجوں کی استعداد رکھتا ہے درجات خمسہ سے اور جو زیر قدم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہے، اس کی ولایت ولایتِ خفی ہے اور وہ چار درجے ولایت کی استعداد رکھتا ہے پانچ میں سے، اور جو سرور عالم ﷺ کے زیر قدم ہے اس کی ولایت ولایتِ اخفیٰ ہے۔ اعظم واعلیٰ اور احسن ہے سب درجوں کی اور اس ولایت کے صاحب کو قابلیت پانچوں درجوں کی ولایت کی ہے اور جاننا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام کے قدموں کا تفاوت ان کے آپس میں اس راہ سے نہیں ہے، بلکہ نبوت کی راہ سے ہے پس جو ان بزرگواروں میں سے اس راہ میں پیش قدم ہو گا وہی دوسروں سے افضل ہو گا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسی علیہ السلام سے مقام نبوت میں پیش قدم ہیں اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں، اگرچہ مقام ولایت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے غالب ہیں جیسا کہ اوپر لکھا گیا۔ دوسرا یہ امر جاننا چاہیئے کہ اگر مرشد و مربی طالب کا صادق المشرب ہو گا تو اس سے ہو سکتا ہے کہ جس راستہ سے آپ نے منازل قطع کی ہیں اسی راہ طالب کو بھی چلائیں اور ولایت محمدی ﷺ کے کمالات کو پہنچائے اور وہ مرید اگرچہ خود اپنی استعداد کمتر رکھتا ہو، یہاں سخن بہت طول و عرض رکھتا ہے کہ حد سے زیادہ ہے معذور رکھیں اور پھر کسی وقت پر موقوف فرمائیں اور انوار و لطائف کے رنگ پوچھے تھے سو معلوم کریں کہ ہر شخص نے اپنے کشف اور نظر کے موافق کچھ کہا اور لکھا ہے اور اس کے اوپر بنائے تعبیر وقائع اور تفسیر معاملات کی رکھی ہے مگر میں نے اب جو حضرت عالی درجہ سے سمجھا ہے لکھتا ہوں۔ جاننا چاہیئے کہ قلب کا نور زرد ہے اور روح کا نور سرخ ہے اور سر کا نور سفید ہے اور خفی کا نور سیاہ ہے اور اخفی کا نور سبز ہے اور حقیقت وماہیت نفس کی جو دریافت کی تھی آپ کو معلوم ہو کہ نفس خبیثہ ہے، عالم خلق سے اور اس کا محل دماغ ہے بالذات شرارت و خباثت سے متصف ہے اور پانے تیئں لطائف کی طرح لطیفہ نفسیہ ظاہر کیا ہے اور ریاست و دانائی کا دعویٰ کر کے تمام اجزاء و لطائف پر تصرفات فاسد کر کے شیطان علیہ اللعن کے بہکانے سے تمام لطائف و اجزاء کو اپنے لطائف ذمیمہ سے متصف کر دیا ہے اور درگاہ پاک خداوندی کی طرف متوجہ ہونے سے محروم رکھ کر نقصان ابدی کو پہنچایا ہے، عنایت ازلی نے جس کی دستگیری و رہنمائی کی اس نے اس کی شرارت و خباثت پر اطلاع پائی اور اس کے فریبوں اور مفسدوں سے منہ پھیر کر متوجہ اس درگاہ پاک کا ہوا اور سعادت ابدی کو پہنچا اور جب نفس پاک و مطہر ہو جاتا ہے اور اپنے سب وصف رزائل بالکل چھوڑ دیتا ہے البتہ اللہ سبحانہ کے کرم سے بڑے مرتبہ سے ولایت کے اور قرب اور مشاہدہ اور مقام رضا سے مشرف ہوتا ہے اور سب لطائف انسانی سے بالا دست ہو جاتا ہے اور اس کی سیر سب سے بلند ہوتی ہے، اس کو حصول کمال کے بعد تخت صدر پر بٹھاتے ہیں اور ریاست و کیاست سب لطائف کی اس کو ملتی ہے، عجب بھید ہے کہ جو خبیث سب سے زیادہ ہے بعد پاک اور منور ہونے کے اشرف سب سے ہو جاتا ہے اولئک

فصل در آداب طریقت عالیہ

یبدل اللہ سیئاتھم حسناتٍ فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ نے :خیار کم فی الجاھلیة خیارکم فی الاسلام اذا فقھوا۔و السلام من اتبع الھدی۔

اطلاع: پانچ لطائف عالم امر کے ہیں۔ قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ۔ عالم امر اس کو کہتے ہیں کہ لفظ کن کے فرماتے ہی اپنی جگہ پر قائم ہو گئے اور پانچ ہی لطیفے آپ نے عالم خلق کے فرمائے ہیں۔ آب، خاک، ہوا، آتش، ان سب کا لب لباب لطیفہ نفس ہے، لطیفہ نفس کا مقام پیشانی قرار دی ہے اور نور اس کا سفید قدرے نیلگوں فرمایا ہے اور لطائف عالم خلق اس کو کہتے ہیں جو بتدریج پیدا ہوئے ہیں۔ چنانچہ طلبہ حق نے جیسا حضرت شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ویسا ہی دیکھا ہے اور سلوک میں پیش آیا ہے۔ سر مو فرق نہ پایا۔ علاوہ اس کے مقاماتِ ولایت میں اکثر صوفیاء سے مقام نہایت جس کو اصطلاح صوفیاء میں وحدت الوجود کہتے ہیں ثابت ہوا ہے۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام کے حال کی تصدیق فرما کر علاوہ اس کے بہت سے مقامات ترقی فرمائے ہیں کہ صوفیاء سابقین سے کہیں ثابت نہیں۔ یہ خاص معرفت حضرت کی ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مقام سے دوسرے مقام میں اس قدر فرق ہے جیسے دریا اور قطرہ میں، قطرہ اور دریا کا مضمون یوں سمجھ میں آجائے گا کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آدھ سیر جو بہتر ہیں ہر ایک امتی کے خواہ ولی ہو یا عامی پہاڑ احد کے برابر چاندی سونا راہِ خدا میں خرچ کرنے سے، اسی طرح تمام ولیوں کی ولایت کی قوت ایک صحابی کی ولایت کے برابر نہیں ہو سکتی اور جس طرح تمام امت کے ایمان سے ایک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ایمان بھاری ہے یہی ثبوت فَضَّلْنَا بَعضَھُم عَلٰی بَعضٍ ارشاد رب العباد ہے اور بفضل خدا ہزاروں علماء و صلحاء اور لاکھوں طلبہ نے ان مقامات کو طے کیا ہے اور سر مو فرق ارشاد حضرت شیخ رضی اللہ عنہ میں نہ پایا۔ چنانچہ حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اب طریق حضرت شیخ رضی اللہ عنہ میں کچھ شبہ نہیں۔ کیونکہ ہزاروں صلحاء ان مقامات پر پہنچے اور تصدیق کی۔

(۲) باب نمبر دو: لطائف کی حرکات کے ثبوت میں (خصوصًا حرکت قلب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذی شرح صدور العارفین بمکاشفة الاسرار ونور قلوب الواصلین بمشاهدة جماله من وراء الاستار وکشف بالأذکار خفایا لطائف بطون الذاکرین وفتح بالطاعات خبایا دوائر نفوس العابدین والف بالمحبة بین قلوب المریدین وقلوب المشائخ لکاملین وبلغ بالصحبة ارواح السالکین اِلیٰ درجات الواصلین العارفین والصلاۃ والسلام علی من خصه الله بالجلوس علی سریر فتدلیٰ وأراه مالم یره احد من آیاته الکبریٰ وعلی آله واصحابه الذین هم شموس الهدیٰ ونجوم الاهتداء۔

اما بعد!

مقدمہ

ہر آدمی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ جس شعبہ سے متعلق بات کرنا چاہتا ہے تو وہ اس شعبہ کے بنیادی اصول وضوابط وقواعد کو جانتا ہو۔ کیونکہ ہر علم کے کچھ بنیادی اصول ہوتے ہیں۔

۱۔ جیسا کہ حضرت امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الیواقیت والجواہر میں امام ابن عربی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

ما من طائفة تحمل علما من المنطقین والنحاة واهل الهندسة والحساب والمتکلمین والفلاسفة الا ولهم اصطلاح لا یعلمه الدخیل فیهم الا بتوقیف منهم۔

علماء منطق، نحو، ہندسہ، حساب، عقائد اور فلسفہ کی اپنی اپنی اصطلاحات ہوتی ہیں جن کو ان علماء کے بتانے کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔[1]

۲۔ الشیخ عبد القادر عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ حقائق عن التصوف میں لکھتے ہیں:

فان لکل فن من الفنون او علم من العلوم کالفقه والحدیث والمنطق والنحو والهندسة والجبر والفلسفة اصطلاحات خاصة به لا یعلمها الا ارباب ذالک العلم۔

تمام علوم وفنون مثلاً فقہ، حدیث، منطق، نحو، ہندسہ، الجبرا اور فلسفہ وغیرہ کی اپنی مخصوص اصطلاحات ہیں جو ان علوم کے ماہرین جانتے ہیں۔[2]

۳۔ الشیخ القاضی العلامۃ محمد اعلی بن علی الفاروقی (المتوفی ۱۱۹۱ھ) لکھتے ہیں:

الشطح من مصطلحات الصوفیة۔

---

[1] (الیواقیت والجواهر فی بیان عقائد الاکابر ج ۱ ص ۲۰)

[2] (حقائق عن التصوف ص ۲۵۸۔ از دیوان پریس برطانیہ)

شطح صوفیائے کرام کی اصطلاحات میں سے ایک اصطلاح ہے۔[1]

صوفیاء اور علماء کے مابین سبب نزاع کے اسباب:

ہر علم کی الگ الگ اصطلاحات ہوتی ہیں۔ ہمارے ہاں جو علماء اور بعض مشائخ کے درمیان نزاع کی نوبت آجاتی ہے تو اس کی بنیادی وجہ یہ ہوتی ہے کہ علماء، صوفیاء کی اصطلاحات سے واقف نہیں ہوتے اور مشائخ، علماء و محدثین کی اصطلاحات سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ ہم متقدمین مشائخ و علماء کی بات نہیں کر رہے کیونکہ تقریباً دو اڑھائی سو سال قبل تک علم ظاہر اور علم باطن کا مرکز ایک ہی ہوتا تھا جو بھی مدرسہ سے فارغ التحصیل ہوتا وہ بیک وقت صوفی بھی ہوتا اور عالم بھی ہوتا۔ اگر صاحب رتبہ صوفی نہ بھی ہوتا تو فکری و نظری طور پر تصوف و اہل تصوف سے ضرور واقف و مانوس ہوتا اور بقدر ظرف طلب ان سے فیض یاب بھی ہوتا تھا۔ لیکن زوال امت اور مغربی غلامی کے آغاز سے یعنی تقریباً دو اڑھائی سو سال سے علماء و صوفیاء کو الگ الگ کر دیا گیا ہے نہ وہ ان سے واقف رہے نہ یہ ان سے واقف رہے۔

بوجہ درج بالا کئی ایک سائل و معاملات ایسے پیدا ہو جاتے ہیں جن پر تحقیقِ مزید کے بجائے بات خواہ مخواہ کی بحث و تنقیص پہ جا پہنچتی ہے جس سے اکابرین و سلف صالحین کے طریقہ و تربیت سے آدمی کہیں دور جانکلتا ہے۔

مثلاً ایک معاملہ جو سوال کی شکل میں اکثر پیش آتا ہے کہ:

صوفیائے کرام جو احادیثِ مبارکہ "قال رسول اللہ ﷺ" لکھ کر بیان کرتے ہیں لیکن ان میں سے اکثر احادیث صحاح ستہ کی کتابوں میں نہیں ملتی تو کیا ان احادیث کا انکار اس بناء پر کیا جا سکتا ہے کہ چونکہ یہ صحاح ستہ میں موجود نہیں ہیں لہٰذا یہ احادیث ہی نہیں ہیں؟ کچھ لوگ صوفیاء کرام کی کتابوں میں ان کی نقل کردہ احادیث مبارکہ کو نہیں مانتے بلکہ صرف اسی کو حدیث مانتے ہیں جو صحاح ستہ میں ہوں۔ کچھ لوگ صوفیاء کرام کے معمولات پر اعتراضات کرتے ہیں حالانکہ وہ معمولات سلف صالحین سے منقول ہوتے ہیں اور وہ اس انکار کی وجہ سے اللہ والوں سے دشمنی مول لے کر خواہ مخواہ اپنی ہلاکت کا سامان کرتے ہیں۔

[1] (کشاف اصطلاحات الفنون جلد ۲ ص ۹۴ سہیل اکیڈمی لاہور)

(۲) باب نمبر دو: لطائف کی حرکات کے ثبوت میں (خصوصاً حرکت قلب)

ا۔ انسان کی دو حالتیں:

حضور شہنشاہِ بغداد حضرت شیخ عبد القادر جیلانی الحسنی الحسینی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فالانسان علی نوعین: جسمانی و روحانی۔

ترجمہ: پس انسان کی دو حالتیں ہیں جسمانی اور روحانی۔[1]

۲۔ سندِ اصفیاء و اتقیاء و علماء حضرت امام عبد الوہاب شعرانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

الانسان مرکب من جسم و روح۔

ترجمہ: انسان مرکب ہے جسم اور روح سے۔[2]

۳۔ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

و اعلم ان الانسان مرکب من جسد و من روح۔

ترجمہ: اور جان لے کہ انسان مرکب ہے جسم اور روح سے۔[3]

ان جلیل القدر شیوخ امت کی درج بالا عبارات سے مترشح ہوا کہ اللہ رب العزت نے انسان کو بشریت اور روحانیت کا مرکب بنایا ہے اور انسان کی ظاہری اور باطنی تطہیر کے لئے دو علوم (علم ظاہر یعنی علم شریعت اور علم باطن یعنی علم روحانیت) عطا فرمائے جن کو قرآن مجید اور احادیثِ رسول ﷺ میں مختلف مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ یہی مضمون آیات و احادیث میں بیان ہوا ہے۔

آیت نمبر ا: فَوَجَدَا عَبْدًا مِنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا (الکھف ۶۵)

ترجمہ: تو دونوں نے (وہاں) ہمارے بندوں میں سے ایک (خاص) بندے (خضر علی نبینا و علیہ السلام) کو پالیا جسے ہم نے اپنی بارگاہ سے (خصوصی) رحمت عطا کی تھی اور ہم نے اسے علم لدنی (یعنی اسرار و معارف کا الہامی علم) سکھایا تھا۔

ا۔ امام ابی عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی علیہ الرحمہ (المتوفی: ۶۷۱ھ) وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا کی تفسیر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

ای علم الغیب ابن عطیه: کان علم الخضر معرفته بواطن قد اوحیته الیه۔

[1] (سر الاسرار و مظہر الانوار فی مایحتاج الیہ الابرار ص ۱۳ دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان
[2] (لواقع الانوار القدسیة فی بیان العهود المحمدیه ص ۱۳۴ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)
[3] (تفسیر کبیر جلد ا ص ۱۵۲ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

ترجمہ: یعنی علمِ غیب ہے اور ابن عطیہ کا قول ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کا علم باطنی حقائق کا جاننا تھا جو ہم نے ان کی طرف وحی کیا۔[1]

۲۔ امام نور الدین علی بن سلطان الہروی المکی الحنفی المعروف بہ الملا علی القاری (المتوفی: ۱۰۱۴ھ) علیہ الرحمہ وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

العلم اللدنی ما یحصل من طریق الهام دون التکلیف بالطلب۔

ترجمہ: علم لدنی وہ ہے جو طلب کی مشقت کے بجائے الہام کے طریقہ سے حاصل ہو۔[2]

۳۔ الشیخ اسماعیل حقی بن مصطفی الحنفی (المتوفی: ۱۱۲۷ھ) علیہ الرحمہ وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

خاصا هو علم غیوب والاخبار عنها باذنه تعالی علی ما ذهب الیه ابن عباس رضی الله تعالی عنهما او علم الباطن۔

ترجمہ: (علم لدنی) حقیقتاً علم غیب کی خبریں ہیں اللہ تعالیٰ کے اذن سے۔ اس کی طرف حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما گئے ہیں یا علم لدنی سے مراد علم باطن ہے۔

۴۔ علامہ اسماعیل حقی آگے لکھتے ہیں:

وعلمناه من لدنا علما وهو علم معرفة ذاته وصفاته الذی لا یعلمه احد الا بتعلیمه ایاه۔

ترجمہ: (وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا) علم لدنی اس کی ذات وصفات کی معرفت کا نام ہے اسے کوئی ایک بھی نہیں جانتا مگر جسے وہ بطورِ خاص سکھائے۔[3]

۵۔ امام ابی العباس احمد بن المہدی ابن عجیبہ الحسنی (المتوفی: ۱۲۲۴ھ) علیہ الرحمہ وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقوله تعالى: {وعلّمناه من لدُنّا علمًا}، العلم اللدني: هو الذي يفيض على القلب من غير اكتساب ولا تعلم، قال عليه الصلاة والسلام: "من عَمِلَ بِمَا عَلِمَ أَوْرَثَهُ اللهُ علمَ مَا لَمْ يَعْلَمْ" وذلک بعد تطهير القلب من النقائص والرذائل، وتفرغه من العلائق والشواغل، فإذا كمل تطهير القلب، وانجذب إلى حضرة الرب، فاضت عليه العلوم اللدنية، والأسرار الربانية، منها ما تفهمها العقول وتدخل تحت دائرة النقول، ومنها ما لا تفهمها العقول ولا تحيط بها النقول، بل تُسلم لأربابها، من غير أن يقتدى بهم في أمرها، ومنها ما تفيض عليهم في جانب علم الغيوب؛ كمواقع القدر

---

[1] (تفسیر قرطبی جلد ۱۳ ص ۳۲۵، مکتبۃ الرسالۃ العالمیۃ)

[2] (تفسیر ملا علی قاری المسمی انوار القرآن واسرار الفرقان جلد ۳ ص ۲۱۹، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

[3] (تفسیر روح البیان جلد ۵ ص ۲۷۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

(۲) باب نمبر دو: لطائف کی حرکات کے ثبوت میں (خصوصاً حرکت قلب)

وحدوث الكائنات المستقبلة، ومنها ما تفيض عليهم في علوم الشرائع وأسرار الأحكام، ومنها في أسرار الحروف وخواص الأشياء، إلى غير ذلک من علوم الله تعالى. وبالله التوفيق۔

ترجمہ: اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا فرمان ہے: اور اسے اپنا علمِ لدنی عطا کیا۔ علم لدنی: یہ وہ علم ہے جو بغیر کسی حصول یا علم کے دل میں اتر جاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے اپنے علم کے مطابق عمل کیا۔ اللہ تعالی اسکو وہ علم عطا کردی گا جو وہ نہیں جانتا تھا" اور یہ علم اس وقت حاصل ہوتا ہے جب دل کو عیبوں اور برائیوں سے پاک کرنے کے بعد اور اسے رشتوں اور مشاغل سے خالی کرنے کے بعد، جب دل کی تطہیر مکمل ہو جائے اور وہ رب کی طرف متوجہ ہو جائے۔ تب، اللہ تعالیٰ علم لدنی اور اسرار ربانی کا فیضان فرمادیتا ہے ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو دماغ نہیں سمجھتے ہیں اور نا نقول کے احاطے میں آتے ہیں، بلکہ اس کے علم جس پر فائض ہو جائے اسے تسلیم کیا جائیگا بغیر اسکے کہ اسکے اقتداء کیا جائے اس امر میں، اور ان میں سے بعض کا تذکرہ علم غیب میں ہوتا ہے۔ جیسے تقدیر کے مقامات اور مستقبل کی مخلوقات کی موجودگی، ان میں سے وہ ہیں جو ان پر علوم قوانین شریعت اور احکام کے اسرار میں آشکار ہوتے ہیں اور ان میں سے کچھ حروف کے اسرار وخواص اشیاء کا فیضان ہوتا اور اسکے علاوہ اللہ تعالیٰ کی علوم سے اور اللہ تعالیٰ سے توفیق کے مددگار ہے۔[1]

۲۔ علامہ عصام الدین اسماعیل بن محمد الحنفی علیہ الرحمہ (التوفی:۱۱۹۵ھ) وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قوله (وهو علم الغيوب) والمراد بالغيب هنا الخفى لا ينتصب عليه دليل وقد اعلم الله الخضر بعضا من تلك الغيوب۔

ترجمہ: اوروہ علم غیوب ہے اور غائب سے مراد یہاں خفی علم ہے جس پر دلیل قائم نہیں ہوتی ہے اوراللہ جل شانہ نے حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام کو بعض ان غیوب میں سے علم عطا کیا تھا۔[2]

آیت نمبر ۲: قرآن مجید میں ایک اور جگہ پر علم باطن سے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (البقرة ۱۵۱)

---

[1] (البحر المديد في تفسير القرآن المجيد، ج ۱۱، ص ۲۶۷)

[2] (حاشية القونوى على تفسير امام بيضاوى جلد ۱۲ ص ۱۲۷ دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۲) باب نمبر دو: لطائف کی حرکات کے ثبوت میں (خصوصاً حرکت قلب)

ترجمہ: اسی طرح ہم نے تمہارے اندر تمہیں میں سے (اپنا) رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں (نفساً وقلباً) پاک صاف کرتا ہے اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت ودانائی سکھاتا ہے اور تمہیں وہ (اسرارِ معرفت وحقیقت) سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

۱۔ الشیخ علی بن سلطان محمد القاری علیہ الرحمہ (المتوفی: ۱۰۱۴ھ) اس آیت کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں:

بالفکر والنظر اذ لا طریق الی معرفته سوی الوحی وکرر الفعل لیدل علی انه جنس آخر۔

ترجمہ: تم ان علوم کو نظر وفکر کے ذریعے نہیں جانتے کیونکہ اس کی معرفت کی طرف وحی کے علاوہ کوئی راستہ نہیں اور یہاں فعل (یعلمکم) کا تکرار اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ (علم) دوسری جنس سے ہے۔[1]

۲۔ خاتمۃ المحققین وعمدۃ المدققین السید محمود آلوسی البغدادی علیہ الرحمہ (المتوفی: ۱۲۷۰ھ) نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر بیان فرمائی ہے۔[2]

۳۔ الشیخ القاضی ثناء اللہ العثمانی الحنفی المظہری علیہ الرحمہ اس آیت کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں:

تکرار الفعل یدل علی ان ھذا التعلیم من جنس آخر ولعل المراد به العلم اللدنی۔

ترجمہ: (یعلمکم) فعل کا تکرار اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ تعلیم دوسری قسم کی ہے اور شاید اس سے مراد علم لدنی ہے۔[3]

قرآن مجید کی آیات مبارکہ اور ان کی تفاسیر سے خوب واضح ہو گیا ہے کہ علم ظاہر کے ساتھ ایک دوسرا علم بھی ہے جو علم باطن کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور حضور نبی پاک ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ان دونوں علوم کی باقاعدہ تعلیم فرمائی۔

علم باطن کا ثبوت احادیث کی روشنی میں:

حدیث نمبر ۱: حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: "حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِعَاءَيْنِ: فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهُ، وَأَمَّا الآخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهُ قُطِعَ هَذَا البُلْعُومُ۔

[1] (تفسیر انوار لقرآن واسرار الفرقان ج ۱ ص ۱۳۶)
[2] (تفسیر روح المعانی جلد ۱ ص ۲۸ المکتبة الحقانیة ملتان)
[3] (تفسیر المظہری جلد ۱ ص ۱۵۱۔۱۵۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

(۲) باب نمبر دو: لطائف کی حرکات کے ثبوت میں (خصوصاً حرکت قلب)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضور نبی پاک ﷺ سے دو اقسام کے علم سیکھے ہیں ایک کو تو میں نے بیان کر دیا اور دوسرے کو اگر میں بیان کروں تو میرا یہ حلقوم کاٹ دیا جائے گا۔[1]

محدثین کے اقوال:

۱۔ الحافظ الامام بدر الدین ابی محمد بن احمد العینی علیہ الرحمہ (المتوفی: ۸۵۵ھ) اسی حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قالت المتصوفة: المراد بالاول علم الاحکام و الاخلاق و بالثانی علم الاسرار المصون عن الاغیار المختص بالعلماء باللہ من اہل العرفان وقال آخرون منهم: العلم المکنون علما و هو نتیجة الخدمة و ثمرة الحکمة لا یظفر بها الا الغواصون فی بحار المجاهدات و لا یسعد بها الا المصطفون بانوار المجاهدات و المشاهدات۔

ترجمہ: صوفیاء کرام فرماتے ہیں پہلے ظرف سے مراد احکام اور اخلاق کا علم ہے اور دوسرے ظرف سے مراد اسرار و رموز کا علم جو اغیار سے محفوظ ہے اور اہل عرفان علماء باللہ کے ساتھ خاص ہے۔ اور دیگر صوفیاء نے کہا: اس سے مراد مخفی علم ہے اور وہ راز جو محفوظ ہے اور یہ (مقربین) کی خدمت کا نتیجہ اور حکمت کا ثمرہ ہے۔ یہ ان ہی کو حاصل ہوتا ہے جو مجاہدات کے سمندروں میں غوطہ لگاتے ہیں اور یہ ان ہی پر منکشف ہوتا ہے جن کے دل مجاہدات اور مشاہدات کے انوار سے روشن ہوتے ہیں۔[2]

۲۔ ولعل المراد بالاول علم الاحکام و الاخلاق و بالثانی علم الاسرار المصون عن الاغیار المختص بالعلماء باللہ من اہل العرفان۔

ترجمہ: اور شاید پہلے علم سے مراد احکام و اخلاق کا علم ہے اور دوسرے سے مراد اسرار و رموز کا علم ہے جو اغیار سے محفوظ ہے اور اہل عرفان میں سے علماء باللہ کے ساتھ خاص ہے۔[3]

۳۔ شیخ المحققین حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ (المتوفی: ۱۰۵۲ھ) اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وگفته اند که مراد باول علم احکام واخلاق ست که مشترک است میان خواص و عوام و بثانی علم اسرار که محفوظ و مصوّن است از اغیار از جهت باریکی و پوشیدگی آن و عدم وصول فهم ایشان بان و مخصوص است بخواص از علماء باللہ از اہل عرفان۔

1 (صحیح البخاری، باب حفظ العلم ص ۱۰۵، دار المعرفت بیروت لبنان)

2 (عمدة القاری ج ۲ ص ۱۸۵ دار الاحیاء بیروت)

3 (شرح الطیبی علی مشکاة المصابیح المسمی الکاشف عن حقائق السنن جلد ۱ ص ۴۵۷ مکتبة العلمیة بیروت لبنان)

(۲) باب نمبر دو: لطائف کی حرکات کے ثبوت میں (خصوصاً حرکت قلب)

ترجمہ: اور علماء کرام فرماتے ہیں کہ اول علم سے مراد احکام واخلاق کا علم ہے اور (یہ علم) خواص وعوام میں مشترک ہے اور دوسرے علم سے مراد اسرار کا علم ہے جو اغیار سے محفوظ و مصئون (بچاہوا) ہے کیونکہ وہ اپنی باریکی پوشیدگی اور فہم عوام کے اس تک رسائی نہ ہونے کے باعث اہل عرفان علماء باللہ کے ساتھ خاص ہے۔[1]

۴۔ العلامہ الشیخ علی بن سلطان محمد القاری علیہ الرحمہ (المتوفی:۱۰۱۴ھ) اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فاما احدهما وهو علم الظاهر من الاحكام والاخلاق واما الآخر وهو علم الباطن۔

ترجمہ: پس دونوں علوم میں سے پہلا علم احکام اور اخلاق سے متعلق ہے اور وہ علم ظاہر ہے اور دوسرا وہ علم باطن ہے۔[2]

۵۔ حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ مرآۃ شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے حضور ﷺ سے دو قسم کے علم ملے ایک علم شریعت جو میں نے تمہیں بتادیا اور دوسرا علم اسرار وطریقت وحقیقت کہ اگر وہ ظاہر کروں تو عوام نہ سمجھیں اور مجھے بے دین سمجھ کر قتل کر دیں۔[3]

علم باطن کے ثبوت پر دوسری دلیل حدیث کی روشنی میں:

ان دونوں علوم کی مزید تائید حضور نبی کریم ﷺ کے اس ارشادِ گرامی سے ہوتی ہے۔

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مرسلا روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

العلم علمان: فعلم فى القلب فذاك العلم النافع وعلم على اللسان فذاك حجة الله عز وجل على ابن آدم۔ رواه الدارمی۔

ترجمہ: علم دو قسم کا ہے پس ایک قلب کا علم ہے پس یہی علم نافع ہے اور دوسرا زبان کا علم ہے پس یہ بنی آدم پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہے۔[4]

۱۔ الشیخ علی بن سلطان محمد القاری علیہ الرحمہ (المتوفی:۱۰۱۴ھ) اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قد يحمل الاول على علم الباطن والثانى على علم الظاهر۔

ترجمہ: تحقیق محمول کیا ہے پہلے علم کو علم باطن پر اور دوسرے کو علم ظاہر پر۔[5]

---

[1] (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۱۹۰ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

[2] (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۴۷۹ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

[3] (مرآۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۱۸۲ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

[4] (مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم ص ۳۷ قدیمی کتب خانہ کراچی پاکستان)

[5] (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب العلم حدیث نمبر ۲۷۰ جلد ۱ ص ۴۷۸ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

۲۔ امام شرف الدین حسین بن محمد بن عبد اللہ الطیبی علیہ الرحمہ (المتوفی: ۷۴۳ھ) اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ویمکن ان یحمل الحدیث علی علمی الظاھر والباطن۔

ترجمہ: اور ممکن ہے کہ اس حدیث کو علم ظاہر اور علم باطن پر محمول کیا جائے۔[1]

۳۔ حجۃ الاسلام امام ابی حامد محمد بن محمد الغزالی علیہ الرحمہ (المتوفی: ۵۰۵ھ) علم طریق آخرت سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فاعلم انہ قسمان: علم مکاشفۃ وعلم معاملۃ فالقسم الاول علم المکاشفۃ وھو علم الباطن وذلک غایۃ العلوم۔

ترجمہ: پس جان لیں کہ اس کی دو قسمیں ہیں: علم مکاشفہ اور علم معاملہ پس پہلی قسم علم مکاشفہ ہے اور وہ علم باطن ہے اور وہ تمام علوم کی انتہا اور علت غائی ہے۔[2]

علم باطن کے ثبوت پر تیسری دلیل:

ان دونوں علوم کی تائید میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نہایت ہی قابل ذکر ہے:

قال رسول اللہ ﷺ: انزل القرآن علی سبعۃ احرف لکل آیۃ منھا ظاھر وباطن ولکل حد مطلع۔ رواہ فی شرح السنہ۔

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قرآن سات حرفوں پر اترا ہے ان میں ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن بھی اور ہر ظاہر اور باطن کی ایک حد ہے جہاں سے اطلاع ہے۔[3]

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ الاتقان فی علوم القرآن میں اس روایت کو ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

واخرج ابو نعیم فی الحلیۃ عن ابن مسعود قال ان القرآن انزل علی سبعۃ احرف۔ ما منھا حرف الا ولہ ظھر وبطن وان علی بن ابی طالب عندہ من الظاھر والباطن۔

ترجمہ: امام ابو نعیم اصفہانی حلیہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک قرآن پاک سات حروف پر نازل ہوا ہے کہ اس کے ہر حرف کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس ظاہر کا بھی اور باطن کا بھی علم ہے۔[4]

---

[1] (شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح المسمی الکاشف عن حقائق السنن جلد ۱ ص ۲۱۶ مکتبہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ)

[2] (احیاء العلوم الدین جلد ۱ ص ۳۵ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

[3] (مشکوۃ المصابیح کتاب العلم، ص ۳۵ قدیمی کتب خانہ کراچی پاکستان)

[4] (الاتقان فی علوم القرآن النوع الثمانون ص ۶۵ دار الکتب العربی بیروت لبنان، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء جلد ۱)

(۲) باب نمبر دو: لطائف کی حرکات کے ثبوت میں (خصوصاً حرکت قلب)

ان تمام دلائل سے یہ واضح ہوا کہ علم ظاہر کی طرح علم باطن بھی ہمارے دین کا حصہ ہے اور اس کی تعلیم دینا فرائض نبوت میں سے ہے اور زمانہ مصطفی ﷺ میں اس کی باقاعدہ تعلیم وتربیت دی جاتی تھی۔

علم باطن کے ثبوت میں ائمہ کے اقوال:

۱۔ اب حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ ان دونوں علوم کے باہمی ربط و تعلق کو یوں بیان کرتے ہیں:

من تفقه ولم يتصوف فقد تفسق ومن تصوف ولم يتفقه فقد تزندق ومن جمع بينهما فقد تحقق۔

ترجمہ: جس نے علم فقہ حاصل کیا اور تصوف سے بے بہرہ رہا پس وہ فاسق ہوا اور جس نے تصوف کو اپنایا مگر فقہ کو نظر انداز کر دیا وہ زندیق ہوا جس نے دونوں کو جمع کیا پس اس نے حق کو پالیا۔ (محقق بنا)[1]

۲۔ حضرت امام ابو طالب المکی علیہ الرحمہ ان دونوں علوم کے ربط و تعلق کو یوں بیان کرتے ہیں:

هما علمان اوليان لا يستغني احدهما عن الأخر بمنزلة الاسلام والايمان مرتبط كل منهما بالأخر كالجسم والقلب لا ينفك احد عن صاحبه۔ (رواه دارمی)

ترجمہ: یہ دونوں علوم اصل ہیں کوئی ایک بھی دوسرے سے مستغنی نہیں ہو سکتا یہ بمنزل ایمان اور اسلام کے ہیں ان کا ایک دوسرے سے تعلق جسم اور دل کی طرح ہے کوئی ایک بھی دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتا۔[2]

۳۔ اور اسی طرح امام الفقہاء والمجتہدین سید محمد امین ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۲۵۲ھ) نے ان دونوں علوم کے باہمی ربط کو یوں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَهِيَ وَالطَّرِيقَةُ وَالشَّرِيعَةُ مُتَلَازِمَةٌ۔

ترجمہ: اور یہ طریقت اور شریعت لازم وملزوم ہیں۔[3]

۴۔ امام ابو القاسم قشیری علیہ الرحمہ شریعت وطریقت کے باہمی ربط کو یوں بیان کرتے ہیں:

وكل شريعة غير مؤيدة بالحقيقة فغير مقبول وكل حقيقة غير مقيدة بالشريعة فغير مقبول۔

---

[1] (مرقاة شرح مشکوۃ جلد ۱ ص ۴۷۸ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

[2] (مرقاة شرح مشکوۃ جلد ۱ ص ۴۷۸ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان۔ شرح الطیبی علی مشکوۃ المصابیح جلد ۱ ص ۴۵۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

[3] (رد المحتار علی در المختار جلد ۴ ص ۲۳۹ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۲) باب نمبر دو: لطائف کی حرکات کے ثبوت میں (خصوصاً حرکت قلب)

ترجمہ: پس جس شریعت کو حقیقت کی تائید حاصل نہ ہو وہ غیر مقبول ہے اور جو حقیقت شریعت سے مقید نہ ہو وہ بھی غیر مقبول ہے۔[1]

۵۔ الشیخ القاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ علم باطن کہاں سے حاصل ہو گا؟ اور اس کا ماخذ و مصدر کیا ہے؟

العلم اللدني المأخوذ من بطون القران و من مشكوة صدر النبي صلى الله عليه وسلم الذي لا سبيل الى دركه الا الانعكاس و اما درك دركه فبعيد عن القياس۔

ترجمہ: علم اللدنی کے حصول کا ذریعہ قرآن کا باطن اور حضور نبی کریم ﷺ کا سینہ اطہر ہے اس علم اللدنی کے حصول کا فقط واحد ذریعہ انعکاس ہے اس کے ادراک کا پتہ چلانا بعید از قیاس ہے۔[2]

علم باطن کے حصول کے ذرائع اور ثمرات:

بطونِ قرآن اور سینہ مصطفی ﷺ تک رسائی فقط طہارت باطنی سے ہی ممکن ہے اور قرآنی اصطلاح میں طہارت باطنی کو تزکیہ ٔنفس کا نام دیا گیا ہے اور یہی تزکیہ ٔنفس انسان کی کامیابی کی ضمانت ہے۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى (الأعلى ۱۴)

ترجمہ: بے شک وہی بامراد ہوا جو (نفس کی آفتوں اور گناہوں کی آلودگی سے) پاک ہو گیا۔

۱۔ نجیب الطرفین الشیخ عبد القادر الجیلانی البغدادی قدس سرہ (المتوفی: ۵۶۱ھ) اس آیت کے ذیل میں تفسیر الجیلانی میں لکھتے ہیں:

وتطهير عن ادناس الطبائع و اكدار الهيولى من الميل الى الدنيا وما فيها من اللذات الفانية و الشهوات الغير الباقية وتوجه نحو المولى بالعزيمة الخالصة۔

ترجمہ: اور پاک ہو طبیعتوں کے میل کچیل سے اور مادہ کی کدورتوں سے یعنی دنیا کی طرف مائل ہونے سے اور جو اس میں لذات فانیہ ہیں ان سے اور فانی شہوات سے اور تو متوجہ ہو اپنے مولیٰ کی طرف خالص عزیمت وارادے کے ساتھ (یعنی ہر چیز سے کٹ کر)۔[3]

---

[1] (الرسالة القشيرية ص ۱۱۸ دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

[2] (التفسير المظهرى جلد ۱ ص ۱۵۲ مكتبه رشيديه كوئٹه پاكستان)

[3] (تفسير جيلانى جلد ۵ ص ۴۱۰ دار الكتب العلمية)

(۲) باب نمبر دو: لطائف کی حرکات کے ثبوت میں (خصوصاً حرکت قلب)

۲۔ اور علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى کے تحت لکھتے ہیں:

وفی الأية اشارة الى تطهير النفس عن المخالفات الشرعية وتطهير القلب عن المحبة الدنيوية بل عن ملاحظة الغير والتوجه الى الله تعالى بقدر الاستعداد۔

اس آیت میں اشارہ ہے کہ نفس کو مخالفتِ شرعیہ سے پاک کرنے اور قلب کو حب دنیا سے اور غیر اللہ کی طرف دیکھنے سے پاک کیا جائے اور صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف بقدر استعداد متوجہ کرے۔[1]

آیت نمبر ۲: اور قرآن مجید میں ایک اور مقام پر تزکیہ نفس سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا (۹) وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا (الشمس ۱۰)

ترجمہ: بے شک وہ شخص فلاح پا گیا جس نے اس (نفس) کو (رذائل سے) پاک کر لیا (اور اس میں نیکی کی نشو ونما کی) اور بے شک وہ نامراد ہو گیا جس نے اسے (گناہوں میں) ملوث کر لیا (اور نیکی کو دبا دیا)۔

۱۔ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

معناه قد افلح من زكى نفسه فاصلحها وحملها على طاعة الله عز و جل۔

ترجمہ: اس کا معنی یہ ہے بے شک وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا اور اس کی اصلاح کر لی اور اس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر آمادہ کر لیا۔[2]

۲۔ تو تزکیہ نفس کرنے سے انسان کے دل میں نور پیدا ہو جاتا ہے جس کو صوفیانہ اصطلاح میں علم باطن کہتے ہیں جیسا کہ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

علم المكاشفة فهو عبارة عن نور يظهر فی القلب عند تطهيره وتزكيه من صفاته المذمومة۔

ترجمہ: علم مکاشفہ نور سے عبارت ہے اور وہ ظاہر ہوتا ہے دل میں اس کے صفاتِ مذمومہ سے طہارت اور پاکیزگی کے وقت۔[3]

۳۔ اور ان کی مزید وضاحت کرتے ہوئے امام ابی العباس احمد بن محمد بن المہدی ابن عجیبہ الحسنی لکھتے ہیں:

وذالک بعد تطهير القلب من النقائص والرذائل وتفرغه من العلائق والشواغل فاذا كمل تطهير القلب وانجذب الى حضرة الرب فاضت عليه العلوم اللدنية والاسرار الربانية۔

---

[1] (روح البیان تفسیر القرآن جلد ۱۰ ص ۱۴۱۷ مکتبہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

[2] (تفسیر بغوی المسمی معالم التنزیل جلد ۴ ص ۴۶۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان۔ تفسیر مظہری جلد ۷ ص ۲۶۴ مکتبہ رشیدیہ)

[3] (احیاء العلوم الدین جلد ۱ ص ۳۶ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

(۲) باب نمبر دو: لطائف کی حرکات کے ثبوت میں (خصوصاً حرکت قلب)

ترجمہ: اور (اس نور کا پیدا ہو جانا) قلب کا نقائص اور رذائل سے پاک ہونے اور دل کا علائق و شواغل سے فارغ ہونے کے بعد ہے۔ پس جب دل کی طہارت مکمل ہو جاتی ہے اور اللہ رب العزت کی حضوری نصیب ہوتی ہے تو علم لدنیہ اور اسرار ربانیہ (دل) پر وارد ہونے لگتے ہیں۔[1]

۳۔ شیخ محقق حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وبعضے میگویند کہ این بشارت است برائیان جمال او را در خواب کہ آخر بعد از ارتفاع کدورات نفسانیہ وقطع علائق جسمانیہ بمرتبہ کہ بے حجاب کشفاو عیانا د بیداری باین سعادت فائز باشند۔

ترجمہ: بعض ارباب معرفت کہتے ہیں کہ یہ خواب میں جمال محمدی ﷺ کا دیدار کرنے والے خوش بختوں کے لئے بشارت ہے کہ جسمانی کدورتوں کے اٹھ جانے اور جسمانی تعلقات منقطع ہو جانے کے بعد اس مقام کو پہنچ جائیں گے کہ بحالت بیداری کشف اور مشاہدے میں اس سعادت کو حاصل کریں گے۔[2]

۴۔ اور اسی سے متعلق حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المنقذ من الضلال میں لکھتے ہیں:

وو راء العقل طور آخر تنفتح فیه عین اخری یبصر بها الغیب و ما سیکون فی المستقبل و امورا اخری العقل معزول عنها۔

ترجمہ: عقل سے آگے ایک اور راستہ ہے جس میں دوسری آنکھ کھل جاتی ہے جس کے ذریعے غیب کا ادراک ہوتا ہے اور مستقبل میں ظہور پذیر ہونے والے واقعات اور دیگر ایسے امور جس سے عقل قاصر ہوتی ہے وہ بھی نظر آنے لگتے ہیں۔[3]

۵۔ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ الرسالۃ اللدنیہ میں لکھتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما من عبد الا و لقلبه عینان۔ و هما عینان یدرک بهما الغیب فاذا اراد اللہ تعالی بعبد خیر افتح عینی قلبه لیری ما هو غائب عن بصره۔

ترجمہ: ہر بندے کے دل کی دو آنکھیں ہیں۔ جن سے وہ غائب کا ادراک کرتا ہے جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے قلب کی دونوں آنکھوں کو کھول دیتا ہے تاکہ وہ ان چیزوں کو بھی دیکھ لے جو اس کی ظاہری آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔[1]

---

[1] (تفسیر بحر المدید جلد ۴ ص ۱۷۹ مکتبہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

[2] (اشعۃ اللمعات جلد ۳ ص ۶۸۵ المکتبۃ الحبیبیۃ کانسی روڈ کوئٹہ)

[3] (مجموعہ رسائل امام غزالی المنقذ من الضلال ص ۶۲ مکتبہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

نور باطن کی وسعت کا اندازہ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد سے لگائیے آپ فرماتے ہیں:

ومن اول الطریقة تبتدئ المشاھدات والمکاشفات حتی انھم فی یقظتھم یشاھدون الملائکة وارواح الانبیاء ویسمعون منھم اصواتا ویکتسبون منھم فوائد۔

ترجمہ: اور ابتدائے طریقت میں مکاشفات ومجاہدات شروع ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ عین حالت بیداری میں بھی وہ ملائکہ اور ارواح انبیاء علیہم السلام کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ان کی باتیں سنتے ہیں اور ان سے اکتساب فیض کرتے ہیں۔[2]

صوفیاء کا دربار رسالت سے براہ راست فیض حاصل کرنا:

اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ امت محمدیہ ﷺ میں بہت سے پاکیزہ نفوس اس مقام پر پہنچے جو مجلس نبوی ﷺ میں حاضر اور بارگاہِ نبوی ﷺ سے براہِ راست ہدایت ورہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

حدیث طوبی لمن رانی سے استدلال:

جیسا کہ علامہ محمد عبد الرؤف المناوی علیہ الرحمہ (المتوفی: ۱۰۳۱ھ) حدیث طوبی لمن رانی کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والعارفون یرونه فی عالم الحس یقظة حتی قال الشیخ ابو العباس المرسی: لو احتجب عنی رسول اللہ ﷺ طرفة عین ماعددت نفسی من الفقراء وفی روایة من المسلمین۔

ترجمہ: عارفین آپ ﷺ کو عالم بیداری میں دیکھتے ہیں یہاں تک کہ حضرت شیخ ابو العباس المرسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر رسول اللہ ﷺ ایک پل کے لئے بھی مجھ سے اوجھل ہوں تو میں اپنے آپ کو (اس وقت) فقراء میں شمار نہیں کرتا اور ایک روایت میں ہے مسلمانوں میں شمار نہیں کرتا۔[3]

۱۔ امام جلال الدین السیوطی علیہ الرحمۃ (المتوفی: ۹۱۱ھ) شیخ ابو العباس المرسی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

وقال الشیخ لو حجب عنی رسول اللہ ﷺ طرفة عین ماعددت نفسی من المسلمین۔

ترجمہ: اگر رسول اللہ ﷺ ایک لمحہ بھر بھی مجھ سے محجوب ہوں تو میں اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار نہیں کرتا۔[4]

---

[1] (مجموعہ رسائل امام غزالی الرسالة اللدنیہ ص ۲۲ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

[2] (مجموعہ رسائل امام غزالی المنقذ من الضلال ص دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان تفسیر روح المعانی جز ۲۲ ص ۵۷ المکتبہ الحقانیہ ملتان)

[3] (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر جلد ۴ ص ۳۷۰ حدیث ۵۳۰۵ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

[4] (الحاوی للفتاوی جلد ۲ ص ۲۶۴ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

(۲) باب نمبر دو: لطائف کی حرکات کے ثبوت میں (خصوصاً حرکت قلب)

۲۔ عارف باللہ احمد بن محمد بن عجیبہ شرح الحکم میں حضرت الشیخ ابو العباس المرسی کا قول یوں نقل کرتے ہیں:

قال ابو العباس المرسی لی ثلاثون سنة ما غاب عنی رسول اللہ ﷺ طرفة عین و لو غاب عنی ما اعددت نفسی من المسلمین۔

ترجمہ: ابو العباس المرسی نے فرمایا تیس سال سے میری یہ کیفیت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مجھ سے ایک پل بھی علیحدہ (غائب) نہیں ہوئے اگر آپ ﷺ مجھ سے اوجھل ہو جائیں تو میں خود کو مسلمانوں میں شمار نہیں کرتا۔[1]

۳۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ الحاوی للفتاوی مین شیخ خلیفہ بن موسی النہر ملکی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

و قال ایضا فی ترجمة الشیخ خلیفة بن موسی النہر ملکی: کان کثیر الرؤیة لرسول اللہ ﷺ یقظة و مناما فکان یقال ان اکثر افعالہ متلقاة منہ بامر منہ اما یقظة اما مناما۔ و رأہ فی لیلة واحدة سبع عشر مرة۔

ترجمہ: اسی طرح شیخ خلیفہ بن موسی النہر ملکی کے سوانح حیات میں ہے کہ ان کو حالت بیداری میں رسول اللہ ﷺ کا کثرت سے دیدار ہوتا تھا اور نیند کی حالت میں بھی۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے اکثر امور آپ ﷺ سے حاصل شدہ تھے۔ اور آپ ﷺ کے حکم سے تھے وہ احکام یا تو حالت بیداری میں تھے یا حالت خواب میں بھی تھے اور ایک ہی رات میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آقا علیہ السلام کی سترہ (۱۷) مرتبہ زیارت کی۔[2]

اسی روایت کو امام المحققین عمدۃ المدققین مفتی بغداد حضرت شیخ شہاب الدین سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ تعالی علیہ (المتوفی: ۱۲۷۰ھ) نے بھی تفسیر روح المعانی جلد ۱۱ جز ۲۲ ص ۵۱ پر نقل کیا ہے۔

۴۔ امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۹۷۳ھ) حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۹۱۱ھ) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

و الشیخ جلال الدین السیوطی کان یقول. رأیت النبی ﷺ و اجتمعت بہ یقظة نیفا و سبعین مرة۔

ترجمہ: شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی مجلس اور زیارت حالت بیداری میں پچھتر (۷۵) مرتبہ کی۔[3]

---

[1] (ابعاد الغمم عن ایقاظ الھمم فی شرح الحکم ص ۱۱۹ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

[2] (الحاوی للفتاوی جلد ۲ ص ۲۵۹ المکتبة النوریة الرضویة)

[3] (لواقع الانوار القدسیہ فی بیان العھود المحمدیہ ص ۱۶ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

(۲) باب نمبر دو: لطائف کی حرکات کے ثبوت میں (خصوصاً حرکت قلب)

۵۔علامہ ابی العباس احمد بن محمد بن المہدی ابن عجیبہ الحسینی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۱۲۲۴ھ) حضرت الشیخ ابو العباس المرسی کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

واھل ھذا المقام موجودون فی کل زمان فان القادر فی زمانھم ھو القادر فی زماننا۔

ترجمہ: اس مقام و مرتبے والے لوگ ہر زمانے میں موجود ہوتے ہیں پس ان کے زمانہ میں جو (اس مقام پر) فائز رہے وہ ہمارے زمانہ میں بھی پائے گئے ہیں (یعنی کوئی زمانہ ایسے لوگوں سے خالی نہیں رہا)۔[1]

۶۔امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

واعلم ان مقام مجالسة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عزیزۃ جدا وقد جاء شخص الی سیدی علی المرصفی وانا حاضر فقال: یا سیدی قد وصلت الی مقام صوت اری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقظة ای وقت شئت۔

ترجمہ: جان لے بے شک رسول اللہ ﷺ کی ہم نشینی بہت ہی پیاری ہے اور تحقیق ایک شخص سید علی مرصفی کی بارگاہ میں آیا اور میں بھی وہاں موجود تھا اس نے کہا یا سیدی میں ایک ایسے مقام تک پہنچ گیا ہوں جہاں میں حالت بیداری میں جس وقت بھی تمنا کرتا ہوں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کر لیتا ہوں۔[2]

۷۔الشیخ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حضور شہنشاہِ بغداد حضرت شیخ عبد القادر جیلانی الحسنی الحسینی کے متعلق الحاوی للفتاوی میں اور شیخ الاسلام امام ابن حجر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۹۷۴ھ) فتاوی حدیثیہ میں لکھتے ہیں:

قال الشیخ سراج الدین بن الملقن فی طبقات الاولیاء قال الشیخ عبد القادر الجیلانی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل الظھر فقال لی یا بنی لم لا تتکلم؟ قلت یا ابتاہ انا رجل اعجمی کیف اتکلم علی فصحاء بغداد؟ فقال افتح فاک ففتحته فتفل فیه سبعا وقال: تتکلم علی الناس وادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة فصلیت الظھر وجلست وحضرنی خلق کثیر فارتج علی فرایت علیا قائما بازائی فی المجلس فقال لی: یا بنی لم لا تتکلم؟ قلت یا ابتاہ قد ارتج علی فقال: افتح فاک ففتحته فتفل فیه ستا فقلت: لم لا تکملھا سبعا؟ قال ادبا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ترجمہ: شیخ سراج الدین بن الملقن طبقات الاولیاء میں فرماتے ہیں کہ شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ظہر سے پہلے دیکھا آپ ﷺ نے مجھے فرمایا اے میرے بیٹے تم کلام کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کی اے میرے حضور! میں عجمی ہوں کیسے بغداد کے فصیح و بلیغ لوگوں کے سامنے تقریر کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا منہ کھولو میں نے منہ کھولا پس آپ نے سات مرتبہ اپنا لعابِ دہن ڈالا اور فرمایا لوگوں کو وعظ و نصیحت کیجئے اور بلایئے اپنے رب کے راستے کی

---

[1] (تفسیر بحر المدید فی تفسیر القرآن المجید جلد ۳ ص ۳۶۲ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

[2] (لواقح الانوار القدسیه فی بیان العهود المحمدیه ص ۶۱ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ۔ پس میں نے نماز ظہر ادا کی اور یوں وعظ کیلئے بیٹھا تو بہت زیادہ لوگ جمع ہو گئے، مجھ پر کپکپی طاری ہوئی تو میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے برابر میں اسی مجلس میں دیکھا آپ نے مجھ سے فرمایا اے میرے بیٹے آپ کلام کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کی دادا حضور! مجھ پر کپکپی طاری ہو رہی ہے تو آپ نے فرمایا اپنا منہ کھولئے میں نے اپنا منہ کھولا آپ رضی اللہ عنہ نے چھ مرتبہ لعابِ دہن ڈالا میں نے عرض کیا سات مرتبہ مکمل کیوں نہیں فرمایا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کے ادب واحترام کی وجہ سے۔[1]

۸۔ شیخ محقق حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضور شہنشاہِ بغداد سیدنا شیخ عبد القادر الجیلانی رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں:

در بهجۃ الاسرار باسنادی کہ دروی دو واسطہ بیش نیست روایت کردہ کہ روزی غوث الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ بر کرسی نشستہ بود و وعظ میفرمود وقریب بدہ ہزار کس در پایۂ وعظ وی حاضر و شیخ علی بن ہیتی درزیر پائے کرسی شیخ نشست گاہ شیخ علی ہیتی را خوابی برد پس شیخ عبد القادر قوم را فرمود اسکتوا پس ہمہ ساکت شدند تا آنکہ جز انفاس از ایشان شنیدہ نمیشد پس فرود آمد شیخ از کرسی و بایستاد بادب پیش شیخ علی مذکور و می نگریست دروی پس بیدار شد شیخ علی وگفت شیخ عبد القادر بادی کہ دیدی تو آن حضرت را در خواب گفت نعم فرمود ازین جہت ادب درزیدم باتو ایستادیم در پیش تو فرمود بچہ وصیت کرد ترا آن حضرت ﷺ گفت بملازمت من مجلس ترا پس شیخ علی گفت انچہ من در خواب دیدم شیخ عبد القادر در بیداری دید و روایت کردہ اند کہ ہفت کس از مردان راہ در آن روز از عالم رفتند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ترجمہ: صاحب بہجۃ الاسرار اپنی ایسی سند سے روایت کرتے ہیں کہ جس میں صرف دو واسطے ہیں کہ ایک دن غوث الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ کرسی پر بیٹھے ہوئے وعظ فرما رہے تھے تقریباً دس ہزار افراد مجلس وعظ میں حاضر تھے۔ شیخ علی ہیتی حضرت شیخ کی کرسی کے پائے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ شیخ علی بن ہیتی کو نیند آگئی حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ نے حاضرین کو خاموشی کا حکم دیا سب لوگ خاموش ہو گئے حالت یہ تھی کہ سانس لینے کی آوازوں کے علاوہ کچھ سنائی نہ دیتا تھا حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کرسی سے نیچے اترے اور شیخ علی ہیتی کے سامنے با ادب کھڑے ہو کر ان کی طرف دیکھنے

---

[1] (الحاوی للفتاوی جلد ۲ ص ۲۱۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان فتاوی حدیثیہ ص ۳۹۳ قدیمی کتب خانہ تفسیر روح المعانی جلد ۱۱ ص ۵۱ مکتبہ حقانیہ ملتان)

لگے۔ شیخ علی بیدار ہوئے تو حضرت شیخ نے کہا تمہیں خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہاں! فرمایا: اسی لئے میں تمہارے سامنے باادب کھڑا تھا تمہیں نبی کریم ﷺ نے کیا نصیحت فرمائی؟ کہنے لگے کہ آپ کی مجلس میں باقاعدہ حاضری دیا کروں شیخ علی نے کہا کہ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ نے بیداری میں دیکھا روایت کرتے ہیں کہ اس دن مردانِ خدا میں سے سات افراد اس دنیا سے چلے گئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔[1]

۹۔ شیخ محقق محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ودر مواہب لدنیہ گفتہ کہ ابن منصور در رسالۂ خود نوشتہ کہ درآمد شیخ ابو العباس قسطلانی بر آن حضرت پس دعا کرد آن حضرت اورا فرمود (**اخذ اللہ بیدک یا احمد**)۔

ترجمہ: مواہب لدنیہ میں ہے کہ ابن منصور نے اپنے رسالے میں لکھا کہ شیخ ابو العباس قسطلانی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا کی اور فرمایا اے احمد اللہ تعالیٰ تمہارا ہاتھ پکڑ لے۔[2]

۱۰۔ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ مزید شیخ ابو مسعود رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

واز شیخ ابو المسعود آوردہ کہ مصافحہ میکرد آن حضرت را بعد از ہر نماز۔

ترجمہ: شیخ ابو المسعود رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بیان کیا کہ وہ ہر نماز کے بعد نبی کریم ﷺ سے مصافحہ کیا کرتے تھے۔[3]

ثبوت ثانی ارشاد ربانی:

فقہاء، مفسرین، محدثین اور جلیل القدر بزرگانِ دین (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کے ان تمام دلائل اور ان تمام روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صوفیاء کرام کو حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ کی حضوری نصیب ہوتی ہے اور حضور پاک ﷺ انہیں باقاعدہ تعلیم و تربیت دیتے ہیں۔

جیسا کہ سورۃ الجمعہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ (الجمعة ۲)

---

[1] (اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۳ ص ۲۸۴ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ پاکستان)

[2] (اشعة اللمعات جلد ۳ ص ۲۸۴ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

[3] (اشعة اللمعات جلد ۳ ص ۲۸۴ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

(۲) باب نمبر دو: لطائف کی حرکات کے ثبوت میں (خصوصاً حرکت قلب)

ترجمہ: وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہیں میں سے ایک (باعظمت) رسول (ﷺ) کو بھیجا وہ ان پر اس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور ان (کے ظاہر و باطن) کو پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں بے شک وہ لوگ ان (کے تشریف لانے) سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

وَ آخَرِینَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِیزُ الْحَكِیمُ (الجمعة ۳)

ترجمہ: اور ان میں سے دوسرے لوگوں میں بھی (اس رسول ﷺ کو تزکیہ و تعلیم کے لئے بھیجا ہے) جو ابھی ان لوگوں سے نہیں ملے (جو اس وقت موجود نہیں ہیں یعنی ان کے بعد کے زمانے میں آئیں گے) اور وہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔

۱۔ امام فخر الدین محمد بن حسن بن حسین ابن علی التیمی الرازی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۶۰۶ھ) ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویعلمهم ای ویعلمهم ویعلم آخرین منهم۔

ترجمہ: یعنی آپ ﷺ صحابہ کرام کو بھی تعلیم دیتے ہیں اور بعد میں آنے والوں کو بھی تعلیم فرماتے ہیں۔[1]

۲۔ امام ابی عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۱۳۵۲ھ) ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ویزکیهم ویعلمهم ای یعلمهم ویعلم آخرین من المؤمنین۔

ترجمہ: آپ ﷺ انہیں پاک بھی فرماتے ہیں اور تعلیم بھی دیتے ہیں اور بعد والے مؤمنین کا بھی تزکیہ اور تعلیم فرماتے ہیں۔[2]

۳۔ دیوبند مکتبۂ فکر کے ایک بہت بڑے محدث اور شارح بخاری شیخ انور شاہ کشمیری (متوفی ۱۳۵۲ھ) فیض الباری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں:

ویمکن عندی رؤیته ﷺ یقظة لمن رزقه الله سبحانه كما نقل عن السیوطی رحمة الله علیه كان زاهدا متشددا فی الكلام علی بعض معاصریه ممن له شأن۔ انه رآه ﷺ اثنین وعشرین مرة وسأله عن احادیث ثم صححها بعد تصحیحه ﷺ وكتب الیه الشاذلی یستشفع به ببعض حاجته الی سلطان الوقت وكان یوقره فابی السیوطی رحمة الله علیه ان یشفع له وقال انی لا افعل وذلک لان فیه ضرر نفسی وضرر الامة لانی زرته ﷺ غیر مرة ولا اعرف فی نفسی امرا غیر انی لا اذهب الی باب الملوک فلو فعلت امكن ان احرم من زیارته المباركة۔ فانا ارضی بضررک

[1] (التفسیر الکبیر جلد ۱۵ ص ۵ جز ۳۰ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

[2] (الجامع الاحکام القرآن جلد ۲۰ ص ۵۳ ۴ الرسالة العالمیة)

الیسیر من ضرر الامۃ الکثیر۔ والشعرانی رحمۃ اللہ علیہ ایضا کتب انہ راہ ﷺ وقرأ علیہ البخاری فی ثمانیۃ دفعۃ معہ ثم سماھم وکان واحد منھم حنفیا وکتب الدعاء الذی ترأہ عند ختمہ فالرؤیۃ یقظۃ متحققۃ وانکارھا جھل۔

ترجمہ: میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ کا بیداری میں دیدار کرنا ہر اس شخص کے لئے ممکن ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عطا فرمائی جس طرح حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ زاہد تھے اور اپنے بعض معاصرین پر کلام میں متشدد تھے اس کے لئے یہ شان ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بائیس ۲۲ مرتبہ (صحیح پچھتر بار ہے) زیارت کی اور آپ ﷺ سے بعض احادیث کی صحت کے متعلق سوال کیا اور جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ صحیح ہیں تو حافظ سیوطی نے ان کو صحیح قرار دیا اور شاذلی نے سیوطی رحمہ اللہ سے درخواست کی کہ وہ حاکم وقت کے پاس اس کی شفاعت کریں تو حافظ سیوطی نے انکار کر دیا اور کہا اگر میں حاکم کے دربار میں گیا تو میں رسول اللہ کی شفاعت سے محروم ہو جاؤں گا اور اس سے امت کا بہت نقصان ہو گا۔ اور علامہ شعرانی نے بھی بیداری میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی اور آٹھ ساتھیوں کے ساتھ آپ ﷺ سے صحیح بخاری پڑھی ان آٹھ میں سے ایک حنفی تھا لہٰذا بیداری میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ثابت ہے اور اس کا انکار کرنا جہل ہے۔[1]

۴۔ امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ محمد ابو المواہب الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

محمد ابو المواھب الشاذلی: احد اکابر العارفین ائمۃ العلماء العاملین ومن کراماتہ انہ کان کثیرا رؤیا للنبی ﷺ فی المنام حتی کانہ لا یفارقہ وحتی کانہ یراہ فی الیقظۃ وقد جمع مرائیہ فی کتاب طالعت من اولہ الی آخرہ فرأیتہ حقیقۃ من اعظم الکرامات لھذا العارف حتی انہ یری النبی ﷺ فیتذاکر معہ فی امر ثم یراہ فی منام آخر فیکمل لہ الحدیث الذی ابتداہ فی المنام قبلہ بل ذکر بعضھم انہ کان یجتمع بہ ﷺ یقظۃ وانہ تلقی منہ علیہ السلام حزب الفردانیۃ یقظۃ۔

ترجمہ: محمد ابو المواہب شاذلی رحمۃ اللہ علیہ بڑے عارفین اور با عمل عالموں میں سے ایک تھے اور آپ کی کرامات میں سے یہ کہ وہ خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت بکثرت کیا کرتے تھے گویا آپ ﷺ سے جدا بھی نہ ہوتے تھے حتیٰ کہ بیداری میں بھی آپ ﷺ کی زیارت سے مستفیض ہوتے تھے امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بہت سے خواب اور ان کے بڑے بڑے فوائد طبقاتِ کبریٰ میں لکھے ہیں۔ اور میں نے اس کتاب کو اول سے آخر تک پڑھا ہے میں نے عارف کی سب سے بڑی کرامت یہ پائی کہ بسا اوقات ایسا بھی ہوا ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ افضل الانبیاء والمرسلین ﷺ کی زیارت کرتے

[1] (فیض الباری شرح صحیح بخاری جلد ۱ ص ۲۰۴ المکتبۃ العزیزیۃ اردو بازار لاہور)

(۲) باب نمبر دو: لطائف کی حرکات کے ثبوت میں (خصوصاً حرکت قلب)

اور کسی معاملے میں عرض و معروض کرتے تھے پھر دوبارہ خواب میں زیارت کرتے تو سید المخلوقات سیدنا حضرت محمد مصطفی ﷺ اسی حدیث کو جو پہلے خواب میں فرمائی تھی مکمل فرمادیتے۔ بعض حضرات نے نقل کیا ہے کہ آپ نے خود حضرت صادق الامین ﷺ سے الحزب الفردانیہ بیداری میں پڑھی ہے۔[1]

۵۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار میں شیخ سلمان ابن عنان المندوی الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

ودر معاملہ قرآن راپیش آن سرور ﷺ تجوید نمود۔

ترجمہ: قرآن مجید آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عالم واقعہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے حضور میں پڑھا تھا۔[2]

۶۔ سلطان العارفین برہان الواصلین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۱۱۰۲ھ) نور الہدیٰ کلاں میں لکھتے ہیں:

شریعت آراہی ست کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ رفتہ باشد قدم بر قدم محمدی ﷺ شب وروز پیاپی خود درامد خل مجلس حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ساندوہر علم نص وحدیث در مجلس حضور حیات النبی ﷺ خواند۔

ترجمہ: شریعت وہ راہ ہے کہ جس پر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ گامزن رہے اس لئے جو شخص حضور ﷺ کے نقش قدم پر چل کر رات دن ان کی پیروی کرتا رہتا ہے وہ آخر کار مجلس محمد ﷺ میں جا پہنچتا ہے اور وہاں سے نص وحدیث کا تمام علم پڑھ لیتا ہے۔[3]

۷۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور امام الفقہاء والمحدثین شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیثمی المکی (المتوفی: ۹۷۴ھ) فتاوی حدیثیہ میں سید علی وفا رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

وحکی ابن فارس عن سیدی علی وفا قال: کنت وانا ابن خمس سنین اقرا القرآن علی رجل فاتیتہ مرۃ فرایت النبی ﷺ یقظۃ لا مناما وعلیہ قمیص ابیض قطن ثم رایت القمیص علیّ فقال لی: اقرأ فقرأت علیہ سورۃ والضحی والم نشرح ثم غاب عنی فلما ان بلغت احدی وعشرین سنۃ احرمت بصلاۃ الصبح بالقرافۃ فرأیت النبی ﷺ قبالۃ وجھی فعانقنی فقال: واما بنعمۃ ربک فحدث۔ فأوتیت لسانہ من ذلک الوقت انتھی۔

---

[1] (جامع کرامات الاولیاء جلد ۱ ص ۲۳۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

[2] (اخبار الاخیار فی اسرار الابرار ص ۲۲۱ مطبع دھلی)

[3] (نور الھدیٰ کلاں ص ۲۳۶ العارفین پبلی کیشنز لاھور پاکستان)

(۲) باب نمبر دو: لطائف کی حرکات کے ثبوت میں (خصوصاً حرکت قلب)

ترجمہ: سید علی وفا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں پانچ برس کا تھا اور ایک شخص کے پاس قرآن مجید پڑھتا تھا اور ایک دن میں نے دیکھا کہ اس شخص کے پاس حضرت سرکار مدینہ ﷺ سفید کرتہ پہنے جلوہ افروز ہیں اور میں نے یہ سر کی آنکھوں سے بیداری میں دیکھا آپ ﷺ نے مجھے فرمایا پڑھ پس میں نے آپ ﷺ کو سورہ والضحیٰ اور سورہ الم نشرح پڑھ کر سنا دیں پھر آپ ﷺ غائب ہو گئے جب میں ۲۱ برس کا ہوا تو شہر ترافہ میں نماز فجر کے لئے تکبیر کہہ چکا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ نے سامنے تشریف لا کر مجھ سے مصافحہ فرمایا اور فرمایا: **واما بنعمة ربک فحدث۔** پس اسی وقت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے حضوری عطا فرمائی۔[1]

ذرا سوچیں! انسانی تصور و تخیل ان لوگوں کی کیفیات کو اپنی گرفت میں کیسے لا سکتا ہے؟ جو عالم علمی مسائل میں بھی حضور پر نور ﷺ سے رہنمائی لیتے ہوں ان کی زندگیوں میں علم و عمل اعتقاد اور تقویٰ میں پختگی کا عالم کیا ہو گا؟

صوفیاء اور علمائے ظاہر کے نزدیک روایت حدیث کے ذرائع:

ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ علمائے ظاہر کے پاس حدیث مبارکہ کی معلومات کا ذریعہ زبانی قیل و قال کی روایات ہیں جن کے راویوں پر بحث و تنقید کی گنجائش ہے اس لئے انہوں نے ان کی روایات کی صحت کے لئے نہایت ہی قابل تحسین احتیاطی طریقہ وضع کیا ہے جبکہ علماء باطن (صوفیاء) کا ذریعہ علم باطن میں مجلس محمدی ﷺ کی دائمی حضوری اور کشف ہے۔

دائمی حضوری کے متعلق امام جلال الدین سیوطی الحاوی للفتاویٰ میں لکھتے ہیں:

كان للشيخ ابى العباس المرسى رحمة الله عليه وصلة بالنبى ﷺ اذا سلم على النبى ﷺ رد عليه السلام ويجاوبه اذا تحدث معه۔

ترجمہ: شیخ ابو العباس المرسی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر نبی کریم ﷺ پر سلام پیش کرتے تو آپ ﷺ اس کا جواب دیتے اور جب کوئی بات آپ ﷺ سے عرض کرتے تو اس کا جواب بھی ارشاد فرماتے۔[2]

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

انه حضر مجلس فقيه فروى ذلك الفقيه حديثا فقال له الولى: هذا الحديث باطل فقال الفقيه: ومن اين لك هذا فقال هذا النبى ﷺ واقف على راسك يقول انى لم اقل هذا الحديث وكشف للفقيه فرأه۔

---

[1] (فتاوی حدیثیه ص ۲۹۳ قدیمی کتب خانه کراچی پاکستان۔ الحاوی للفتاوی جلد ۲ ص ۲۶۱ المکتبة النوریة الرضویة)

[2] (الحاوی للفتاویٰ جلد ۲ ص ۲۴۲ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۲) باب نمبر دو: لطائف کی حرکات کے ثبوت میں (خصوصاً حرکت قلب)

ترجمہ: ایک بزرگ ایک فقیہ کی مجلس میں درس میں حاضر ہوئے فقیہ نے ایک حدیث پڑھی اس بزرگ نے فرمایا کہ یہ حدیث باطل ہے فقیہ نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ اس بزرگ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ یہ تیرے سر کے پاس تشریف فرما ہیں اور فرما رہے ہیں کہ میں نے یہ حدیث نہیں فرمائی بعد میں اس بزرگ نے اس فقیہ کو بھی زیارت کروا دی۔[1]

تو یہ بات ذہن نشین کر لے کہ محققین کے نزدیک بنیادی طور پر علم کے حصول کے ذرائع چار ہیں:

۱۔ حواس خمسہ ۲۔ عقل ۳۔ کشف والہام ۴۔ وحی

حواس کی رسائی فقط محسوسات تک محدود ہے۔ مدرکاتِ حسی سے ماوراء حقائق کے لئے حواس خمسہ علم کا ذریعہ بن سکتے ہیں اسی طرح عقل کا دائرہ بھی محدود ہے اس کی رسائی صرف معقولات تک محدود ہے۔ عقل کا ادراک بھی حواس خمسہ کے ذریعے علم حاصل کئے بغیر پائیہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا اس کے بعد علم کے حصول کا تیسرا ذریعہ کشف والہام ہے۔

عالم طبیعیات میں جو تمام تر حقائق و موجودات ہیں خواہ ان کا شمار محسوسات میں ہو یا معقولات میں ہو زمانی ہو یا مکانی، صوفیانہ کشف والہام کے ذریعے صوفیاء کو عالم مابعد الطبیعیات کا ادراک و معرفت ہوتی ہے تو یہاں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ حواس اور عقل دونوں مل کر بھی حتمی اور قطعی علم مہیا نہیں کر سکتے لیکن ان کے حرمانِ قطعیت اور نقصانِ ادراک و معرفت کے باوجود انہیں ذریعہ علم کی حیثیت سے تسلیم کیا جاتا ہے تو پھر کشف والہام کو ذریعۂ علم کی حیثیت سے ماننے میں کیا چیز مانع ہو سکتی ہے؟

علم کے حصول کا چوتھا ذریعہ وحی ہے جو کشف والہام سے بھی اعلیٰ اور سب سے مضبوط حتمی قطعی اور یقینی ہوتا ہے۔

کشف والہام حصول علم کے ذرائع:

جب صوفی تزکیہ اور تصفیہ میں کمال حاصل کر لیتا ہے اور وہ مدارج ولایت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اس کا کشف مشمولات وحی کے مطابق و موافق ہو جاتا ہے اور یہی مطابقت و موافقت اس کے کشف کے صحیح ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔

۱۔ جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال الشیخ محی الدین بن العربی: انه بلغنی عن النبی ﷺ ان من قال لا اله الا الله سبعین الفا غفر له و من قیل له غفر له ایضا فکنت ذکرت التهلیلة بالعدد المروی من غیر ان انوی لاحد بالخصوص بل علی الوجه الاجمالی فحضرت طعاما مع بعض الاصحاب و فیهم شاب مشهور بالکشف فاذا هو فی اثناء الاکل اظهر البکاء فسالته عن

---

[1] (الحاوی للفتاوی جلد ۲،ص ۲۴۷ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

السبب فقال اری امی فی العذاب فوھبت فی باطنی ثواب التھلیلۃ المذکورۃ لھا فضحک وقال انی اراھا الآن فی حسن المآب قال الشیخ فعرفت صحۃ الحدیث بصحۃ کشفہ وصحۃ کشفہ بصحۃ الحدیث۔

ترجمہ: شیخ محی الدین ابن عربی نے کہا مجھے نبی کریم ﷺ سے یہ روایت پہنچی کہ جس شخص نے ستر ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھا اس کی مغفرت کر دی جائے گی اور جس کو اس کا ثواب بخش دیا گیا اس کی بھی مغفرت کر دی جائے گی تو میں نے ستر ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیا اور میں نے بالخصوص کسی شخص کے لئے اس کو بخشنے کی نیت نہیں کی پھر اتفاق سے میں بعض احباب کی ایک دعوت میں شریک ہوا ان میں ایک نوجوان تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ اس کو کشف ہوتا ہے۔ اچانک وہ کھانے کے درمیان رونے لگا میں نے اس کے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا میں نے اپنی ماں کو عذاب میں مبتلا دیکھا ہے میں نے دل ہی دل میں ستر ہزار بار پڑھے ہوئے لا الہ الا اللہ کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا پھر وہ نوجوان ہنسنے لگا اور کہا اب میں اپنی ماں کو اچھے حال میں دیکھ رہا ہوں۔ شیخ ابن عربی نے کہا! میں اس حدیث کی صحت کو اس نوجوان کے کشف سے جان لیا اور اس نوجوان کے کشف کی صحت کو اس حدیث کی صحت سے جان گیا۔[1]

اسی وجہ سے ان صوفیاء کرام کی نقل کردہ روایات کا انکار نہیں کرنا چاہتے جن کی ولایت امت محمدیہ ﷺ کے نزدیک مسلمہ ہے کیونکہ ان نفوس قدسیہ کو اللہ جل شانہ اور اس کے محبوب ﷺ کی بارگاہ کی حضوری نصیب ہوتی ہے اور وہ ہر چیز ان کے حکم واجازت سے لکھتے ہیں۔

۲۔ جیسا کہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہور حمۃ اللہ علیہ کلید التوحید خورد میں لکھتے ہیں:

کسی را کہ عقل باشد ودانش وشعور تمام است کہ این کتاب بہ حکم اللہ تعالیٰ واز نظر رحمت اللہ تعالیٰ قدم ومنظور شدہ بہ اجازت حضرت محمد ﷺ رقم حضور شدہ کہ ہر حرف این کتاب حضوری شایدہ حق بخشد وہر سطر ازین کتاب از اسرار مشاہداتِ تجلیات نور حق ذات بابرکت از برکت اسم اللہ ذات وآیات کلام اللہ شریف وشریعت نبی محمد ﷺ می کشاید۔

ترجمہ: جس کسی کو عقل ہے اور وہ کامل دانائی اور شعور کا مالک ہے تو اس کے لئے یہ بات کامل حجت ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے حکم اور نگاہِ رحمت کے تحت لکھی گئی ہے اور یہ حضرت محمد ﷺ کی بارگاہ سے منظور شدہ ہے اور انہی کی اجازت سے تحریر کیا جاتا ہے کہ اس کتاب کا ہر حرف شاہدہ حق کی حضوری بخشتا ہے اور اس کی ہر سطر ان بھیدوں میں سے ایک بھید ہے جو

[1] (مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۳ ص ۲۰۰ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

نورِ ذاتِ حق کی بابرکت تجلیات کے شاہدے میں پائے جاتے ہیں۔ اسم اللہ ذات وآیات قرآن اور شریعت محمدی ﷺ کی برکات سے اس کی ہر سطر یہ بھید کھلتے ہیں۔

کسی حدیث یا مقام معرفت، کسی مسئلہ شرعیہ کے بارے میں عدم علم اس کے عدم وجود کی دلیل نہیں:

اس بات کی مزید تائید ہمیں اپنے اسلاف کے طرزِ عمل سے ملتی ہے مثال کے طور پر اگر آپ تخریج کی کتابوں کا مطالعہ کریں تو آپ کو جگہ جگہ **لم اقف علیه** میں اس پر واقف نہیں ہوں۔ **لم اقف علیه بهذا اللفظ** میں اس لفظ پر مطلع نہیں ہوں۔ **لم اقف بهذا الحدیث** میں اس حدیث پر مطلع نہیں ہوں۔ **لم اقف علی اسناده** میں اس کی اسناد پر مطلع نہیں ہوں **لم اری** میں نے نہیں دیکھی **لا اعرف من الاسناد** میں اس کی اسناد کو پہچانتا نہیں ہوں **لا اعرف بهذا الحدیث** میں اس حدیث کو نہیں جانتا۔ وغیرہ اس قسم کے مختلف الفاظ آپ کو بکثرت ملیں گے۔ اسلاف کا یہ طرزِ تحریر ہم پر واضح کر رہا ہے کہ انہوں نے مطالعہ کی کمی کی نسبت اپنی ذات کی طرف کی ہے نہ کہ بزرگوں کے علم کی نفی۔ جب وہ حدیث کی سند کسی کتاب میں نہیں پاتے تو یہ نہیں کہتے کہ یہ حدیث ہی نہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اس کی سند نہیں ملی اس کی مزید وضاحت کے لئے میں اپنی گفتگو کے بجائے زیادہ مناسب سمجھتا ہوں کہ اس جگہ اعلی حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فتوی کا طویل اقتباس پیش کروں۔ اعلیٰ حضرت فتاوی رضویہ میں ایک سوال کے جواب کے ضمن میں اس بات کی بھی وضاحت فرماتے ہیں جو اپنی کم علمی کی وجہ سے سلف صالحین کی نقل کردہ احادیث کا انکار کرتے ہیں آپ انکا محاسبہ فرماتے ہیں۔[1]

جس امر پر اپنی قاصر نظر ناقص تلاش میں حدیث نہیں پاتے اس پر بے اصل وبے ثبوت ہونے کا حکم لگا دیتے اور اس کے ساتھ ہی صرف اس بنا پر اسے ممنوع وناجائز ٹھہرا دیتے ہیں پھر اس طوفان بے ضابطگی کا وہ جوش ہوتا ہے کہ اس اپنے نہ پانے کے مقابل علماء ومشائخ کی تو کیا گنتی حضرت عالیہ آئمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ارشادات بھی پایۂ اعتبار سے ساقط اور ان کے احکام کو بھی یونہی معاذ اللہ باطل وغیر ثابت بناتے ہیں یہ وہ جہالت بے مزہ ہے جسے کوئی ادنیٰ عقل والا بھی قبول نہیں کر سکتا۔ ان حضرات سے کوئی اتنا پوچھنے والا نہیں کہ کے آمدی وکے پیر شدی کب آئے اور کب بوڑھے ہوئے۔ بڑے بڑے اکابر محدثین ایسی جگہ لم ار ولم اجد پر اقتصار کرتے ہیں یعنی میں نے نہیں دیکھی اور مجھے نہیں ملی نہ کہ تمہاری طرح عدم وجدان کو عدم وجود کی دلیل ٹھہرا دیں۔

---

[1] (فتاویٰ رضویہ جلد ۲۲ ص ۲۹۳ تا ۳۰۵)

(۲) باب نمبر دو: لطائف کی حرکات کے ثبوت میں (خصوصاً حرکت قلب)

صاحبو! لاکھوں حدیثیں اپنے سینے میں لے گئے کہ اصلا تدوین میں بھی نہ آئیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو چھ لاکھ حدیثیں حفظ تھیں۔ امام مسلم کو تین لاکھ پھر صحیحین میں صرف سات ہزار حدیثیں ہیں۔ امام احمد کو دس لاکھ حدیثیں محفوظ تھیں، مسند میں فقط تیس ہزار ہیں۔ خود شیخین وغیر ہم آئمہ سے منقول ہے کہ ہم سب احادیث صحاح کا استیعاب نہیں چاہتے اور اگر ادعائے استیعاب فرض کیجئے تو لازم آئے کہ افراد بخاری، امام مسلم اور افراد مسلم، امام بخاری اور صحاح افراد سنن اربعہ دونوں اماموں کے نزدیک صحیح نہ ہوں، اور اگر اس ادعا کو آگے بڑھایئے تو یونہی صحیحین کی وہ متفق علیہ حدیثیں جنہیں امام نسائی نے مجتبیٰ میں داخل نہ کیا ان کے نزدیک حلیہ صحت سے عاری ہوں وھو کماتری یہ وہ چیز ہے جسے تم جانتے ہو۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد اکثر حدیثا عنہ منی الا ما کان من عبد اللہ بن عمرو فانہ کان یکتب و لا اکتب۔

ترجمہ: اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھ سے زیادہ حدیثیں روایت نہ کیں سوائے عبد اللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہما کے کیونکہ وہ لکھ لیا کرتے اور میں نہیں لکھتا تھا۔[1]

دیکھو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ واضح طور پر فرماتے ہیں کہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے ان سے زیادہ احادیث روایت فرمائیں۔ حالانکہ تصانیف محدثین میں ان کی حدیثیں ان کی احادیث سے بدرجہا کم ہیں۔ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے صرف سات سو حدیثیں پائی گئی ہیں اور سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پانچ ہزار تین سو (۵۳۰۰) احادیث روایت کی گئی ہیں۔ اب کہیے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی وہ ہزاروں حدیثیں کیا ہوئیں اور کتب حدیث میں ان میں سے کتنی ہاتھ آئیں۔ امام اجل ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ (جنہیں محدثین اہل جرح وتعدیل بھی باآنکہ ان میں بہت کو حضرات حنفیہ کرام سے ایک تعنت ہے تصریحا صاحب حدیث منصف فی الحدیث واتبع القوم للحدیث لکھتے ہیں، بلکہ اپنے زعم میں امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ سے بھی زیادہ محدث کثیر الحدیث جانتے ہیں۔ امام ذہبی شافعی نے اس جناب کو حفاظ حدیث میں شمار کیا اور کتب تذکرۃ الحفاظ میں بعنوان الامام العلامہ فقیہ العراقین ذکر کیا) یہ ارشاد فرماتے ہیں: بارہا ہوتا کہ امام ایک قول ارشاد فرماتے کہ میری نظر میں حدیث کے خلاف ہوتا میں جانب حدیث جھکتا بعد تحقیق معلوم ہوتا کہ حضرت امام نے اس حدیث سے فرمایا ہے جو میرے خواب میں بھی نہ تھی۔ اب جو حدیثیں تدوین میں آئیں ان میں سے فرمایئے کتنی باقی ہیں۔ صدہا کتابیں کہ آئمہ دین نے تالیف فرمائیں محض بے نشان ہو گئیں اور یہ آج سے نہیں ابتداء ہی سے ہے۔ امام مالک کے زمانے میں اسی (۸۰) علماء نے مؤطا لکھیں پھر سوائے موطائے مالک موطائے ابن وہب کے اور بھی کسی کا پتہ باقی ہے۔

---

[1] (صحیح بخاری باب کتابۃ العلم ص ۲۲)

امام محقق علی الاطلاق کمال الدین ابن الہمام نے جن کی جلالتِ قدر آفتاب نیم روز سے اظہر جب بعض احادیث کہ مشائخ کرام نے ذکر کیں نہ پائیں یوں فرمایا: لعل قصور نظرنا اخفاھما عنا۔ امید ہے کہ ہماری نظر کے قصور کی وجہ سے ہم وہ روایات نہ دیکھ پائے۔

عجیب بات یہ ہے دیکھو علماء تو عاجزی یوں فرماتے ہیں۔ اور جاہلوں کے دعوے طویل وعریض ہوتے ہیں۔

حدیث اختلاف امتی رحمة (میری امت کا اختلاف رحمت ہے) امام جلال الدین سیوطی جیسے حافظ جلیل نے کتاب جامع صغیر میں ذکر فرمائی اور اس کا کوئی مخرج نہ بتا سکے کہ کس محدث نے اپنی کتاب میں روایت کی ان بعض علماء کے نام لکھ کر جنہوں نے بے سند اپنی کتابوں میں اسے ذکر کیا اور لکھ دیا کہ لعله خرج فی بعض کتب الحفاظ التی لم تصل الینا۔ شاید وہ حافظانِ حدیث کی بعض کتابوں میں روایت کی گئی جو ہم تک نہ پہنچیں۔

یہ وہ امام ہیں کہ فن حدیث میں جن کے بعد ان کا نظیر نہ آیا جنہوں نے کتاب جمع الجوامع تالیف فرمائی اور اس کی نسبت فرمایا: قصدت فیه جمیع الاحادیث النبویة باسرھا۔ میں نے ارادہ کیا کہ اس میں تمام احادیث نبویہ جمع کروں۔

اس پر بھی علماء نے فرمایا:

هذا یحسب ما اطلع علیه المصنف لا باعتبار ما فی نفس الامر قاله المناوی۔

یہ وہ اپنے علم کے اعتبار سے کہتے ہیں نہ یہ کہ واقع میں جس قدر حدیثیں ہیں سب کا جمع کرنا۔

وہ اپنے نہ پانے پر یو فرماتے کہ شاید یہ حدیث ان کتب آئمہ میں تخریج ہوئی جو ہمیں نہ ملیں اور پھر دیکھئے ہوا بھی ایسا ہی۔

عبارت مذکورہ کے بعد علامہ مناوی صاحب تیسیر شرح جامع صغیر میں لکھ دیا کہ الامر کذلک یعنی واقعی ایسا ہے۔ پھر اس کی تخریج بتائی کہ بیہقی نے مدخل اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بروایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی اور اس حدیث کی سند پر نہ صرف امام سیوطی بلکہ اکثر ائمہ کو اطلاع نہ ہوئی۔

امام خاتم الحفاظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

زعم کثیر من الائمة انه لا اصل له۔

بہت سے اماموں نے یہی زعم کیا کہ اس کے لئے کوئی سند نہیں۔

پھر امام عسقلانی نے اس کی بعض تخریجیں ظاہر فرمائیں۔ حدیث الوضوء علی الوضوء نور علی نور۔ وضو پر وضو کرنا نور علی نور ہے۔ مذکورہ حدیث کی نسبت امام عبد العظیم منذری نے کتاب الترغیب اور امام عراقی نے تخریج احادیث الاحیاء میں تصریح کر دی کہ لم نقف علیه ہمیں اس پر اطلاع نہیں حالانکہ وہ مسند امام رزین میں موجود ہے۔

تیسیر میں ہے:

حدیث الوضوءعلی الوضو نور علی نور اخرجہ رزین و لم یطلع علیہ العراقی کالمنذری فقالا لم نقف علیہ۔

وضو پر وضو کرنا نور علی نور ہے یہ وہ حدیث ہے جس کی تخریج حضرت رزین نے کی ہے اور منذری کی طرح امام عراقی اس پر مطلع نہیں ہیں۔ تو انہوں نے کہا ہم اس پر واقف نہیں ہیں۔

میں یہاں اگر اس کی نظریں جمع کرنے پر آؤں کہ خبر و حدیث میں مشہور و متداول کتابوں یہاں تک خود صحاح ستہ سے اکابر محدثین کو کیسے کیسے ذہول واقع ہوئے ہیں تو کلام طویل ہو جائے گا۔ بعض مثالیں اسکی فقیر نے اپنے رسالہ نور عینی فی الانتصار للامام العینی میں لکھیں۔ یہاں مقصود اسی قدر کہ مدعی آنکھ کھول کر دیکھے کہ کس بضاعت پر کمالِ علم واحاطۂ نظر کا دعویٰ ہے، کیا ان آئمہ سے غفلت ہوئی اور تم معصوم ہو؟ کیا ممکن نہیں کہ حدیث اپنی کتابوں میں ہو اور تمہاری نظر سے غائب رہے؟ مانا کہ ان کتابوں میں نہیں کیا سب کتابیں تمہارے پاس ہیں؟ ممکن ہے کہ ان کتابوں میں ہو جو اور بندگان خدا کے پاس دیگر بلاد میں موجود ہیں۔ مانا کہ ان میں نہیں پھر کیا اسی قدر کتابیں تصنیف ہوئی تھیں؟ ممکن ہے کہ ان کتابوں میں ہو جو معدوم ہو گئیں۔ مانا کہ ان میں بھی نہیں پھر کیا تمام احادیث کتابوں میں مندرج ہو گئی تھیں؟ ممکن ہے کہ ان احادیث میں ہو جو علماء اپنے سینوں میں لے گئے۔ پھر ہلدی کی گرہ پر پنساری بننا کس نے مانا۔ اپنے نہ پانے کو نہ ہونے کی دلیل سمجھنا اور عدمِ علم کو علم بالعدم ٹھہر الینا کیسی سخت سفاہت ہے۔ خاص نظیر اس کی یہ ہے کہ کوئی شخص ایک چیز اپنی کوٹھری کی چار دیواری میں ڈھونڈ کر بیٹھ رہے اور کہہ دے ہم تلاش کر چکے تمام جہاں میں کہیں نشان نہیں۔ کیا اس بات پر عقلاء اسے مجنون نہ جانیں گے؟ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

الطف واہم، ان سب سے گزریئے بفرض ہزار در ہزار باطل تمام جہاں کی اگلی پچھلی سب کتب حدیث آپ کی الماری میں بھری ہیں اور ان سب کے آپ پورے حافظ ہیں آنکھیں بند کر کے ہر حدیث کا پتہ دے سکتے ہیں؟ پھر حافظ جی صاحب یہ تو طوطے کی طرح اللہ پاک ذات کی یاد کی ہوئی، فہم حدیث کا منصب ارفع واعظ کدھر گیا، لاکھ بار ہو گا ایک مطلب کی حدیث انہیں احادیث میں ہو گی جو آپ کو برزبان یاد ہیں اور آپ خواب میں بھی خطرہ نہ گزرے گا کہ اس سے وہ مطلب نکلتا ہے آپ کیا اور آپ کے علم و فہم کی حقیقت کتنی، اکابر اجلہ محدثین یہاں آکر زانو ٹیک دیتے ہیں اور فقہائے کرام کا دامن پکڑتے ہیں۔

حفظِ حدیث فہم حدیث کو مستلزم ہوتا تو حضور پرنور سید عالم ﷺ کے اس ارشاد کے کیا معنی تھے:

رُبَّ حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ و رُبَّ حامل فقہ لیس بفقیہ۔ رواہ الائمۃ الشافعی و الاحمد و الدارمی و ابو داؤد و الترمذی و صححہ و الضیاء فی المختارۃ و البیہقی فی المدخل عن زید بن ثابت و الدارمی عن جبیر بن مطعم رضی

اللہ عنہما و نحوہ لاحمد و الترمذی و ابن حبان عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ بسند صحیح و الدارمی عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ۔

ترجمہ: بہتیرے حاملانِ فقہ ان کے پاس فقہ لے جاتے ہیں جو ان سے زیادہ اس کی سمجھ رکھتے ہیں، اور بہتیرے وہ کہ فقہ کے حامل و حافظ و راوی ہیں مگر خود اس کی سمجھ نہیں رکھتے۔ اس کی روایت ائمہ شافعی، احمد دارمی، ابو داؤد و ترمذی نے کی اور اسے صحیح قرار دیا اور ضیاء نے مختارہ میں اور بیہقی نے مدخل میں حضرت زید بن ثابت سے اور دارمی نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما سے روایت کی اور اسی طرح احمد و ترمذی اور ابن حبان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح رسول کریم ﷺ سے روایت کی اور حضرت دارمی کی روایت جو مروی ہے حضرت ابو درداء سے انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے روایت کی۔

ذرا خدا کے لئے آئینہ لے کر اپنا منہ دیکھئے اور امام اجل سلیمان اعمش کا علم عزیز و فضل کبیر خیال کیجئے جو خود حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے شاگردِ جلیل الشان اور اجلہ آئمہ تابعین اور تمام ائمہ حدیث کے اساتذہ الاساتذہ سے ہیں۔ امام ابن حجر مکی شافعی کتاب خیرات الحسان میں فرماتے ہیں: کسی نے ان امام اعمش سے کچھ مسائل پوچھے ہمارے امام اعظم امام الائمہ مالک الازمہ سراج الامۃ سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ (کہ اس زمانے میں انہیں امام اعمش سے حدیث پڑھتے تھے۔) حاضر مجلس تھے امام اعمش نے وہ مسائل ہمارے امام اعظم سے پوچھے امام نے فوراً جواب دیئے۔ امام اعمش نے کہا یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کئے فرمایا: ان حدیثوں سے جو میں نے خود آپ ہی سے سنی ہیں اور وہ حدیثیں مع سند روایت فرمائیں۔

امام اعمش نے کہا:

حسبک ما حدثتک بہ فی مائۃ یوم تحدثنی بہ فی ساعۃ واحدۃ ما علمت انک تعمل بھذہ الاحادیث یا معشر الفقھاء انتم الاطباء و نحن الصیادلۃ و انت ایھا الرجل اخذت بکلا الطرفین۔

ترجمہ: بس کیجئے جو حدیثیں میں نے سو دن میں آپ کو سنائیں آپ ایک گھڑی میں مجھے سنائے دیتے ہیں مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان حدیثوں میں یوں عمل کرتے ہیں۔ اے فقہ والو! تم طبیب ہو اور ہم محدث لوگ عطار ہیں اور اے ابو حنیفہ تم نے فقہ و حدیث دونوں کنارے لئے۔ و الحمد للہ۔

یہ تو یہ خود ان سے بھی بدرجہا اجل و اعظم ان کے استاد اکرم واقدم امام عامر شعبی جنہوں نے پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا، حضرت امیر المؤمنین مولی علی و سعد بن ابی وقاص و سعید بن زید و ابو ہریرہ و انس بن مالک و عبد اللہ بن عمر و عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن زبیر و عمران بن حصین و جریر بن عبد اللہ و مغیرہ بن شعبہ و عدی بن حاتم و امام حسن و امام حسین و غیرہم

رضی اللہ عنہم اجمعین بکثرت اصحاب کرام رسول اللہ ﷺ کے شاگرد اور ہمارے امام اعظم کے استاد ہیں جن کا پایہ رُفیع حدیث میں ایسا تھا کہ فرماتے ہیں بیس سال گزرے ہیں کسی محدث سے کوئی حدیث میرے کان تک ایسی نہیں پہنچی جس کا علم مجھے اس سے زائد نہ ہو۔

ایسے امام والا مقام بآں جلالت شان فرماتے:

انا لسنا بالفقهاء و لكنا سمعنا الحديث فرويناه الفقهاء من اذا علم عمل۔

ترجمہ: ہم لوگ فقیہ و مجتہد نہیں ہمیں مطالب حدیث کی کامل سمجھ نہیں ہم نے تو حدیثیں سن کر فقیہوں کے آگے روایت کر دی ہیں جو ان پر مطلع ہو کر کاروائی کریں گے (اسے ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں نقل کیا)۔[1]

مگر آج کل کے نامشخص حضرات کو اپنی یاد و فہم اور اپنے دو حرفی نام علم پر وہ اعتماد ہے جو ابلیس لعین کو اپنی اصل آگ پر تھا کہ دو حرف رٹ کر ہر امام امت کے مقابل انا خیر منہ (میں اس سے بہتر ہوں) کی بینٹی گھمانے کے سوا کچھ نہیں جانتے **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**[2]

اعلی حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی اس طویل عبارت سے یہ واضح ہوا کہ مسلمہ بزرگوں کی نقل کردہ روایات، ان کے اقوال، احوال، مقامات کا انکار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ان کا طریق کتاب و سنت کی حقیقی برکات سے مستحکم اور اخلاق انبیاء علیہم السلام واصفیاء کے سلوک پر مبنی ہوتا ہے اور یہ امت محمدیہ ﷺ میں باعتبار تقویٰ ورجوع الی اللہ سب سے افضل ترین گروہ ہے۔

صوفیاء کا مقام:

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ سے جب جماعت صوفیاء کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

ا۔ هم قوم اثروا الله عز و جل على كل شيء فاثرهم الله عز و جل على كل شيء۔

ترجمہ: یہ وہ قوم ہے جو اللہ عز و جل کو ہر چیز پر ترجیح دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر چیز پر ترجیح دے دی۔[3]

---

[1] (نقلہ الذہبی فی تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۶ باب الطبقۃ الثالثۃ من الکتاب دار الکتب العلمیۃ بیروت-لبنان)

[2] (فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۲۹۴ تا ۳۵۵ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان)

[3] (رسالہ قشیریہ باب التصوف ص ۳۱۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

۲۔ امام ابی القاسم عبد الکریم بن ہوازن القشیری (المتوفی: ۴۶۵ھ) جماعتِ صوفیاء کے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فقد جعل اللہ ھذہ الطائفة صفوة اولیائه وفضلھم علی الکافة من عبادہ بعد رسله وانبیائه صلوات اللہ وسلامه علیھم وجعل قلوبھم معادن اسرارہ واختصھم من بین الامة بطوالع انوارہ فھم الغیاث للخلق والدائرون فی عموم احوالھم مع الحق بالحق صفاھم من کدورات البشریة ورقاھم الی محال المشاھدات بما تجلی لھم من حقائق الاحدیة ووفقھم للقیام بآداب العبودیة واشھدھم مجاری احکام الربوبیة فقاموا باداء ما علیھم من واجبات تکلیف وتحققوا بما منه سبحانه لھم من التقلیب والتصریف۔ ثم رجعوا الی اللہ سبحانه وتعالی بصدق الافتقار ونعت الانکسار ولم یتکلوا علی ما حصل منھم من الاعمال او صفا لھم من الاحوال۔

ترجمہ: پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے جماعت صوفیاء کو اپنے اولیاء میں سے منتخب فرمایا ہے اور اپنے رسولوں اور انبیاء (ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ہو) کے بعد اپنے تمام بندوں پر ان کو فضیلت دی اور ان کے دلوں کو اپنے اسرار کا مخزن بنایا اور امت کے درمیان ان کو اپنے انوار کے طلوع ہونے کے ساتھ خاص کیا۔ وہ مخلوق کے مددگار ہیں اور اپنے عام حالات میں حق کے ساتھ حق کے ہمراہ پھرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو بشری کدورتوں سے پاک کیا ہے اور وحدانیت کے جو حقائق ان کے لئے روشن کئے ان کے مشاہدات کے مقامات کی طرف ان کو ترقی دی اور ان کو آداب عبودیت (بندگی) قائم رکھنے کی توفیق دی اور احکام ربوبیت جاری ہونے کے مقامات میں حاضر کیا۔

پس ان کو جن واجبات کا مکلف بنایا وہ ان کو ادا کرنے کے لئے کمربستہ ہوئے اور اللہ رب العزت کی طرف سے جو تبدیلی اور پھرنے کا حکم ملا اس کو ثابت کیا۔

پھر وہ سچی محتاجی اور انکساری کی صفت کے ساتھ اپنے رب کی طرف لوٹے اور انہوں نے اپنے اعمال یا احوال کی صفائی پر بھروسہ نہ کیا۔[1]

۳۔ صوفیاء کی اسی اخلاقی پاکیزگی نے حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت متاثر کیا آپ جماعت صوفیاء کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

انی علمت یقینا ان الصوفیة ھم السابقون لطریق اللہ تعالی خاصة وان سیرتھم احسن السیر وطریقھم اصوب الطریق اخلاقھم ازکی الاخلاق بل لو جمع عقل العقلاء وحکمة الحکماء وعلم الواقفین علی اسرار الشرع من

[1] (رسالہ قشیریہ ص ۸ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

العلماء لیغیر وا شیئا من سیر هم و اخلاقهم و یبدلو ه بما هو خیر منه لم یجدو ا الیه سبیلا فان جمیع حر کاتهم و سکناتهم فی ظاهر هم و باطنهم مقتبسة من نور مشکاة النبو ة و لیس و ر اء نور النبو ة علی و جه الا ر ض نور یستضاء به۔

ترجمہ: بے شک مجھے قطعیت کے ساتھ معلوم ہوا کہ صوفیاء ہی وہ جماعت ہے جو خصوصیت سے اللہ کی راہ پر گامزن ہے اور ان کی سیرت سب سیرتوں سے بہتر ہے اور ان کا طریق سب طریقوں سے زیادہ صاف ہے ان کے اخلاق سب اخلاقوں سے پاکیزہ تر ہیں بلکہ اگر تمام عقلاء کی عقل اور حکماء کی حکمت اور علماء میں واقفانِ شریعت کے اسرار و علم کو جمع کیا جائے تاکہ یہ لوگ صوفیاء کی سیرت اور اخلاق میں سے ذرا بھی بدل سکیں اور ان سے بہتر سیرت کی تشکیل ہو سکے تو وہ یہ ہرگز نہیں کر سکیں گے کیونکہ ان کی تمام حرکات وسکنات چاہے ظاہری ہوں چاہے باطنی نورِ مشکاۃ نبوت سے ہی منور ہیں۔ اور نورِ نبوت سے بڑھ کر کوئی نور روئے زمین پر اس لائق نہیں کہ اس سے روشنی حاصل کی جائے۔[1]

آپ اندازہ لگائیں کہ جن کی زندگی کی تمام حرکات وسکنات بارگاہِ نبوت سے تشکیل پاتی ہوں۔ بھلا وہ کیسے غلط بیانی کر سکتے ہیں؟ اور وہ کیسے تاجدار کائنات ﷺ کی طرف غلط چیز منسوب کر سکتے ہیں؟ یا جو قول آقا ﷺ کی بارگاہِ مبارک سے تصدیق نہ کیا ہو وہ بیان کر سکتے ہیں۔

۴۔ امام ابی المواہب عبد الوہاب بن احمد بن علی الانصاری الشافعی المصری المعروف بالشعرانی (المتوفی: ۹۷۳ھ) طبقات الکبری میں صوفیاء کے مقام ومراتب کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال القشیری لم یکن عصر فی مدة الاسلام و فیه شیخ من هذه الطائفة الا و ائمة ذلک الوقت من العلماء قد استملوا لذلک الشیخ و تواضعوا له و تبر کوا به و لو لا مزیة و خصوصیة للقوم لکان الامر بالعکس۔قلت: و یکفینا للقوم مدحا اذعان الامام الشافعی رضی اللہ عنه لشیبان الراعی حین طلب الامام احمد بن حنبل ان یساله عمن ینسی صلاة لا یدری ای صلاة هی و اذعان الامام احمد بن حنبل لشیبان کذلک حین قال شیبان: هذا رجل غفل عن اللہ عز و جل فجزاؤه یؤدب۔

و کذلک یکفینا اذعان الامام احمد بن حنبل رضی اللہ عنه لابی حمزة البغدادی الصوفی رضی اللہ عنه و اعتقاده حین کان یرسل له دقائق المسائل و یقول: ما تقول فی هذا یا صوفی؟ فشیء یقف فی فهم الامام احمد بن حنبل و یعرفه ابو حمزة غایة المنقبة للقوم کذلک یکفینا اذعان ابی العباس بن شریح للجنید حین حضره و قال لا ادری ما یقول و لکن لکلامه صولة لیست بصولة مبطل و کذلک اذعان الامام ابی عمران للشبلی حین امتحنه فی مسائل من الحیض و افاده سبع مقالات لم تکن عند ابی عمران و حکی الشیخ قطیب الدین بن ایمن رضی اللہ عنه ان الامام احمد

---

[1] (مجموعہ رسائل امام غزالی المنقذ من الضلال ص ۶۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

بن حنبل رضی اللہ عنہ کان یحث ولدہ علی الاجتماع بصوفیۃ زمانہ ویقول انھم بلغوا فی الاخلاص مقام لم تبلغہ۔۔۔ قلت وسمعت شیخی ومولائی ابا یحیی زکریا الانصاری شیخ الاسلام یقول: اذ لم یکن للفقیہ علم باحوال القوم واصطلاحاتھم فھو فقیہ جاف۔۔۔ قلت وقد رایت رسالۃ ارسلھا الشیخ محی الدین بن العربی رضی اللہ عنہ للشیخ فخر الدین الرازی صاحب التفسیر یبین لہ فیھا نقص درجتہ فی العلم ھذا والشیخ فخر الدین الرازی مذکور فی العلماء الذین انتھت الیھم الریاسۃ فی الاطلاع علی العلوم جملتھا۔

اعلم یا اخی وقفنا اللہ وایاک انا الرجل لا یکمل عندنا فی مقام العلم حتی یکون علمہ عن اللہ عز وجل بلا واسطۃ من نقل او شیخ فان من کان علمہ مستفادا من نقل او شیخ فما برح عن الاخذ عن المحدثات وذلک معلول عند اھل اللہ عز وجل ومن قطع عمرہ فی معرفۃ المحدثات وتفاصیلھا فاتہ حظہ من ربہ عز وجل لان العلوم المتعلقۃ بالمحدثات یفنی الرجل عمرہ فیھا ولا یبلغ الی حقیقتھا ولو انک یا اخی سلکت علی ید شیخ من اھل اللہ عز وجل لاوصلک الی حضرۃ شھود الحق تعالی فتاخذ عنہ العلم بالامور من طریق الالھام الصحیح من غیر تعب ولا نصب ولا سھر کما اخذہ الخضر علیہ السلام فلا علم الا ما کان عن کشف وشھود۔ لا عن نظر وفکر وظن وتخمین وکان الشیخ الکامل ابو یزید البسطامی رضی اللہ عنہ یقول لعلماء عصرہ اخذتم علمکم من علماء الرسوم میتا عن میت واخذنا علمنا عن الحی الذی لا یموت۔

وینبغی لک یا اخی الا تطلب من العلوم الا ما تکمل بہ ذاتک معک حیث انت قلت ولیس ذلک الا العلم باللہ تعالی من حیث الوھب والمشاھدۃ فان علمک بالطب مثلا انما یحتاج الیہ فی عالم الاسقام والامراض فاذا انتقلت الی عالم ما فیہ سقم ولا مرض فمن تداوی بذلک العلم۔

فقد علمت یا اخی انہ لا ینبغی للعاقل ان یاخذ من العلوم الا ما ینتقل معہ الی البرزخ دون ما یفارقہ عند انتقالہ الی عالم الاخرۃ ولیس بمنتقل معہ الا علمان فقط العلم باللہ عز وجل والعلم بمواطن الاخرۃ۔

حتی لا ینکر التجلیات الواقعۃ فیھا ولا یقول للحق اذا تجلی لہ نعوذ باللہ منک کما ورد فینبغی لک یا اخی الکشف عن ھذین العلمین فی ھذہ الدار لتجنی ثمرۃ ذلک فی تلک الدار ولا تحمل من علوم ھذہ الدار الا ما تمس الحاجۃ الیہ فی طریق سیرک الی اللہ عز وجل علی مصطلح اھل اللہ عز وجل ولیس طریق الکشف عن ھذین العلمین الا بالخلوۃ والریاضۃ والمشاھدۃ والجذب الالھی وکنت ارید ان اذکر لک یا اخی الخلوۃ وشروطھا وما یتجلی لک فیھا علی الترتیب شیئا فشیئا لکن منعنی من ذلک الوقت واعنی بالوقت من لا غوص لہ فی اسرار الشریعۃ ممن دابھم الجدال حتی انکروا کل ما جھلوا وقیدھم التعصب وحب الظھور والریاسۃ واکل الدنیا بالدین عن الاذعان لاھل اللہ تعالی والتسلیم لھم۔

ترجمہ: امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دورِ اسلام میں کوئی ایسا زمانہ نہیں گزرا کہ اس میں اہل تصوف کا شیخ موجود ہو اور اس زمانے کے آئمہ عظام نے اس شیخ کے آگے گردن نہ جھکائی ہو اور اس سے عاجزی سے پیش نہ آئے ہوں اور اس سے برکت حاصل نہ کی ہو اگر ان (صوفیاء) کو یہ فضیلت و خصوصیت حاصل نہ ہوتی تو معاملہ اس کے برعکس ہوتا۔

میں (امام شعرانی) کہتا ہوں کہ اس قوم (جماعت صوفیاء) کی فضیلت پر ہمارے لیے یہی کافی ہے کہ جس وقت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ سے پوچھنا چاہا کہ اس شخص کا کیا حکم ہے جو نماز میں یہ بھول جائے کہ یہ کون سی نماز پڑھ رہا ہے؟ تو حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے حضرت شیبان راعی رضی اللہ عنہ کے قول کو مان لیا اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے شیبان راعی رضی اللہ عنہ کے سامنے سر جھکا دیا جس وقت انہوں نے فرمایا: کہ ایسا شخص اللہ تعالیٰ سے غافل ہے پس اس کی پاداش یہ ہے کہ اس کی تادیب کی جائے۔ اور اس طرح امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا ابی حمزہ بغدادی صوفی پر اعتقاد لانا اور ان کے پاس دقیق مسائل کا بھیجنا اور یہ کہنا (ما تقول فی ھذا یا صوفی؟) کہ اے صوفی تم اس مسئلے میں کیا کہتے ہو؟ جو چیز امام احمد کی سمجھ میں نہ آئے اور اس کو ابو حمزہ سمجھ جائیں۔ تو اس سے جماعت صوفیاء کی غایت درجہ کی تعریف نکلتی ہے۔ (امام شعرانی فرماتے ہیں) اسی طرح ہمارے لئے کافی ہے ابو العباس بن سریج کا حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ پر اعتقاد لانا۔ جب وہ ان کے پاس حاضر ہوئے تو کہنے لگے کہ جو کچھ جنید کہتے ہیں اس کو تو میں نہیں جانتا لیکن ان کے کلام میں ایک رعب پایا جاتا ہے۔ جو اہل باطل کا رعب نہیں ہے اور اسی طرح امام ابو عمران اکابرین فقہاء میں تھے نے حضرت امام شبلی رضی اللہ عنہ کے آگے اس وقت سر جھکایا جس وقت حیض کے مسائل میں حضرت امام شبلی کا امتحان لینا چاہا اور انہوں نے سات ایسی باتیں بتائیں جو امام ابو عمران کو معلوم نہ تھیں۔

اور شیخ قطب الدین ایمن رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کو رغبت دلایا کرتے تھے کہ اس زمانے کے صوفیوں کے پاس جایا کرو اور کہا کرتے تھے کہ یہ لوگ خلوص میں جس درجہ تک پہنچے ہیں وہاں تک تم نہیں پہنچے۔ میں (امام شعرانی) کہتا ہوں کہ میں نے اپنے پیر و مرشد اور آقا و مولیٰ حضرت ابو یحییٰ زکریا انصاری رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ جب فقیہ کو اس قوم (جماعت صوفیاء) کے احوال اور ان کی اصطلاحات سے واقفیت نہ ہو تو وہ خشک فقیہ ہے۔

میں (امام شعرانی) کہتا ہوں کہ میں نے ایک رسالہ دیکھا ہے جو شیخ حضرت محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ نے حضرت امام فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر کو لکھ کر بھیجا تھا۔ اس میں انہوں نے امام صاحب کے درجہ کا علم میں کمتر ہونا بیان کیا ہے۔ حالانکہ امام فخر الدین رازی کا شمار ان علماء میں ہے جن پر تمام علوم (اسلامیہ) کی ریاست ختم ہوتی ہے۔

اور وہ خط یہ ہے:

اے میرے بھائی خدا ہم کو توفیق عطا فرمائے سنو! کوئی شخص ہمارے نزدیک علم کے مقام میں اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک اس کا علم بغیر واسطۂ نقل یا استاد کے خدائے عزوجل کی طرف سے نہ ہو کیونکہ جس کا علم نقل یا استاد سے حاصل ہوتا ہے (یقینا) وہ برابر نوپیدا چیزوں سے لیتا ہے۔ اور (یہ) اہل اللہ کے نزدیک خالی از علت نہیں اور جس نے نوپیدا چیزوں کی شناخت اور اس کی تفاصیل میں عمر گنوائی اس نے اپنا حصہ اللہ عزوجل کے پاس کھو دیا کیونکہ آدمی ان علوم میں جو نوپیدا چیزوں سے تعلق رکھتے ہیں اپنی عمر کو فنا کرتا ہے اور ان کی حقیقت تک نہیں پہنچتا۔

اے میرے بھائی! اگر آپ اہل اللہ میں سے کسی شیخ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلوک اختیار کرتے تو وہ تم کو حق تعالیٰ کے حضور مرتبۂ شہود تک پہنچا دیتا۔ وہاں سے تم اشیاء کا صحیح علم الہام کے طریقے سے حاصل کرتے جس میں نہ مشقت ہے نہ ماندگی ہے نہ بے خوابی ہے جیسا کہ خضر علیہ السلام نے حاصل کیا۔ پس علم تو ہے ہی وہی جو کشف و شہود سے حاصل ہو نہ کہ وہ جو نظر وفکر اور گمان و قیاس سے۔ اور شیخ کامل حضرت ابو یزید بسطامی رضی اللہ عنہ اپنے زمانے کے علماء سے فرماتے تھے تم نے اپنے علوم رسمی عالموں (یعنی) مردوں نے مردوں سے حاصل کئے ہیں۔ اور ہم نے اپنے علوم اس زندہ جاوید سے حاصل کئے ہیں جو مرنے والا نہیں ہے۔ اور اے میرے بھائی! آپ کے لئے مناسب یہی ہے کہ علوم میں سے اسی علم کی جستجو میں رہو جس سے تمہاری ذات کامل ہو۔ اور جہاں تم جاؤ تمہارے ساتھ رہے اور ایسا علم صرف علم باللہ ہی ہے جو وہب اور مشاہدہ کے ذریعے حاصل ہوتا ہے پس اگر آپ کا علم طب ہے مثال کے طور پر تو اس کی ضرورت اسی عالم میں ہے جہاں دکھ اور بیماریاں ہیں اور جب تم اس عالم میں منتقل ہو جاؤ گے جہاں دکھ اور مرض نہیں ہے تو وہاں اس علم کے ذریعے کس کا علاج کرو گے؟

اے میرے بھائی! یقینا آپ کو علم ہو گا کہ صاحب عقل کے لئے مناسب یہی ہے کہ علوم میں سے صرف وہی علم حاصل کرے جو اس کے ساتھ عالم برزخ تک جائے نہ کہ وہ جو عالم آخرت کی طرف منتقل ہوتے وقت ساتھ چھوڑ دے اور آدمی کے ساتھ جانے والے صرف دو ہی علم ہیں ایک علم باللہ اور دوسرا مواطن آخرت (معاملات آخرت) کا علم۔

حتی کہ اس عالم میں جو تجلیات واقع ہوں اس کا انکار نہ کر بیٹھے اور جب حق کی تجلی اس پر ہو تو نعوذ باللہ منک نہ کہہ دے جیسا کہ وارد ہوا ہے اس لئے اے میرے بھائی! آپ کے لئے یہ مناسب ہے کہ اسی عالم میں یہ دونوں علم آپ پر کھل جائیں تا کہ ان کا پھل اس عالم میں تم کو ملے، اور اس عالم کے انہی علوم کو لو جن کی ضرورت اہل اللہ کی اصطلاح کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کے راستہ میں پیش آئے اور کشف کا راستہ (فقط) ان دونوں علوم میں سے نہیں مگر خلوت، ریاضت مشاہدہ اور جذب الٰہی کے ساتھ۔

(۲) باب نمبر دو: لطائف کی حرکات کے ثبوت میں (خصوصاً حرکت قلب)

اور اے میرے بھائی! میں نے چاہا (کہ دونوں علموں کا انکشاف) صرف خلوت اور اس کی شرائط اور ان تجلیات کا جو آپ کو خلوت میں نظر آئیں ترتیب وار تھوڑا تھوڑا کر کے آپ کے لئے ذکر کروں لیکن (مخالفتِ) زمانہ نے مجھے اس ارادے سے باز رکھا (مخالفت) زمانہ سے میری مراد وہ اشخاص ہیں جن کو اسرارِ شریعت کی سمجھ نہیں ہے جن کا طریقہ لڑنا جھگڑنا ہے یہاں تک کہ ایسے لوگ جتنی چیزوں سے ناواقف ہوتے ہیں ان سب کا انکار کرتے ہیں اور تعصب اور نام ونمود سردار بننے اور دین کے ذریعے سے دنیا حاصل کرنے کی محبت نے ان کو اہل اللہ پر اعتقاد لانے اور ان کی بزرگی کو ماننے سے روک رکھا ہے۔[1]

۵۔ امام اجل الشیخ محمد بن علی بن عطیہ الحارثی بابی طالب المکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہورِ زمانہ تصنیف "**قوت القلوب فی معاملة المحبوب و وصف طريق المريد الى مقام التوحيد**" میں صوفیاء کرام کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں، عبارت نقل کرنے سے پہلے سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کی اہمیت واضح کر دوں۔

۶۔ تصوف کی دنیا میں قوت القلوب ایسی مستند ترین کتاب ہے کہ جس سے امام غزالی جیسی شخصیات نے استفادہ کیا ہے "**المنقذ من الضلال**" میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فابتدات بتحصيل علمهم من مطالعة كتبهم مثل قوت القلوب لابى طالب مكى رحمة الله عليه و كتب الحارث المحاسبى و المتفرقات الماثورة عن الجنيد و الشبلى و ابى يزيد البسطامى قدس الله ارواحهم۔

ترجمہ: میں نے علم صوفیاء کو حاصل کرنے کی ابتدا ان کی کتابیں پڑھنے سے شروع کی مثلاً ابو طالب مکی کی قوت القلوب اور تصنیفاتِ حارث محاسبی اور متفرقاتِ ماثورہ جنید و شبلی اور بایزید بسطامی قدس اللہ ارواحہم۔[2]

۷۔ اب حضرت ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ کی قوت القلوب کی عبارت ملاحظہ کیجئے:

و قد كان علماء الظاهر اذا اشكل عليهم العلم فى مسالة لاختلاف الادلة سالوا اهل العلم بالله لانهم اقرب الى التوفيق عندهم ابعد من الهوى و المعصية منهم۔ الشافعى رحمة الله عليه كان اذا اشتبهت عليه المسالة لاختلاف اقوال العلماء فيها و تكافؤ الاستدلال عليها رجع الى علماء اهل المعرفة فسالهم قال: و كان يجلس بين يدى شيبان الراعى كما يجلس الصبى بين يدى المكتب و يساله كيف يفعل فى كذا و كيف يصنع فى كذا فيقال له مثلك يا ابا عبدالله فى علمك و فقهك تسال هذا البدوى فيقول ان هذا وفق لما علمناه۔۔۔ و قد كان احمد بن حنبل و يحيى بن معين رضى الله عنهما يختلفان الى معروف بن فيروز الكرخى رحمة الله عليه و لم يكن يحسن من العلم و السنن ما يحسنانه فكانا يسئلانه۔

---

[1] (الطبقات الکبری المسماۃ بلواقح الانوار فی طبقات الاخیار ص ۱۲، ۱۱، ۱۰، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

[2] (مجموعہ رسائل غزالی المنقذ من الضلال ص ۵۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

ترجمہ: علماء ظاہر کو جب کوئی مسئلہ دلائل میں اختلاف پائے جانے کی وجہ سے حل کرنا مشکل ہو جاتا تو وہ کسی عالم باللہ (صوفی) کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کرتے کیونکہ وہ تسلیم کرتے کہ یہ لوگ ان کے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق کے زیادہ قریب اور نفسانی خواہشات اور معصیت سے بہت دور ہیں۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کو جب کبھی علماء کرام کے اقوال میں اختلاف پائے جانے کی وجہ سے کسی مسئلہ میں اشکال پیدا ہو جاتا اور وہ استدلال نہ کر پاتے تو اہل معرفت علماء کرام (یعنی صوفیاء کرام) کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے پوچھتے۔

منقول ہے کہ وہ (امام شافعی) حضرت شیبان راعی کی خدمت میں اس طرح بیٹھا کرتے تھے جیسے کوئی بچہ مکتب میں استاد کے سامنے بیٹھتا ہے اور ان سے عرض کرتے کہ فلاں مسئلہ میں کیا کریں اور فلاں میں کیا کریں؟ تو لوگ امام شافعی سے کہتے اے ابو عبد اللہ! آپ جیسا عالم اور فقیہ اس بدوی سے مسائل دریافت کرتا ہے تو وہ (امام شافعی) عرض کرتے ہیں جو ہم جانتے ہیں یہ سوال کرنا بھی اسی کے موافق ہے۔۔۔ حضرت امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین اکثر حضرت معروف بن فیروز کرخی کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے حالانکہ حضرت معروف کرخی علم و سخن میں ان دونوں سے زیادہ (عالم و محدث) نہ تھے مگر اس کے باوجود وہ دونوں ان سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔[1]

۸۔ اور امام الفقہاء والمجتہدین سید محمد امین ابن عابدین الشامی (التوفی: ۱۲۵۲ھ) امام الآلوسی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

لولا السنتان لهلک النعمان۔

ترجمہ: اگر میرے دو سال تحصیل کمالات باطنیہ میں صرف نہ ہوتے تو نعمان بن ثابت ہلاک ہو جاتا۔[2]

ایک لمحہ کے لئے ائمہ اربعہ اور بالخصوص امام اعظم ابو حنیفہ، امام احمد بن حنبل، امام شافعی، امام یحییٰ بن معین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مقام اور مرتبہ کو بھی دیکھیں اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ، امام شافعی کا، حضرت شیبان راعی، امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین کا حضرت معروف کرخی، فقیہ ابو عمران کا، حضرت امام شبلی اور ابو العباس بن سریج کا حضرت جنید بغدادی اور حضرت امام احمد بن حنبل کا حضرت ابی حمزہ بغدادی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خدمت میں بیٹھنا بھی دیکھیں اس لئے یہ بڑے احتیاط کی جگہ ہے۔

---

[1] (قوت القلوب جلد ۱ ص ۲۷۰، ۲۷۱، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

[2] (صب العذاب علی من سب الاصحاب ص ۱۵۷-۱۵۸)

۹۔ علامہ سید محمد امین بن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں:

ومن فتح باب اعتراض علی المشائخ والنظر فی افعالهم والبحث عنها فان ذالک علامة حرمانه، سوء عاقبته وانه لا یفلح انتهی۔

ترجمہ: اور جس شخص نے صوفیاء کرام واولیاء پر اعتراض کا دروازہ کھولا اور (عیب جوئی کے لئے) ان کے افعال میں نظر کی اور (مخالفت میں) اس سے بحث کی بے شک یہ بد نصیبی اور برے خاتمے کی علامت ہے اور بے شک وہ کبھی فلاح نہیں پائے گا۔[1]

ضروری گزارشات

لہٰذا اگر ہم تصانیفِ صوفیائے کرام میں عمل تخریج کے دوران وسائل کی کمی یا کتب احادیث کی عدم دستیابی یا کسی بھی وجہ سے متنِ حدیث ڈھونڈنے میں ناکام ہو جائیں تو:

۱۔ اس کے حدیث ہونے سے انکار نہ کیا جائے۔

۲۔ اسے اپنی علمی کم مائیگی کی طرف لوٹایا جائے۔

۳۔ تمام متونِ حدیث کے دستیاب ہونے تک اس پر تحقیق کا کام جاری رکھا جائے۔

۴۔ اور صوفیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے معمولات پر اعتراض نہ کیا جائے۔

۵۔ صوفیاء واولیاء کے روایتِ حدیث کے طریقہ کو لازماً مد نظر رکھا جائے اور اسے برحق مانا جائے۔ کیونکہ یہ ہستیاں اکثر فرامین واحادیث براہِ راست مجلس نبوت ﷺ سے سماع فرماتی ہیں۔

صوفیاء کی روایات کا حکم شرعی:

صوفیاء کرام جو احادیث مبارکہ خواب میں یا براہِ راست حضور نبی کریم ﷺ سے لیتے ہیں جیسا کہ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اکثر احادیث کو لیا اور بعض احادیث کی تصحیح کروائی اور شاہ صاحب نے تو ان تمام احادیث مبارکہ کو ایک رسالہ میں جمع کیا جس کا نام دُرِ ثمین رکھا ہے تو ایسی تمام احادیث فضائل اعمال اور مناقب میں معتبر ہیں لیکن ان سے احکام شرعی ثابت نہیں ہوں گے۔ اور اس بات کی بھی وضاحت کرنا ضروری ہے کہ خواب یا بیداری میں حضور نبی پاک ﷺ کی زیارت سے مشرف ہونے والے شخص کو صحابی نہیں کہیں گے اور نہ صحابیت کا درجہ دیں گے اور نہ دے سکتے ہیں اور نہ وہ کسی صحابی کے مقام ومرتبہ کے برابر ہو سکتا ہے۔

---

[1] (اقتباس من البرهان مجموعه رسائل ابن عابدین الجز الثانی ص ۲۸۹ سهیل اکیڈمی لاهور پاکستان)

(۲) باب نمبر دو: لطائف کی حرکات کے ثبوت میں (خصوصاً حرکت قلب)

سلطان العارفین برہان الواصلین حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۳۹۔۱۱۰۲ہجری) کلید التوحید کلاں میں اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جمیع اصحاب اصحاب صفہ واصحاب بدر واصحاب کبار رضوان اللہ تعالی علیہم ہیچ کس نہ سیر سد بجز اصحابانِ محمد رسول اللہ ﷺ۔

ترجمہ: حضور ﷺ کے اصحاب پاک کے سوا کوئی اور شخص اصحابہ بدر اصحاب کبار اور جملہ صحابہ کرام تک نہیں پہنچ سکتا۔[1]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صوفیاء کرام حضور نبی کریم ﷺ کے روحانی اور باطنی شاگرد ہوئے ہیں اور آپ ﷺ ان کا ظاہری اور باطنی تزکیہ اور تعلیم و تلقین فرماتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب پاک ﷺ کی مرضی ورضا کے مطابق زندگی گزارتے ہیں اور یقیناانہی نفوس قدسیہ کی شان میں آیا ہے:

کنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به و یده التی یبطش بها و رجله التی یمشی بها۔

ترجمہ: میں اسکے کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں اور زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا، دیکھتا، پکڑتا، چلتا ہے۔

اور انہی سے متعلق فرمایا گیا ہے:

اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور اللہ تعالی۔

ترجمہ: مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

صوفیاء کے مقام کے بارے میں مزید اقوال:

۱۔ امام ابی القاسم عبد الکریم بن ہوازن القشیری رسالہ القشیریہ (ص:۱۱) میں فرماتے ہیں:

اعلموا رحمکم اللہ ان شیوخ هذه الطائفة بنوا قواعد امرهم علی اصول صحیحة فی التوحید صانوا بها عقائدهم عن البدع و دانوا بما وجدوا علیه السلف و اهل السنة۔

ترجمہ: جان لو اللہ تم پر رحم فرمائے اس جماعتِ صوفیاء کے بزرگوں نے توحید کے سلسلے میں اپنے موقف کے قواعد کو صحیح اصول پر استوار کیا ہے انہوں نے اپنے عقائد کو بدعات سے محفوظ رکھا اور ان عقائد اور اعمال کے قریب ہو گئے جن پر اسلاف اور اہل سنت کو پایا۔

۲۔ اور رسالہ القشیریہ (ص:۴۲۷) میں لکھتے ہیں:

---

[1] (کلید التوحید کلاں: صفحہ ۱۴۲: العارفین پبلیکیشنز لاہور پاکستان)

کان اصول ھذہ الطائفۃ اصح الاصول و مشایخھم اکبر الناس و علماءھم اعلم الناس۔

ترجمہ: اس گروہ کے اصول سب سے زیادہ صحیح اصول ہیں اور ان کے مشائخ تمام لوگوں سے بڑے اور ان کے علماء سب لوگوں سے بڑھ کر علم رکھنے والے ہیں۔

۳۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ المنقذ من الضلال ص ۶۲ میں فرماتے ہیں:

و ان سیرتھم احسن السیر و طریقھم اصوب الطریق اخلاقھم ازکی الاخلاق۔

ترجمہ: اور ان کی سیرت سب سیرتوں سے بہتر ہے اور ان کا راستہ سب راستوں سے زیادہ صاف ہے ان کے اخلاق تمام اخلاق سے زیادہ پاکیزہ تر ہیں۔

۴۔ امام ابو طالب مکی ان کی شان میں لکھتے ہیں:

و قد کان علماء الظاھر اذا اشکل علیھم العلم فی مسالۃ لاختلاف الادلۃ سالوا اھل العلم باللہ لانھم اقرب الی التوفیق عندھم و البعض من الھوی و المعصیۃ منھم۔

ترجمہ: علمائے ظاہر کو جب کوئی مسئلہ دلائل میں اختلاف پائے جانے کی وجہ سے حل کرنا مشکل ہو جاتا تو وہ کسی عارف باللہ (صوفی) کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کرتے کیونکہ یہ لوگ ان کے نزدیک اللہ جل وعلا کی توفیق کے زیادہ قریب اور نفسانی خواہشات اور معصیت سے بہت دور ہیں۔[1]

۵۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ امام ابو طالب مکی کے بارے میں لکھتے ہیں:

وقول الشیخ ابی طالب المکی یعتبر لو فور علمہ و کمال حالہ و علمہ باحوال السلف ومکان ورعہ وتقواہ وتحریہ الاصوب و الاولی۔

ترجمہ: اور شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول معتبر ہو گا ان کے کثرت علم، کمال حال، اسلاف کے احوال کو جاننے، ورع و تقوی کی منزلت اور احق و اولی فکر کی وجہ سے۔[2]

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں لکھتے ہیں کہ صوفیاء کرام کی نسبت یہ کہنا کہ ان کا قول و فعل معاذ اللہ کچھ وقعت نہیں رکھتا بہت سخت اور نامناسب بات ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَ اتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ (لقمان ۱۵)

---

[1] (قوت القلوب ص ۲۷۰)

[2] (فتاویٰ رضویہ جلد ۲۲ ص ۵۵۷)

ترجمہ: جو میری طرف جھکے ان کی راہ کی پیروی کر۔

صوفیاء کرام سے زیادہ اللہ کی طرف جھکنے والا کون ہو گا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

انما یتمسک بافعال اھل الدین۔

ترجمہ: دینداروں ہی کے افعال سے سند لائی جاتی ہے۔

صوفیاء سے بڑھ کر کون دین دار ہے۔[1]

حرکاتِ لطائف اور حرکتِ قلب کے دلائل:

حضور سیدی حضرت مبارک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

جسم و لطائف کی حرکات کے متعلق آیات و اقوال صوفیاء

اللہُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ (الزمر ۲۳)

ترجمہ: اللہ عزوجل نے اتاری سب سے اچھی کتاب کہ اوّل سے آخر تک ایک سی ہے دوہرے بیان والی اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

تو آیت کریمہ قطعیہ سے بدن کی حرکت خواہ تمام بدن ہو یا بعض بدن ہو تمام چمڑا ہو یا بعض حصہ کی حرکت اور اضطراب ثابت ہے۔

اور یہ آیت کہ:

ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللهِ (الزمر ۲۳)

پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یادِ خدا کیلئے۔

اس سے جلد، چمڑا اور قلوب (جمع قلب) یعنی لطائف کا نرم ہونا اور حرکت کرنا ثابت ہے۔

جیسا کہ امامِ مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ مکتوبات شریف پر ایسا تحریر کرتے ہیں کہ:

لانت اجسادھم فصارت ظواھرھم بواطنھم بواطنھم ظواھرھم۔

---

[1] (فتاویٰ رضویہ جلد ۲۲ صفحہ ۵۵۹ رضا فاؤنڈیشن لاہور پاکستان)

(۲) باب نمبر دو: لطائف کی حرکات کے ثبوت میں (خصوصاً حرکت قلب)

ترجمہ: اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے اجساد نرم ہو چکے ہیں ان کا ظاہر باطن اور باطن ظاہر بن چکا ہے یعنی جس طرح باطن متحرک بذکر اللہ اور نرم ہے اسی طرح ظاہر بھی متحرک بذکر اللہ اور نرم ہے۔[1]

پس معلوم ہوا کہ جس طرح اولیاء کرام کے باطن اور لطائف اللہ تعالیٰ کے ذکر جاری اور حرکت کرنے والے ہیں اسی طرح انکا ظاہری بدن (بعض ہو یا کل) ذکرِ خداوندی جلّ جلالہ میں مشغول اور متحرّک ہے۔

حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے جسم کا ہر ذرّہ اور ہر بال ذکرِ خداوندی جلّ جلالہ میں مصروف رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے متحرک رہتے ہیں۔ نیز اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بدن کا کانپنا اور متحرک رہنا خاشعین اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی صفت ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے لوگ علماء راسخین ہی ہیں جو کہ علمِ احکام اور اسرار کے جامع ہوتے ہیں۔ پس یہی حضرات خاشعین علماء ہیں۔

ارشادِ ربّانی ہے کہ:

إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (فاطر ۲۸)

اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

اور جس عالم میں خشیت نہیں ہو وہ حقیقی عالم نہیں ہے۔

عارف باللہ سیدی شیخ عبد الغنی بن اسماعیل بن عبد الغنی نابلسی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۱۴۳ھ لکھتے ہیں:

وقال الربیع بن انس، من لم یخش اللہ فلیس بعالم۔

ترجمہ: حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو کوئی اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا وہ عالمِ حقیقی نہیں ہے۔[2]

اگرچہ ظاہری الفاظ و عبارات اسے یاد ہوں۔

اور خاشع کی صفت یہ ہے کہ:

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ (الزمر ۲۳)

یعنی ان کے جسم پر حرکت اور اضطرابات آتے ہیں۔

یعنی تتحرّک تضطرب و ترتعد جیسا کہ جلالین اور مدارک کی تحقیق سے معلوم ہوا۔

من اقشعرّ جلدہ من خشیۃ اللہ تحاطت عنہ الذنوب کما تحاطت ورقۃ الشجرۃ الیابستہ۔

---

[1] (مکتوب شریف ص ۲۹۰ جلد ۱)

[2] (الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، ج، ۲، ص، ۱۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(۲) باب نمبر دو: لطائف کی حرکات کے ثبوت میں (خصوصاً حرکت قلب)

جسکا جسم اللہ تعالیٰ کی خشیت اور خوف کی وجہ سے حرکت میں آتا ہے تو اس سے اس طرح گناہ جھڑتے ہیں جس طرح درخت سے خشک پتے نیچے گر جاتے ہیں۔

کہ نبی اکرم ﷺ پر جب ابتدائی وحی نازل ہوئی اور تین دفعہ حضرت جبرائیل نے فرمایا کہ اقراء اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ماانابقارئ تو اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

فَقَالَ: اقْرَأْ، فَقُلْتُ: مَا أَنَا بِقَارِئٍ، فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي، فَقَالَ: {اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ. خَلَقَ الإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اقْرَأْ وَرَبُّكَ الأَكْرَمُ" فَرَجَعَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُفُ فُؤَادُهُ، فَدَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَقَالَ: زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي۔

ترجمہ: حضور نبی محتشم ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے دوسری مرتبہ مجھے زور سے پکڑ لیا اور پھر چھوڑ کر فرمایا کہ اپنے رب عزوجل کے نام سے پڑھ لو وہ ذات جس نے عالم کو پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑ سے پیدا کیا۔ آپ نبی محترم ﷺ قرآن پڑھا کریں اور آپ ﷺ کا رب عزوجل بڑا اکریم ہے۔ تو اس وحی کو نبی کریم ﷺ اپنے ساتھ لائے اور آپ ﷺ کا دل مبارک حرکت کر رہا تھا پس خدیجۃ الکبری کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مجھے کپڑے میں لپیٹ دو۔[1]

شارحین بخاری نے اس کے تحت فرمایا ہے:

ترجمہ: دل اضطراب کر رہا تھا اور دھڑکتا تھا اور حرکت کر رہا تھا اور فواد دل کے مرادف ہے یا عین دل ہے اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ فواد دل کے باطن کو کہتے ہیں جو کہ حقیقۃ جامعہ سے مسمیٰ ہے اور انوار الہیہ کا جامع ہوتا ہے اور صفات فعلیہ کی تجلیات کا حامل ہوتا ہے۔

اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی تحقیق کے مطابق یہ آخری قول راجح اور اصح ہے اور مجہول کا صیغہ اس لئے مستعمل ہے کہ اس کا قائل عظیم ترین ہے۔

ا۔ اور علامہ شمس الدین محمد بن یوسف الکرمانی المتوفیٰ ۸۶ے اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

واماعلم خدیجه برجفان الفؤاد۔فالظاهر انهارأته حقیقة ویجوزانهالم تره وعلمته بالقرآئن وصورة الحال۔ أوأخبرهاالنبیﷺ۔

---

[1] (صحیح البخاری، باب بدءالوحی الی رسول، رقم: ص ۲)

(۲) باب نمبر دو: لطائف کی حرکات کے ثبوت میں (خصوصاً حرکت قلب)

ترجمہ: اور خدیجۃ رضی اللہ عنہا دل کی حرکت پر مطلع ہونا تو ظاہر یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے حقیقتاً دل کو حرکت کرتے ہوئے دیکھا اور یہ بھی جائز ہے کہ انہوں نے خود حقیقتاً نہ دیکھا ہو قرآئن اور صورت حال سے دل کی حرکت معلوم ہو۔ (یعنی آپ ﷺ کے جسم اطہر پر کپڑے کی حرکت کی وجہ سے انہیں معلوم ہوا) یا آپ ﷺ مبارک نے انہیں خود خبر دی۔[1]

۲۔ اس طرح امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالی عنہ مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں کہ:

احیاء دلہائے مردہ بتوجہ شریف او نموط است۔

ترجمہ: مردہ دلوں کا زندہ ہونا ان کی توجہ شریفہ سے وابستہ ہے۔[2]

مکتوب ۲۶۰ لطائف عشرہ، ولایات ثلاثہ اور کمالات مع حقائق کے بیان میں صادر ہوا ہے مطالعہ فرمایئے۔

۳۔ مفسر قرآن علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری، قرطبی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی، ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:

وَ كَانَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَذَلِكَ وَ كَانَ إِذَا قَامَ يُصَلِّي سُمِعَ وَجِيبُ قلبه على ميلين۔

ترجمہ: اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی طرح تھے اور جب آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہوتے تو دو میل تک آپ کے دل کا اضطراب اور دھڑکن سنائی دیتی۔[3]

۴۔ معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

چوں نمی داند دلِ دانندۂ　　　　ہست با گردندہ گردانندۂ

ترجمہ: ایک عاقل کا دل کیوں نہ اس بات کو جانے گا کہ (ہر) متحرک کے ساتھ (کسی) محرک (کا ہونا ضروری) ہے۔[4]

۵۔ علامہ محمد بن یوسف الصالحي الشامي، رحمۃ اللہ علیہ متوفی، ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

وقال الأستاذ أبو علي الدقاق رحمه الله تعالى: الرهبة على مراتب: أولها: الخوف وهي من شرط الإيمان. قال الله تعالى: وَخافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ثانيها: الخشية وهي من شرط العلم، قال الله تعالى: إِنَّما يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبادِهِ الْعُلَماءُ ثالثها الهيبة، وهي من شرط المعرفة. وقيل هي حركة القلب من جلال الرب۔

وأما وصفه تعالى بها في قوله تعالى: إِنَّما يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبادِهِ الْعُلَماءُ برفع الاسم الكريم ونصب العلماء عكس القراءة المشهورة كما قرأ به أبو حيوة وعمر بن العزيز وأبو حنيفة فهو على سبيل المجاز، والمراد غايتها التي هي التعظيم والإجلال فقط على حد قوله:

---

[1] (شرح الکرمانی علی صحیح البخاری ج ۱ ص ۴۰۲)

[2] (جلد اول دفتر اول مکتوب ۲۹۳)

[3] (تفسیر القرطبی، سورۃ التوبۃ، تحت الآیۃ: ۱۱۴، ج، ۸، ص، ۱۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، تفسیر قرطبی ج، ۴ص، ۷۵۹)

[4] (مفتاح العلوم، دفتر ششم، ص ۸۶)

(۲) باب نمبر دو: لطائف کی حرکات کے ثبوت میں (خصوصا حرکت قلب)

أهابک إجلالاً و مابک قدرةٌ   عليّ و لکن ملء عينٍ حبيبها

استاذ ابو علی د قاق رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ رھبۃ کے کئی مراتب ہیں:

پہلا درجہ خوف ہے: یہ ایمان کی شرط کے ساتھ ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

خَافُونِ إِنْ كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ (آل عمران ۱۷۵)

ترجمہ: "مجھ سے ہی ڈرا کرو اگر تم مومن ہو"۔

خشیت: یہ علم کی شرط کے ساتھ ہے۔

ارشاد پاک ہے:

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (فاطر ۲۸)

ترجمہ: اللہ عزوجل کے بندوں میں سے صرف علماء ہی (پوری طرح) اس سے ڈرتے ہیں۔

تیسرا درجہ ہیبت کا ہے۔ یہ معرفت کی شرط کے ساتھ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ رب تعالیٰ کے جلال کی وجہ سے دل کا حرکت کرنا ہے۔ اگر رب تعالیٰ کے اس فرمان میں لفظ "اللہ" کو مرفوع پڑھا جائے۔ جیسا کہ ابو حیوۃ، عمر بن عبد العزیز اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے پڑھا ہے۔ یہ مشہور قراۃ کے برعکس ہے۔ تو یہ مجازاً ہو گا۔ اس سے مراد وہ غایت ہے جو تعظیم اور اجلال کی غایت ہوتی ہے۔

کسی شاعر نے لکھا ہے:

أهابک إجلالاً و مابک قدرةٌ   عليّ و لکن ملء عينٍ حبيبها

ترجمہ: میں تم سے ڈرتا ہوں۔ یہ ڈر تمہاری تعظیم کی وجہ سے ہے حالانکہ مجھ پر تمہیں قدرت نہیں ہے۔ لیکن اس کا محبوب آنکھ کو بھر دیتا ہے۔[1]

۶۔ عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:

مخدوما ما معدہ را محلی است ودل را محل دیگر ذکرے و تحرکے کہ از محل معدہ برآید آن ذکر منسوب بمعدہ است وذکرے کہ از محل دل ظاہر گردد وذکر دل:

فالامتیاز بینھما بامتیاز المحال۔

[1] (سبل الھدی والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج ۱، ص ۴۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(۲) باب نمبر دو: لطائف کی حرکات کے ثبوت میں (خصوصاً حرکت قلب)

ترجمہ: میرے مخدوم! معدہ کا ایک مقام ہے اور دل کا مقام دوسرا ہے اور جو ذکر و حرکت کہ مقامِ معدہ سے ظاہر ہوتی ہے وہ ذکرِ معدہ سے منسوب ہے اور جو ذکر کہ دل سے مقام سے ظاہر ہوتا ہے وہ دل کا ذکر ہے پس ان دونوں میں امتیاز مقام کے امتیاز سے ہے۔[1]

۷۔ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی، ۱۰۵۴ھ، لکھتے ہیں:

از صاحبدلان صادق القول کہ آن وقت حاضر بوده باین حقیر گفت روزی پیش ازانکہ حضرت خواجہ از ہندوستان بماوراء النہر شوند در لاہور بمسجد برای أدای نماز فرض از فرایض خمسہ درآمدند دراثنای نماز ناگاه از سینہ سکینہ ایشان آوازی مہیب ظاہر شد چنانکہ اہل صف نماز ازان حیر تہاروی وار بعدازادی تسلیمتین حضرت خواجہ تبجیل ہرچہ تمام تراز مسجد بیرون رفتندازان پس دوسہ تن از نزدیکان رافراہم آوردہ در منزل خودادای جماعہ میفرمودند۔

ایک اہل دل اور سچے بزرگ نے جو اس وقت موجود تھے مجھ سے بتایا کہ ایک دن جبکہ قطب الارشاد حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہندوستان سے ماوراء النہر روانہ نہیں ہوئے تھے لاہور میں ایک مسجد میں نماز فریضہ کیلئے تشریف لائے۔ نماز پڑھتے وقت یکایک آپ کے سینے سے ایک مہیب آواز نکلی جس سے تمام نمازی حیرت میں ہوگئے۔ نماز کے بعد قطب الارشاد حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت جلد مسجد سے باہر چلے گئے۔ اس کے بعد آپ دو تین قریبی تعلق والوں کو جمع کرکے اپنی قیام گاہ پر ہی جماعت سے نماز پڑھنے لگے۔[2]

علم و عمل اور عالم و جاہل

۸۔ شیخ محمد خیر طعمہ حلبی، البختری، الشامی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں:

آپ کا ارشاد ہے:

"العلم بحركات القلوب فی مطالعة الغيوب اشرف من العمل بحركات الجوارح"۔

"دل کی حرکتوں کا علم محل غیب میں اس عمل سے زیادہ اشرف ہے جو اعضاء کی حرکتوں سے حاصل کیا جائے۔"[3]

۹۔ حضرت مؤید الدین بیرنگ خواجہ محمد باقی باللہ، کابلی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۱۲ھ، لکھتے ہیں:

---

[1] (مکتوبات معصومیہ، دفتر، دوم، مکتوب، ۷۰، ص، ۱۱۸، ۱۱۷، گارڈن ویسٹ، کراچی) (مکتوبات معصومیہ، ج، ۲، مکتوب، ۷۰)

[2] (برکات احمدیہ، نام دگر زبدۃ المقامات، ص، ۱۱)

[3] (فیضان صوفیاء صفحہ ۲۸۷/۲۷۷)

(۲) باب نمبر دو: لطائف کی حرکات کے ثبوت میں (خصوصاً حرکت قلب)

حرکت قلبی ہرگاہ بروفق حرکت ذکرے شود یا بسمع خیال کلمہ اللہ مسموع شود۔

ترجمہ: دلِ کی حرکت جب ذکر کی حرکت کے موافق ہو جائے یا خیال کے کانوں سے کلمہ اللہ سنا جائے۔[1]

۱۰۔ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی تعلیم لی اور آپ کے شیخ نے آپ کے حال پر توجہات فرمائیں۔ پندرہ پندرہ دن تک توجہات کا اثر باطن میں رہا کرتا تھا۔ آپ کے شیخ فرماتے تھے کہ تمہارے لطائف خوب جاری ہیں، لیکن آپ ساکن تھے۔ ایک روز آپ راستے میں جا رہے تھے کہ اچانک آپ کا دل حرکت میں آیا اور اسم ذات کی آواز آپ کے کان میں آئی۔ جس نے آپ کو مضطرب کر دیا۔

۱۱۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء) فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی حرکت ذکر اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ حرکت ذکر مبتدی کو بہت خوش کرتی ہے۔[2]

۱۲۔ معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی، ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

تازگی و جنبشِ طوبے ست ایں ہمچو جنبش ہائے خلقاں نیست ایں

ترجمہ: یہ تازگی اور حرکت (سچی) خوشی کی تازگی و حرکت ہے (عام) مخلوقات کی سی (نفسانی) حرکت نہیں۔[3]

۱۳۔ اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی، ۱۳۴۰ھ بحوالہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی ۱۱۷۶ھ، لکھتے ہیں:

من جبلۃ الانسان انہ اذا استقر فی قلبہ شیئ جری حسب ذلک الارکان و اللسان و ھو قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ”ان فی جسد ابن أدم مضغۃ“ الحدیث ففعل اللسان و لارکان اقرب مظنۃ و خلیفۃ لفعل القلب۔

انسانی فطرت ہے کہ جب کوئی چیز اس کے دل میں جم جاتی ہے تو اعضاء اور زبان اسی کے مطابق حرکت کرتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد مبارک کا کہ انسان کے جسم میں ایک ٹکڑا ہے الحدیث، پس زبان اور اعضاء کی حرکت دل کے فعل کے تابع ہوتی ہے۔[4]

---

[1] (کلیات باقی باللہ ،یعنی مجموعۂ کلام ورسائل و ملفوظات و مکتوبات ،رقعہ ،۲۷ ،ص ،۹۲ ،ملک دین محمد اینڈ سنز ، اشاعت منزل بل روڈ ، لاهور ، مکتوبات خواجہ باقی ،رقعہ ،۲۵)

[2] (سیف الابرار ،ص ،۶۲ ،۶۲ ،۲۵ ،اسنبول ،میرزا مظهر جان جاناں کے خطوط ،مکتوب ،۵۳ ،ص ،۱۶۳ ،لوائح خانقاہ مظهریہ ،ص ،۱۱۲) (خانقاہ مظهریہ نقشبندیہ ،ص :۲۸۵)

[3] (مفتاح العلوم ،دفتر اول ،ص ،۲۶۲)

[4] (حجۃ اللہ البالغہ ،الامور التی لابد منها فی الصلوٰۃ ،مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ،۲/۵ ،فتاوٰی رضویہ ،ج ،۷ ،ص ،۲۰۸ ،رضا فاؤنڈیشن ،جامعہ نظامیہ رضویہ ،لاهور)

ذکر کی حرکت دل سے خیال کے کان تک پہنچ جائے

اپنے دل کی توجہ ذات الٰہی کی طرف کہ جس کا مبارک نام اللہ ہے پس اس ذکر میں اور خطرات کو دور کرتے ہوئے وقوف قلبی کے ساتھ مشغول ہونا چاہیئے تاکہ ذکر کی حرکت دل سے خیال کے کان تک پہنچ جائے۔ [1]

۱۴۔ شیخ طریقت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھتے ہیں:

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دعاؤں اور اذکار کو ایک بار مرشد پڑھ جائے اور مرید سنتا رہے یہ عمل تین بار ہونا چاہیے اس کے بعد مرشد کہے کہ جو کچھ مجھ کو اپنے شیوخ سے حاصل ہوا ہے تجھ کو دے دیا اور مرید کہے کہ میں نے قبول کیا اس کے بعد کسی ایسے تنگ و تاریک حجرے میں رہنے کی تعلیم دے جس کی وسعت صرف لیٹنے اور کھڑے ہونے کو کافی ہو اور شور و غل کی اس میں آواز نہ آتی ہو۔ مرید کو چاہیے کہ اس حجرے میں پاک وصاف ہو کر داخل ہو اور چار زانوں اس طرح بیٹھے کہ اس کی پیٹھ میں کوئی کجی نہ ہو اور آنکھیں بند کرے اور دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھے اور انگلیاں کھلی رکھے تاکہ اللہ کے نام کا نقش پیدا ہو جائے اور داہنے پاؤں کے انگوٹھے سے رگِ کیماس (ایک رگ ہے جو بائیں گھٹنے کے اندر ہے اور قلب سے تعلق رکھتی ہے اس کی تحریک و حرارت قلب پر اثر کرتی ہے) کو دبائے اس کے بعد خشوع و خضوع و حضورِ قلب سے یا حی یا قیوم الخ پڑھے اس کے بعد محاسبہ اور مجاہدہ کے طریقے سے ذکر میں فکر اور ملاحظہ اور واسطہ کے ساتھ بہت توجہ اور قوت و شدت جہریہ یا خفیہ سے جس سے اس کو ذوق وانبساط پیدا ہوا ہو اور لذتِ ذکر سے بے خودی ہو مشغول ہونا چاہیے۔ اور اگر کبھی غیر خدا کا خیال آئے تو دیدار شیخ سے اس کا انسداد کرے اور بدستور شغل میں مشغول ہو جائے تاکہ خطرات اور وساوس جو انسانیت کی وجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں دفع ہو جائیں اور قلب کی صفائی اور تزکیۂ نفس حاصل ہو جائے تاکہ اس ذکر کا اثر اس کے تمام اعضاء اور رگوں میں ظاہر ہو جائے اور مکاشفات انوار غیبی کا مظہر بنے اور حقائق اشیا اس پر منکشف ہو جائیں اور علم ارواح سے ملاقات اور ذکر حقیقی و شہود حق حاصل ہو جائے۔

فائدہ جب ذکر کرنے والا ذکر میں ایسا کمال حاصل کرلے اس کی قلبی حرکت کا احساس اس کے دل کی زبان سے ہو سکے تو وہ حرکت قلبی تمام جسم میں پھیل جاتی ہے اور اس کی ابتدا یوں ہوتی ہے کہ پہلے کوئی عضو ایسی حرکت کرنے لگتا ہے کہ جو قلب کے لیے مخصوص ہے اور اس کے بعد بعد کبھی کبھی ہاتھ کبھی پاؤں کبھی سر بلا اختیار حرکت کرنے لگتے ہیں یہاں تک کہ دنیا اس کو متحرک نظر آنے لگتی ہے ذکر کا نور جب حرکت کرتا ہے تو تمام جسم میں پھیل جاتا ہے اور تھوڑی مدت میں تمام جسم کو گھیر لیتا

---

[1] (ھدایت الطالبین، ص، ۲۳)

ہے اور اس ذکر کی وجہ سے اس پر مختلف انکشافات ہوتے ہیں اور عجیب عجیب قسم کے واقعات رونما ہوتے ہیں وہ کبھی روتا ہے کبھی ہنستا ہے اور کبھی متحیر و پریشان ہو جاتا ہے مرید کو چاہیے ایسی حالت میں کسی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ ذکر و فکر میں مشغول رہے اور اگر خدا کی مدد شامل ہوئی تو کبھی اپنے تمام جسم کو ذاکر پائے گا اور تمام اعضاء قلب کے ہم سر ہو جائیں گے اسی ذکر میں ذاکر تمام اعضاء کا ذکر سنتا ہے۔[1]

۱۵۔ دیوبندیوں کے عارف باللہ سید زوار حسین شاہ لکھتے ہیں:

حکایت: اور اس پر یہ حکایت سنائی کہ ایک سید زادی اور ایک ملانی دونوں میں محبت تھی اور دونوں ہی اہل ذکر تھیں، آپس میں یہ معاہدہ ہوا کہ جو پہلے مر جائے دوسری دفن کے وقت اس کی قبر میں اترے۔ قضائے الٰہی سے سید زادی پہلے مر گئی ملانی حسب وعدہ دفن کے وقت پہنچی اور اس کا حال دیکھا کہ سید زادی کا قلب بڑے زور سے اللہ اللہ کر رہا تھا۔[2]

۱۶۔ ایک دفعہ حضرت قیوّم الزماں شیخنا الامجد مولانا ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طالقان میں جلوہ افروز ہوئے تھے اور یہ فقیر ارچی میں اس وقت تھا کہ اچانک میرے لطیفۂ سر نے بے اختیار حرکت کرنا شروع کر دی اور حرکت واضح طور پر ظاہر ہوئی۔ اس وقت سابقہ سالکین میں سے خلیفۂ اعظم روحانی صاحب کے والدِ بزرگ تشریف فرما تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ میں نے کہا کہ میں بھی حیران ہوں کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ چند دن بعد جب حضرت ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارچی میں تشریف لے آئے اور میرے لطیفۂ سر کا یہ حال دیکھ لیا تو فرمایا کہ یہ حالت کب سے ظہور پذیر ہوئی ہے؟ تو میں نے معیّن دن اور وقت بتایا تو انہوں نے فرمایا کہ اسی دن اسی وقت میں مسجد میں تلاوت کر رہا تھا صرف اور صرف آپکی محبّت دل میں تھی کہ اچانک میرا لطیفہ سر بھی نکل آیا میں نے اس حالت کو ختم کرنے کی کوشش کی لیکن ختم نہ ہو سکی پھر میں نے بارہا بار مختلف خصوصی اوقات میں خصوصی دعائیں مانگیں کہ اللہ تعالیٰ جلّ جلالہٗ: نقشبندیہ مبارکہ کا کمال مخفی ہے اس حال کا ظہور میں پسند نہیں کرتا کیونکہ میں استدراج سے بہت ڈرتا ہوں۔ اے اللہ تعالیٰ اس حال کو چھپا دے اور ختم کر دے۔ لیکن میں نے جتنی بھی دعائیں مانگی یہ حالت اور بڑھتی گئی۔ پھر حضور سیدی قطب الارشاد حضرت مولانا محمد ہاشم السمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں نے جس طرح اس حالت کو ختم کرنے کیلئے دعائیں مانگیں۔ اسطرح آپ بھی دعاء مانگو تاکہ آپ کا ذمہ بھی فارغ ہو جائے تو

---

[1] (کلیات امدادیہ، ص ۱۲)

[2] (مقامات فضلیۃ، ص ۸۴)

تعمیلِ امر کے واسطے جب اس فقیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حالت کو چھپانے اور اس حال کے ختم کرنے کی دعائیں مانگی تو لطیفہ خفی نے بھی ظہور کیا۔[1]

واقعہ نمبر ۲:

ایک مرتبہ زرخرید میں حضرت سیّدنا مولانا ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ یہ فقیر بھی موجود تھا اور سیّد حسن جان آغا جان صاحب بھی ادھر موجود تھے میں نے ایک بڑا بالا پوش پہن رکّھا اندر سے تو میرے لطائف حرکت کرتے تھے لیکن بالا پوش (کوٹ) پہننے کی وجہ سے حرکت باہر معلوم نہیں ہوتی تھی تو حضور سیدی قطب الارشاد حضرت مولانا محمد ہاشم السمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میری طرف کئی مرتبہ میری طرف دیکھا لیکن میں نہیں سمجھ سکا تو صریح الفاظ میں انہوں نے فرمایا پھینکو اس، چرم خیرس، کو جس چیز کو اللہ تعالیٰ ظاہر فرمانا چاہتا ہے۔ ہم کو کیو نکر چھپائیں؟ تو میں نے بالا پوش اتار کر پھینک دیا۔[2]

واقعہ نمبر ۳:

ایک دفعہ زرخرید میں، پیروان غور، ایک مولوی صاحب پیروں کے گھرانے سے جاسوس اور معترض آیا تھا تو ایک ہفتہ گزارنے کے بعد حضور سیدی قطب الارشاد حضرت مولانا محمد ہاشم السمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس منکر اور معترض مولوی کو سمجھانے کے لیے فرمایا کہ مجھے ایک شیشہ چاہیئے جب ہم نے شیشہ حاضر کیا تو شیشے کو اپنے کندھوں مبارک اور دیوار کے درمیان رکھ کر فرمایا کہ شیشہ کو دیوار کے ساتھ میں نے اپنے کندھوں کے ذریعہ پکڑ لیا ہے تو اگر میں خود تکلفاً اپنے کندھوں کو ہلادوں تو یہ شیشہ نیچے گر جائے گا اور اگر میرے لطائف کی حرکت تکلفاً نہیں بلکہ غیر اختیاری ہے تو شیشہ نیچے اپنی جگہ رہے گا تو انھوں نے ویسا ہی کیا اور شیشہ نہیں گرا پھر فرمایا کہ: اے منکر میرے لطیفہ سر کی غیر اختیاری حرکت دیکھ لو اور آو میرے لطیفہ سر پر ہاتھ رکھکر جتنا زور تمہارے اندر ہے صرف کر کے میرے لطیفہ سر کو روک کر دیکھو۔ اس مولوی نے ہاتھ رکھ کر خوب زور لگا کر لطیفہ کو دبایا لیکن لطیفہ اسی طرح چلتا رہا یہاں تک کہ وہ مولوی لاجواب اور شرمندہ ہو گیا۔[3]

۱۸۔ شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی، حنبلی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی، ۵۶۱ھ، فرماتے ہیں:

---

[1] (ھدایت السالکین، ص، ۲۴۹)

[2] (ھدایت السالکین، ص، ۲۵۱)

[3] (ھدایت السالکین، ص، ۲۵۱،۲۵۲)

(۲) باب نمبر دو: لطائف کی حرکات کے ثبوت میں (خصوصاً حرکت قلب)

اذ تمکن الذکر فی القلب دام ذکر العبد للہ عز و جل و ان لم یذکرہ بلسانہ کلما دام العبد فی ذکر اللہ عز و جل دامت موافقتہ لہ و رضاہ بافعالہ۔

جب ذکر الہیٰ قلب میں جگہ پکڑ لیتا ہے تو بندہ ہمیشہ اللہ عز و جل کا ذکر کرنے والا رہتا ہے اگرچہ وہ زبان سے اس کا ذکر نہ کرے۔ جب بندہ ہمیشہ ذکر الہیٰ میں رہتا ہے تو اس کی موافقت اور اللہ تعالیٰ کے افعال سے رضامند رہنا ہر وقت قائم رہتا ہے۔[1]

۱۹۔ شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی، حنبلی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی ۵۶۱ھ، فرماتے ہیں:

فھو یراکم من کان ذاکرا للہ عزّ و جل بقلبہ فھو ذاکر و من لم یذکرہ بقلبہ فلیس بذاکرا۔

ترجمہ: وہ تم کو یقینا دیکھتا ہے جو شخص اللہ کا ذکر قلب سے کرے وہ حقیقی ذاکر ہے اور جو اس کا ذکر قلب سے نہ کرے وہ اس کا ذکر کرنے والا ہی نہیں۔[2]

۲۰۔ شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی، حنبلی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی ۵۶۱ھ، فرماتے ہیں:

ذکرہ بلسانہ و بقلبہ و فی اکثر اوقاتہ یکون قلبہ ذاکرا و لسانہ ساکنا۔

ترجمہ: مومن کا ذکر زبان و قلب دونوں سے ہوتا ہے اور اکثر اوقات میں اس کا قلب ذاکر ہوتا ہے اور زبان سکون میں۔[3]

شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی، حنبلی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی ۵۶۱ھ، فرماتے ہیں:

ذکر اللسان بلا قلب لا کرامۃ و لا عزازۃ لک بہ الذکر ھو ذکر القلب و السر ثم ذکر اللسان اذا صح ذکر الحق عزّ و جل للعبد ذکرہ الحق کما قال (فاذکرونی اذکرکم و اشکرولی و لا تکفرون) اذکرہ حتیٰ یذکرک اذکرہ حتیٰ یحط الذکر عنک اوزارک تبقی خالیا عن وزر تصیر طاعۃ بلا معصیۃ۔

ترجمہ: بغیر قلب کے ذکر کے محض! زبانی ذکر میں نہ کوئی کرامت ہے اور نہ تیری کوئی بزرگی ذکر الہٰی قلب و باطن کا ذکر ہے پھر زبان کا ذکر جب کسی بندہ کا ذکر الہیٰ! درست ہو جاتا ہے پس حق عز و جل اس کا ذکر کرتا ہے جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا اور تم میرا شکر کرو اور ناشکری نہ کرو۔ تو خدا کا ذکر یہاں تک کر کہ وہ تیرا ذکر کرے تو اس کا ذکر یہاں تک کر کہ ذکر کی وجہ سے تیرے سب گناہ جھڑ جائیں تو گناہ سے خالی باقی رہ جائے اور طاعت بلا معصیت ہو جائے۔[4]

۲۱۔ حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی، قدس سرہ، متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

---

[1] (الفتح الربانی و الفیض الرحمانی، المجلس السادس عشر، ص ۷۷، دار الریان للتراث، بیروت، ص 197 فیوض غوث یزدانی)

[2] (الفتح الربانی و الفیض الرحمانی، المجلس الثالث و العشرون، ۱۰۴، دار الریان للتراث، بیروت، ص ۱۵۲ فیوض غوث یزدانی)

[3] (الفتح الربانی و الفیض الرحمانی، المجلس الثامن و الاربعون، ۱۹۴، دار الریان للتراث، بیروت، ص ۴۲۱ یوض غوث یزدانی)

[4] (الفتح الربانی و الفیض الرحمانی، المجلس الثامن و الخمسون، ۲۵۰، دار الریان للتراث، بیروت، ص ۵۳۵ یوض غوث یزدانی)

(۲) باب نمبر دو: لطائف کی حرکات کے ثبوت میں (خصوصاً حرکت قلب)

وقال مجاهد في معنى قول الله تعالى (من شر الوسواس الخناس) قال هو منبسط على القلب فإذا ذكر الله تعالى خنس وانقبض وإذا غفل انبسط على قلبه۔

امام مجاہد من شر الوسواس الخناس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ شیطان دل پر پھیلا ہوا ہے جب قلب ذکر الٰہی کرتا ہے تو وہ ڈر کے مارے سکڑ جاتا ہے اور جب غافل ہو جاتا ہے تو پھیلتا ہے۔[1]

لطائف سبعہ اوران کی حرکت کا بیان:

۲۲۔ حضرت علامہ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

طریق مشغولی بذکر حق سبحانہ با توجہ بلطائف سبعہ تا دران حرکت ذکر پیدا شود ایست کہ اول بیست وپنج بار استغفار بخواند باز بارواح طیبۂ بزرگان علیہم الرحمہ فاتحہ بخواند وبواسطہ آنہا از جناب الٰہی التجا وطلب فیض محبت ومعرفت کند وصورت شخص کہ ازو تلقین یافتہ روبروی دل حاضر نماید اول از لطیفہ قلب کہ زیر پستان چپ بہ فاصلہ دو انگشت مایل بہ پہلو است ذکر کند مفہوم اسم مبارک اللہ تعالٰی کہ ذاتی است بیچون سبحانہ در لحاظ داشتہ ونگہداشت خواطر گذشتہ وآیندہ توجہ بقلب کردہ توجہ دل بہمان مفہوم مقدس داشتہ بزبان خیال اسم مبارک اللہ اللہ بگوید ہرگاہ حرکت در دل پیدا شود باز از لطیفہ روح کہ محل آن زیر پستان راست بفاصلہ دو انگشت است متوجہ شدہ بزبان خیال ذکر کند باز از لطیفہ سر کہ محل آن برابر پستان چپ بطرف سینہ بفاصلہ دو انگشت است باز از لطیفہ خفی کہ محل آن برابر پستان راست بفاصلہ دو انگشت است بطرف وسط سینہ باز از لطیفہ اخفی کہ محل آن در عین وسط سینہ است باز از لطیفہ نفس کہ محل آن در پیشانی است ذکر نماید باز از لطیفہ قالب توجہ بطرف تمام قالب نمودہ بزبان خیال اللہ اللہ بگوید تا کہ حرکت در لطیفہ قالب ظاہر گردد۔

ترجمہ: توجہ کے ساتھ لطائف سبعہ سے حق سبحانہ کے ذکر میں مشغول ہونے کا طریقہ تا کہ اس میں حرکت ذکر پیدا ہو جائے یہ ہے کہ پہلے پچیس بار استغفار پڑھے پھر بزرگوں کی ارواح پاک علیہم الرحمہ پر فاتحہ پڑھے اور ان کے وسیلہ سے جناب الٰہی میں درخواست کرے اور محبت ومعرفت کا فیض طلب کرے اور جس شیخ سے تلقین پائی ہے اس کو دل کے روبرو حاضر کرے (پھر) اول لطیفہ قلب سے جو کہ بائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلے پر پہلو کی طرف ہے (حق سبحانہ کا) ذکر کرے۔

---

[1] (احیاءعلوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب، ج۳، ص۴۰، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاھرہ، احیاءالعلوم، جلدسوئم، ص۵۶)

اللہ تعالیٰ کا مبارک نام جو کہ ذاتی ہے، بیچون سبحانہ کو دھیان میں رکھ کر اور گذشتہ و آئندہ کے خواطر (وسوسوں) سے بچتے ہوئے دل کی طرف توجہ کر کے دل میں اس مقدس مفہوم سے متوجہ رکھ کر خیال کی زبان سے اسم مبارک اللہ اللہ کہے۔ جب دل میں حرکت پیدا ہو جائے تو پھر لطیفہ روح سے جس کا محل دائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلہ پر ہے متوجہ ہو کر خیال کی زبان سے ذکر کرے۔ پھر لطیفہ سر سے جس کا محل بائیں پستان کے سامنے سینے کی طرف دو انگلی کے فاصلہ پر ہے۔ پھر لطیفہ خفی سے جس کا محل دائیں پستان کے سامنے دو انگلی کے فاصلہ پر سینے کے وسط کی جانب پھر لطیفہ اخفی سے جس کا محل بالکل سینہ کے درمیان میں ہے پھر لطیفہ نفس سے جس کا محل پیشانی میں ہے ذکر کرے پھر لطیفہ قلب سے تمام قالب (تن) کی طرف توجہ کر کے زبان حال سے اللہ اللہ کہے تا کہ لطیفہ قلب میں ذکر جاری ہو جائے۔[1]

۲۳۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

ذکر جہر برای گرمی دل و شنیدن اشعار محبت بآواز حزین بجہت غلبہ شوق گاہ گاہ واستماع قرآن مجید بحسن صوت دل را برقت و گداز می آرد اللہ تعالیٰ این پیر ضعیف وہمہ عزیزان را برین نوشتہ عمل کرامت فرماید اول ذکر از دل باید نمود و محل لطیفہ قلب زیر پستان چپ بفاصلہ دو انگشت مایل بہ پہلو است ہر گاہ حرکت ذکر در دل معلوم شود باز ذکر از لطیفہ روح کہ محل آن زیر پستان راست مقابل پستان چپ بفاصلہ دو انگشت است ہر گاہ حرکت ذکر دریافت شود باز از لطیفہ سر کہ محل آن برابر پستان چپ بفاصلہ دو انگشت بطرف وسط سینہ است باز از لطیفہ خفی کہ محلش برابر پستان راست بفاصلہ دو انگشت بطرف وسط سینہ است بازاء لطیفہ اخفی کہ محلش در عین وسط سینہ است باز از لطیفہ نفس کہ محلش وسط پیشانی است باز از لطیفہ قالب کہ محل آن تمام بدن است ذکر می نمایند زبان بکام چسپانیدہ توجہ بدل و توجہ دل بہ حضرت حق سبحانہ نمودہ و اندیشہ ہای گذشتہ و آیندہ از دل نگہداشتہ بزبان خیال ذکر اسم ذات اللہ اللہ می کنند و بعد چند بار ذکر بخیال خود می گویند خداوندا مقصود من توئی و رضائی تو محبت خود دہ و معرفت خود دہ ہر گاہ لطائف سبعہ ذاکر می شوند۔

ترجمہ: گرمی دل کے لئے ذکر جہر غلبہ شوق کے لئے غمگین آواز میں کبھی کبھار اشعار محبت سننا قرآن مجید کی تلاوت خوبصورت آواز میں سننا دل میں رقت اور گداز پیدا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ضعیف بوڑھے اور تمام عزیزوں (عقیدت مندوں) کو اس تحریر پر عمل (کی توفیق) کرامت فرمائے۔ اول ذکر دل سے کرنا چاہئے۔ لطیفہ قلب کا محل (جگہ) بائیں پستان

[1] (مکاتب شریفہ مکتوب نمبر دوھم ص ۱۴)

(چھاتی) سے دو انگلی کے فاصلہ پر پہلو کی جانب ہے۔ جب ذکر کی حالت دل میں ظاہر ہو جائے پھر لطیفہ روح سے ذکر کرے جس کا محل (جگہ) دائیں پستان (چھاتی) کے برابر دو انگلی کے فاصلہ پر ہے۔ جب ذکر کی حرکت (لطیفہ روح میں) ظاہر ہو جائے تو پھر لطیفہ سر سے ذکر کرے جس کا محل (جگہ) بائیں پستان (چھاتی) کے برابر دو انگلی کے فاصلہ پر سینے کے درمیان کی طرف ہے۔ پھر لطیفہ خفی سے ذکر کرے جس کا محل (جگہ) دائیں پستان کے برابر دو انگلی کا فاصلہ پر سینے کے درمیان کی طرف ہے۔ پھر لطیفہ اخفیٰ سے ذکر کرے جس کا محل (جگہ) عین سینہ کے درمیان میں ہے۔ پھر لطیفہ نفس سے ذکر کرے جس کا محل (جگہ) پیشانی کے درمیان ہے پھر لطیفہ قالب سے ذکر کرے جس کا محل (جگہ) تمام بدن ہے۔ زبان کو تالو سے چپکائے رکھے (اور) توجہ دل کی طرف اور دل کو حق سبحانہ کی طرف متوجہ رکھے گذشتہ اور آئندہ کے وسوسوں سے دل کو محفوظ رکھ کر زبانِ خیال سے ذکر اسم ذات اللہ کرتے رہیں اور (اس کے) بعد چند بار اپنے خیال میں کہیں: خداوندا! میرا مقصود تو اور تیری رضا ہے اپنی محبت اور معرفت عطا فرما: سب لطائف سبعہ ذاکر ہو جائیں۔[1]

۲۴۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے دوسرے مکتوب میں طریقہ نقشبندیہ کا طریقہ ذکر یوں ارشاد فرماتے ہیں:

بیان طریقہ اول از لطیفہ قلب کہ محل آن زیر پستان چپ مائل بہ پہلو است ذکر اسم ذات اللہ نمایند تا کہ حرکت پر حلاوت پیدا شود باز از لطیفہ روح کہ محل آن زیر پستان راست محاذی آن است ذکر میکنند باز از لطیفہ سر کہ محل آن برابر پستان چپ بفاصلہ دو انگشت در وسط سینہ است باز از لطیفہ خفی کہ محل آن برابر پستان راست بفاصلہ دو انگشت در وسط سینہ است باز از لطیفہ اخفی کہ محل آن عین وسط سینہ است باز از لطیفہ نفس کہ محل آن پیشانی است باز از تمام بدن کہ آنرا سلطان الاذکار گویند دل را از خواطر گذشتہ و آیندہ نگاہداشتہ و توجہ بدل نمودہ ذکر می کنند باز نفی و اثبات معمول است زبانرا بکام چسپانیدہ و دم را زیر ناف بند نمودہ بزبان خیال کلمہ لا بدماغ رسانیدہ کلمہ الہ را بر دوش رسانیدہ الا اللہ بر دل ضرب می نمایند بطوری کہ گذر آن بر لطائف خمسہ افتد و معنی اینست کہ نیست ہیچ مقصود بجز ذات پاک وقت مشغولی اول بیست و پنج بار استغفار نمودہ و فاتحہ بزرگان خواندہ ذکر می نمایند ہر گاہ کیفیت و جمعیت پیدا می شود آنرا نگاہ میدارند و اگر مستور شود باز ذکر می کنند۔

ترجمہ: طریقہ اول کا بیان لطیفہ قلب جس کی جگہ بائیں پستان کے نیچے پہلو کی طرف ہے (اس سے) ذکر اسم ذات اللہ کرے، یہاں تک کہ حلاوت بھری حرکت پیدا ہو جائے اس کے بعد لطیفہ روح جس کی جگہ دائیں پستان کے نیچے اس کے برابر

[1] (مکاتب شریفہ مکتوب: سیزدھم ص ۳۰)

ہے (سے) ذکر کرتے ہیں۔ پھر لطیفہ سر جس کا محل بائیں پستان کے برابر دو انگلی کے فاصلہ پر سینہ کے وسط میں ہے پھر لطیفہ خفی جس کی جگہ دائیں پستان کے برابر دو انگلی کے فاصلہ پر سینہ کے وسط میں ہے پھر لطیفہ اخفیٰ جس کی جگہ سینہ کے بالکل درمیان میں ہے پھر لطیفہ نفس جس کی جگہ پیشانی ہے پھر تمام بدن سے جسے سلطان الاذکار کہتے ہیں دل کو گذشتہ اور آئندہ کے وسوسوں سے محفوظ رکھ کر اور دل کی طرف توجہ کر کے ذکر کرتے ہیں پھر نفی واثبات کا معمول ہے۔ زبان کو تالو سے چپکا کر اور سانس کو ناف کے نیچے روک کر زبانِ خیال سے کلمہ لا کو دماغ تک پہنچا کر الا اللہ کی ضرب دل پر لگاتے ہیں۔ اس طرح کہ اس کا گزر لطائف خمسہ پر ہوتا ہے۔ معنی یہ ہے کہ کوئی مقصود نہیں سوائے ذات پاک (اللہ سبحانہ وتعالیٰ) کے اس (عمل میں) مشغولی کے وقت اول پچیس بار استغفار کر کے اور (سلسلہ کے) بزرگوں کا فاتحہ پڑھنے کے بعد ذکر (لطائف) کرتے ہیں۔ جب کیفیت اور جمعیت پیدا ہو جائے تو اس کو نگاہ (میں) رکھتے ہیں اور اگر (وہ) مستور ہو جائے تو پھر (سے) ذکر کرتے ہیں۔[1]

۲۵۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک اور مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ذکر بر دو قسم است اول اسم ذات است طریقش آنکہ زبان بکام چسپانیدہ وبزبان دل کہ محل آن زیر پستان چپ بفاصلہ دو انگشت است اسم مبارک اللہ را بگوید ومفہوم آن در لحاظ داشتہ کہ ذاتیست موصوف بصفات کاملہ ومنزہ از سمات ناقصہ کہ بران ایمان آوردہ ایم واین لحاظ راپرداخت وجود ذہنی گویند در وقت ذکر حرکت در زبان وبدن پیدا نشود ودر تمام اوقات براین ذکر مواظبت نماید تادل جاری شود پس از لطیفہ روح کہ محل آن زیر پستان راست بفاصلہ دو انگشت است ذکر نماید پس از لطیفہ سر کہ محل آن برابر پستان چپ کہ مائل بوسط سینہ بفاصلہ دو انگشت است ذکر نماید باز از لطیفہ خفی کہ محل آن برابر پستان راست است بفرق دو انگشت مائل بوسط سینہ ذکر کند باز از لطیفہ اخفیٰ کہ محل آن در عین وسط سینہ است ذکر نماید تاآنکہ لطائف خمسہ جاری شوند بذکر باز از لطیفہ نفس کہ محل آن در وسط پیشانی است واز لطیفہ قالبیہ نیز ذکر اسم ذات معمول است۔

ترجمہ: ذکر کی دو قسمیں ہیں پہلی (قسم) اسم ذات ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تالو سے چپکا کر زبان دل سے جس کا مقام بائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلہ پر ہے اسم مبارک اللہ کہے اور اس مفہوم کا لحاظ رکھے کہ اللہ وہ ذات ہے جو صفاتِ کاملہ سے موصوف اور سماتِ ناقصہ سے منزہ ہے جس پر ہم ایمان لائے ہیں۔ اس (کا) لحاظ (رکھنے) کو وجودِ ذہنی کی مشغولیت کہتے ہیں۔ ذکر کے وقت تمام اوقات میں اس ذکر میں ہمیشہ لگا رہے۔ یہاں تک کہ دل جاری ہو جائے۔ پھر لطیفہ روح جس کا مقام

[1] (مکاتب شریفہ مکتوب شصت وششم ص ۷۳)

(۲) باب نمبر دو: لطائف کی حرکات کے ثبوت میں (خصوصاً حرکت قلب)

دائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلہ پر ہے سے ذکر کرے اس کے بعد لطیفہ سر جس کا مقام بائیں پستان کے برابر وسط سینہ کی دو انگلی کے فاصلہ پر ہے سے ذکر کرے پھر لطیفہ خفی جس کا مقام دائیں پستان کے برابر دو انگلی کے فاصلہ پر وسط سینہ کی جانب ہے سے ذکر کرے اس کے بعد لطیفہ اخفی جس کا مقام عین سینہ کے وسط میں ذکر کرے، یہاں تک کہ پانچوں لطائف جاری ہو جائیں۔ پھر لطیفہ نفس جس کا مقام وسط پیشانی ہے اور لطیفہ قالبیہ سے بھی ذکر اسم ذات کرنے کا معمول ہے۔[1]

۲۶۔اے عزیز حرکت ظاہری نتیجہ حرکت معنوی است یعنی حرکت بدن علامت حرکت روح است و حرکت روح علامت حظ وذوق وشوق است از ندا الست بربکم روے نمودہ بود اے عزیز حظ روح در قلب اثر می کند واز قلب بقالب می رسد اعضا در حرکت می آیند ومرغ روح پرواز می کند ومی خواہد کہ از قفس دامن گیر می گردد وقفص رانیز در حرکت وگردش می آرد رزقنا اللہ وایاکم بکرمہ ولطفہ لہذا النعمۃ۔

ترجمہ: اے عزیز حرکت ظاہری حرکت معنوی کا نتیجہ ہے یعنی حرکت بدن علامت حرکت روح ہے اور حرکت روح علامت ذوق وشوق وحظ الٰہی ہے کہ جو نداء الست بربکم سے نمودار ہوا۔ اے عزیز حظ روح قلب میں اثر کرتا ہے اور قلب سے قالب میں جاتا ہے اعضاء حرکت میں آجاتے ہیں اور مرغ روح پرواز کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ قفس تن سے روح کو جدا کرے اور قفس کو بھی حرکت اور گردش میں لاتا ہے رزقنا اللہ وایاکم بکرمہ ولطفہ لہذا النعمۃ۔[2]

۲۷۔امام زین الاسلام عبد الکریم القشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ابتداء الذکر بالجوارح یجد العبد حرکۃ فی کل جوارحہ حتی لا یبقی جزء من لحمہ وعظمہ الا وفیہ حرکۃ واختلاج وتقوی الحرکات والاختلاجات حتی تصیر اصواتا وکلمات تنبعث مسموعۃ من جمیع الجوارح والاجزاء۔ ماعدا اللسان لان اللسان لا ینطق فی مثل ھذہ الاحوال ویلازم العبد الترکیز فی ھذہ الھمۃ وھو یتیقن انہ لو لاحظ ھذہ الاذکار وطلب علمھا فانہ ینفی عنھا الی غیرھا ذلک لان الذکر قد وقع علی القلب صحیح انہ فی حال ذکر اللسان قد یکون للجوارح حرکات واختلاجات ولکنھا لیست علی ھذہ الدرجۃ من القوۃ والشمولیۃ۔

ترجمہ: جوارح کے ساتھ ذکر کی ابتداء کرنے سے بندہ تمام جوارح میں ایک حرکت کو پانے لگ جاتا ہے یہاں تک کہ کوئی جزو بھی گوشت اور ہڈی سے باقی نہیں رہتا مگر اس میں حرکت اور اقشعرار ہوتا ہے جب حرکات اور اقشعرار قوی ہو جائیں یہاں تک کہ وہ اصوات اور کلمات بن جاتے ہیں جو کہ نکلتی ہے سنانے کی طرح جمیع جوارح اور اجزاء سے ماسواء زبان کے اس لئے کہ

---

[1] (مکاتب شریفہ مکتوب نودم ص ۱۳۷)

[2] (الھامات غوثیہ ص ۵۰)

زبان ان احوال میں نطق نہیں کرتی ہے اور بندہ لازم رکھتا ہے ہمت میں ثابت رہنے کو اور وہ یہ یقین رکھتا ہے کہ اگر یہ ان اذکار کو ملاحظہ نہ کرے اور اس کے علم کو طلب کرے پس یہ اس سے دور ہو جائے گا اور غیر کی طرف چلا جائے گا اس لئے کہ ذکر تحقیق کے ساتھ قلب صحیح پر وارد ہوتا ہے ذکر لسانی کے حال میں کبھی کبھار جوارح کیلئے حرکات اور اقشعرار ہوتی ہے لیکن وہ اس درجہ پر نہیں ہوتا قوت اور شمولیت سے۔[1]

رشحہ ذکر کثیر:

۲۸۔ مولانا فخر الدین علی بن حسین واعظ کاشفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

(رشحة) سئله مولانا بدر الدین المیدانی الذی کان من کبار اصحاب الشیخ حسن البلغاری و وجد صحبة عزیزان ایضاً: ان ذکر الکثیر الذی امرنا به من عند الحق سبحانه حیث قال عز اذکروا الله ذکرا کثیرا۔ (الاحزاب الآیة ۴۱) هل هو ذکر اللسان او ذکر القلب؟ فقال: هو فی حق المبتدی ذکر اللسان و فی حق المنتهی ذکر القلب۔ فان المبتدی یتکلف فی الذکر دائماً و یتعمل و یبذل روحه و اما المنتهی فانه اذا وصل اثر الذکر الی قلبه یکون جمیع اعضائه و جوارحه و عروقه و مفاصله ذاکرة فیتحقق الذاکر فی ذلک الوقت بکونه ذاکراً بالذکر الکثیر و یکون یرمه الواحد فی ذلک الحال مساویاً لسنة غیره من الرجال۔

ترجمہ: شیخ بدر الدین میدانی جو شیخ حسن بلغاری رحمہ اللہ کے اکابر ساتھیوں میں سے ہیں اور انہوں نے حضرت عزیزان رحمہ اللہ کی صحبت کو بھی پایا ہے، نے آپ سے پوچھا کہ ہم حق سبحانہ کی طرف سے جس ذکر کثیر پر مامور ہیں جیسا کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے اذکروا الله ذکرا کثیرا۔ (الاحزاب ۴۱) یعنی اللہ کا ذکر بہت زیادہ کیا کرو۔ یہ زبان کا ذکر ہے یا دل کا؟ حضرت عزیزان رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مبتدی کیلئے زبان کا ذکر اور منتہی کیلئے دل کا ذکر ہے۔ مبتدی ہمیشہ تکلف و دشواری سے (ذکر) کرتا ہے اور سخت مشقت اٹھاتا ہے لیکن منتہی کے دل پر جب ذکر کا اثر پہنچتا ہے تو اس کے تمام اعضاء و جوارح اور رگیں اور جوڑ ذکر کرنے لگتے ہیں اور اس وقت سالک ذکر کثیر سے متصف ہو جاتا ہے اور اس حالت میں اس کا ایک روز کا کام دوسروں کے ایک سال کے کام کے برابر ہوتا ہے۔[2]

رشحہ: ذکر دل:

۲۹۔ (رشحة) قال قدّس سره: أن معنی قولهم: (إن الله ینظر فی الیوم و اللیلة الی قلب المؤمن بنظر الرحمة ثلاث مائة و ستین نظرة) هو ان للقلب ثلاث مائة و ستین روزنة الی جمیع الاعضاء و هی عبارة عن ثلاث مائة و ستین عرق افی

---

[1] (ترتیب السلوک فی طریق اللہ تعالی ص ۳۴)

[2] (رشحات عین الحیات ص ۷۲)

البدن من الاوردة والشرایین متصلة بالقلب فاذاتأثر القلب من الذکر وبلغ مرتبة الکون منظوراًإلیه بنظر خاص من الحق سبحانه۔تنشعب حینئذآثار ذلک النظر من القلب الی جمیع الاعضاءحتی یشتغل کل عضو من الاعضاءبطاعة لائقةبحاله فیصل الفیض الحاصل من تلک الطاعة الی القلب و ذلک الفیض هو المرادبنظر الرحمة۔

آپ فرماتے تھے کہ اس بات کا مطلب کہ حضرت حق سبحانہ ہر رات اور دن میں تین سو ساٹھ مرتبہ مومن بندے کے دل پر نظر رحمت فرماتا ہے یہ ہے کہ دل تمام اعضاء کی جانب تین سو ساٹھ دریچے رکھتا ہے اور وہ دل سے متصل تین سو ساٹھ رگیں ہیں جو رگیں اور شریانیں ہیں۔جب دل ذکر سے متاثر ہوتا ہے تو اس مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے کہ حق سبحانہ کی نظر خاص کا منظور بن جاتا ہے اور اس نظر کے آثار دل سے سب اعضاء کی طرف پھیل جاتے ہیں۔پھر ہر عضو اپنے حال کے مطابق ایک طاعت میں مشغول ہو جاتا ہے اور اس طاعت کے نور سے ہر عضو سے ایک فیض جس سے مراد نظر رحمت ہے، دل کو پہنچتا ہے۔[1]

۳۰۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: شیخ تمام باتوں سے خالی ہو اپنے نفس ناطقہ کی طرف اس نسبت میں جس کا القا مرید پر منظور ہو متوجہ ہو اور توجہ قلبی مرید کی طرف مائل کرے کہ میری کیفیت جذب مرید میں اثر کر رہی ہے خیال کرے انشاء اللہ حسب استعداد نور برکتیں حاصل ہوں گی اور لطیفہ قلب کے جاری کرنے کے بعد ہر لطیفہ پر تدریجاً توجہ کرے اور اسی طرح انوار مراقبات ولطائف کے القا میں توجہ کرے اور اگر مرید موجود نہ ہو تو اس کی صورت کا تصور کر کے غائبانہ توجہ کرے اور اسے فائدہ پہنچائے۔[2]

---

[1] (رشحات عین الحیات ص ۷۲)

[2] (کلیات امدادیہ ص ۵۴ دار الاشاعت)

ذکر دینے اور توجہ کرنے کا طریقہ اقوال مشائخ کی روشنی میں

۳۱۔ حضرت علامہ مولوی شاہ غوث محمد صاحب فرماتے ہیں کہ:

یضع الشیخ یدہ علی قلب المرید تحت الثدی الایسر بفاصلة اصبعیہ ویلقنہ ذکر اسم الذات۔

ترجمہ: کہ شیخ اپنا ہاتھ مرید کے قلب پر رکھے جو کہ الٹی طرف پستان کے دو انگلی کے فاصلے پر نیچے واقع ہے اور اسے اسم ذات کی تلقین کرے۔[1]

۳۲۔ حضرت علامہ الحاج فقیر اللہ ابن عبد الرحمن الحنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومن علامات جریان الذکر القلبی هو ان یرجع الی القلب بعد النوم ویجد قلبه فی مقام الذکر وقد یتحرک راسه موفقا للقلب من غیر اختیارہ ومنها ان یستمع هو فقط من قلبه صوت الذکر وقد یسمع غیرہ۔

ترجمہ: ذکر قلبی کے جاری ہونے کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ یہ شخص نیند کے بعد جب قلب کی طرف رجوع کرلیتا ہے اور قلب کو مقام ذکر میں پالیتا ہے اور اس کا سر حرکت کرتا ہے قلب کے ساتھ بغیر اختیار کے اور ایک علامت یہ ہے کہ یہ اپنے قلب سے ذکر کی آواز خود سنتا ہے اور کبھی کبھار غیر بھی سنتا ہے۔[2]

۳۳۔ مولانا فخر الدین علی بن حسین واعظ کاشفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وذکر فی (فصل الخطاب)أن کیفیة اشتغال خواجه عبدالخالق الغجدوانی حجة فی الطریقة ومقبولة عندجمیع الفرق کان قدس سرہ مداوما علی طریق الصدق والصفاء ومتابعة الشریعة وسنة نبینا محمد المصطفیٰ ﷺ ومجانباًللنفس ومخالفالهواها وکان یستر سیرته السنیة عن نظر الاغیار تلقن الذکر القلبی ایام شبابه عن الخضر علیه السلام فکان یواظب علی الذکر المذکور وقبله حضرة الخضر علیه السلام للوالدیة وامرہ بان یغوص فی الحوض وان یقول بقلبه تحت الماء لا اله الا الله محمد رسول الله۔ ففعله الخواجه وأخذ منه ذلک واشتغل به هنالک ففتح له انواع الفتوح والترقیات فوق ادراک المدارک۔

ترجمہ: کتاب فصل الخطاب میں آیا ہے کہ حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی کی روش طریقت میں حجت ہے اور تمام سلاسل میں مقبول ہے۔ آپ ہمیشہ صدق وصفا کے راستے میں اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شریعت وسنت کی پیروی اور بدعت وخواہش نفس کے اجتناب ومخالفت میں کوشاں رہے ہیں اور اپنی پاکیزہ روش کو غیروں کی نظر سے پوشیدہ رکھا ہے۔ آپ نے جوانی میں حضرت خضر علیہ السلام سے ذکر قلبی کی تعلیم پائی ہے اور اس سبق پر ہمیشہ قائم رہے ہیں۔ حضرت خواجہ خضر علیہ

---

[1] (طریقة الراشدین حجة المسترشدین ص ۹۲)

[2] (قطب الارشاد ص ۱۶۵)

السلام نے ان کو فرزندی میں قبول فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ پانی کے حوض میں داخل ہو اور غوطہ لگاؤ اور دل میں کہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ خواجہ نے اسی طرح کیا ہے اور سبق کو حاصل کیا ہے اور کام میں مشغول ہو گئے اور کشادگیاں پائیں اور اول سے آخر تک آپ کے روزگار کا حال تمام خلقت کے ہاں مقبول و محبوب تھا۔[1]

نوٹ: برزگان دین کے ان اقوال و کیفیات سے معلوم ہوا کہ قلب اور اسی طرح دیگر لطائف جاری ہوتے ہیں اللہ کے ذکر کے ساتھ مشائخ کی توجہات کی برکات سے قلب و دیگر لطائف اللہ کے ذکر میں جاری ہوتے ہیں اور جاری ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ ان کا دل تیز حرکت کرتا ہے کبھی اس ذکر کی آواز کو وہ خود سنتے ہیں اور کبھی دیگر لوگ بھی سنتے ہیں۔

۳۴۔ حضرت غوث الاسلام والمسلمین شاہ غلام عبد اللہ المجددی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اما بتفضلات الٰہی بے توقف بحال بندہ توجہ فرمودن لطائف خمسہ من بذکر اسم ذات گویا گردید واین از خصائص ایشان است کہ بیک توجہ شریفہ لطائف خمسہ جاری بذکر الٰہی مے شود۔

ترجمہ: فقیر کے حال کو نہ دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فضل کے موافق ان کا توجہ فرمانا جس سے میرے پانچوں لطائف ذاکر ہوئے ان کی (میرے شیخ کی) خصوصیات میں سے ہے کہ ان کی ایک توجہ سے پانچوں لطائف ذکر الٰہی کے ساتھ جاری ہو جاتے ہیں۔[2]

۳۵۔ تاج العرفا قطب اولیا عاشق اللہ جناب میر سید عبد الخالق نقشبندی فرماتے ہیں:

می باید کہ شیخ بزرگوار دست مبارک خود را بالای لطیفہ قلب مرید بنہد بضرب شدید از قلب خود بقلب مرید توجہ نماید برای القا نور چنین نیت کند کہ الٰہی نور قلب پیران کبار کہ بقلب من عاجز خاکسار رسانیدہ بقلب این طالب برسان و قلب مرید از یک توجہ یا دو سہ بہ حرکت می آید و زندہ می شود و علامت زندہ شدن دل وجد و رقص و اضطراب است چونکہ دل بحرکت آید زندہ شود آن را فتح الباب گویند و بسیار مبارک است باید کہ برادران طریقت مبارک گویند۔

ترجمہ: چاہیئے کہ شیخ بزرگوار اپنے ہاتھ مبارک کو مرید کے قلب پر رکھے اور پوری قوت کے ساتھ اپنے قلب سے مرید کے قلب کی طرف توجہ کرے القائے نور کی خاطر اسی طریقے سے نیت کرے کہ اے باری تعالیٰ پیران کبار کے قلوب کے وہ

---

[1] (رشحات عین الحیات ص ۵۴)
[2] (مقامات مظہریہ ص ۲۷)

انوار جو اس خاکسار عاجز کے قلب تک پہنچے ہیں اس طالب کے قلب تک پہنچادے اور مرید کا قلب (دل) ایک توجہ یا دو یا تین سے حرکت میں آجائیگا اور وہ قلب زندہ ہو جائے گا اور دل کے زندہ ہونے کی علامت وجد و رقص واضطراب ہے جب دل حرکت کرنے لگ جائے تو زندہ ہو جاتا ہے تو اسے صوفیاء کے نزدیک فتح الباب کہتے ہیں اور یہ بہت زیادہ مبارک ہے (یعنی دل کا زندہ ہو جانا اور حرکت کرنے لگ جانا صوفیاء کی توجہات کی برکت سے) چاہیئے کہ طریقت کے پیر بھائی اسے مبارکباد دیں۔[1]

فائدہ: حضرت مجدد رحمہ اللہ نے اسی لئے فرمایا کہ جو سفر ہم نے طے کرنا ہے وہ سات قدم ہے یعنی جب انسان کے ساتٍ لطائف ذاکر ہو جاتے ہیں تو انسان عارف ہو جاتا ہے۔ ہاں ہر شخص کی معرفت کی مقدار اس کے حال کے مطابق کم وزیادہ ہوتی رہتی ہے۔ (مقام افسوس یہ ہے کہ جو چیز طریقت کی اصل ہے لوگ اس کو نہ صرف چھوڑ چکے ہیں بلکہ اس کو درست تسلیم کرنے کو بھی تیار نہیں سیفی عفی عنہ۔)

۳۶۔ حضرت علامہ بدرالدین مجددی سرہندی قدس اللہ سرہ لکھتے ہیں:

درویشے بخدمت آنحضرت رسید، دل او چنان ذاکر شدہ بود کہ ہمنشین او استماع می نمود، لاسیما چون بخواب رفتے تا دور مسموع گشتے واز بعضے مشائخ عصر خلافت داشت واز حضرت ایشان نیز توقع این معنی وے را بود۔ حضرت ایشان فرمودند کہ مرد صاحب استعداد است، ما استیلائے ذکر و خلافت مشائخ وے را در عجب و پندار داشتہ، راہ ترقی مسدود ساختہ است معالجہ اُو سلب این حال ست۔ دو روز نگذشتہ بود کہ آن حال را از وے سلب کردند۔ حیران شد و می نالید واشک حسرت از چشمش می بارید۔ چند روز بحال وے توجہ نہ کردند۔ تا عجب و پندار از سر وے بدر رفت۔ بعد ازان در خلوت طلبیدہ بمعاملات و مقامات وے را نواختند کہ آن ذکر نسبت بآن زینۂ اول ہم نمی تواند بود و وے بنقص حالت سابق معترف گردید۔

ترجمہ: ایک درویش آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس کا دل ایسا ذاکر تھا کہ اس کے قریب بیٹھنے والا بھی سن لیتا تھا اور بالخصوص جب وہ سو جاتا تھا تو دور سے سنائی دیتا تھا اور وہ کئی مشائخ سے خلافت حاصل کر چکا تھا اور آپ سے بھی اسے یہی توقع تھی آپ نے فرمایا کہ یہ شخص صاحب استعداد ہے لیکن ذکر کے غلبے اور مشائخ کی خلافت نے اسے غرور اور خود پسندی میں مبتلا کر دیا ہے اور اسی وجہ سے اس کی ترقی کا راستہ بند ہو گیا ہے اس کا علاج یہ ہے کہ اس کی کیفیت سلب کر لی جائے چنانچہ دو روز نہ گزرے ہوں گے کہ اس کی یہ کیفیت سلب کر دی گئی وہ حیران ہو گیا، روتا تھا اور اس کی آنکھوں سے حسرت ٹپکتی تھی، آپ نے

[1] (مجمع الدوائر بمع جامع الاسرار والانوار ص ۷)

چند دنوں تک اس کے حال پر توجہ نہ فرمائی اور اس طرح اس کا غرور اور خود پسندی دور ہو گئی اس کے بعد اپ نے خلوت میں طلب فرما کر، معاملات اور مقامات سے نوازا کہ اس کا پہلا ذکر ان معاملات کے مقابلے میں پہلی سیڑھی کی حیثیت بھی نہیں رکھتا تھا پھر وہ اپنی پہلی حالت کے نقص کا معترف ہوا۔[1]

۳۸۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

پیر دل مردہ را زندہ گردانیدہ است و بہ مشاہدہ و مکاشفہ رسانیدہ (است) نزد عوام، احیای جدی، عظیم الشان است و نزد خواص، احیای قلبی و روحی، برہان رفیع الشان است (خواجہ محمد پارسا)۔ قدس سرہ۔ دررسالہ (قدسیہ) می فرماید کہ احیای جدی پیش اکثر مردم چون اعتبار داشت، اہل اللہ از آن احیا اعراض نمودہ بہ احیای روحی پرداکتہ اند و متوجہ احیای دل مردۂ طالب گشتہ اند والحق کہ احیای جدی نسبت بہ احیای قلبی، کالمطروح فی الطریق است و نظر بہ این، داخل عبث چہ، این احیا سبب حیات چندروزہ است وآن احیا، وسیلۂ حیات دائمی است، بلکہ گوییم کہ فی الحقیقت وجود اہل اللہ کرامتی است از کرامات و دعوت ایشان مرخلق را بہ حق۔ جل سلطانہ۔ رحمتی است از رحمت ہای حق۔ جل سلطانہ۔ واحیای قلوب اموات، اینی است از آیت ہای عظمیٰ۔ ایشان امان ارض اند و غنیمت روزگارند (بہم یمطرون و بہم یرزقون) در شأن شان است کلام شان دواست و نظر شان شفا۔ ھم جلساء اللہ و ھم قوم لایشقیٰ جلیسھم و لایخیب انیسھم۔

ترجمہ: کہ جسم کو زندہ کرنا دل کو زندہ کرنے کی نسبت بالکل بے کار چیز ہے۔ اور اس پر نگاہ ڈالنا بھی عبث ہے۔ کیونکہ جسمانی چند روزہ زندگی کا سبب ہے۔ اور قلبی زندگی حیات دائمی کا وسیلہ ہے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں۔ کہ فی الحقیقت اللہ والوں کا وجود بذات خود کرامات میں سے ایک کرامت ہے۔ اور ان کا لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف دعوت دینا اللہ تعالیٰ کے رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے۔ اور مردہ دلوں کو زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک بہت بڑی نشانی ہے۔ یہ لوگ زمین والوں کے لئے امان ہیں۔ اور زمانے کے لئے غنیمت ہے۔ بہم یرزقون و بہم یمطرون (ان ہی کے ذریعہ سے لوگوں کو رزق ملتا ہے۔ اور انہیں کے سبب سے بارشیں ہوتی ہیں) انہی کی شان میں ہے ان کی گفتگو دوا ہے۔ اور ان کی نظر شفا ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہم جلیس ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہوتا۔ اور نہ ان سے دوستی رکھنے والا نامراد ہوتا ہے۔[2]

---

[1] (حضرات القدس ج ۲ ص ۱۷۳)

[2] (مکتوبات امام ربانی، جلد ۲، مکتوب ۹۲)

فائدہ: لطیفۂ قلب جاری ہونے کی ظاہری علامت یہ ہے کہ سالک کا دل نفسانی خواہشات کی بجائے محبوب حقیقی کی طرف متوجہ ہو جائے، غفلت دور ہو اور شریعت مطہرہ کے مطابق عمل کرنیکا شوق پیدا ہو۔ ذکر جاری ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اسکا دل حرکت کرنے لگے یا اسے کشف ہونے لگے بلکہ سالک کا اول و آخر مقصد رضائے الٰہی ہونا چاہئے نہ کہ کشف و کیفیات کا حصول۔

مولانا سید عبد المالک نقشبندی مجددی لکھتے ہیں:

۳۹۔ تشریح: مکتوب نمبر ۱۱۵ میں بیان ہو چکا ہے کہ مشائخ نقشبندیہ نے سیر و سلوک کی ابتداء قلب سے کی ہے اور آغاز سلوک میں قلب پر تجلی افعال کا اثر پڑتا ہے تو شیخ کامل کے باطن کی وساطت سے تجلی افعال کے اثرات سالک کے قلب پر پڑتے ہیں تو اس کا قلب ان کا احساس کرنے لگتا ہے اس احساس کے اثرات میں قلب کی حرکات میں اضافہ، درد، حرارت اور خوشی کا محسوس ہونا ہے اور یہ محسوسات ذکر قلبی کی علامت ہیں نیز لطیفہ روح پر بھی یہی علامت ظاہر ہوتی ہیں لیکن ایک سالک حقیقی کو یہ بات ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ یہ احساسات تصوف کا مقصود و مطلوب نہیں ہیں کہ سالک انہیں پر خوش ہو تا رہے اور آگے نہ بڑھے۔[1]

[1] (شرح مکتوبات حضرت امام ربانی مسمی بہ دار المعرفت ص ۳۶۰ ج ۲)

دوران ذکر بدن اور ہاتھ وغیرہ کی حرکت کے دلائل

ذکر میں حرکت:

۱۔ فضیلۃ الشیخ العارف باللہ عبد القادر عیسی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

الحركة في الذكر أمر مستحسن، لأنها تنشط الجسم لعبادة الذكر وهي جائزة شرعاً بدليل ما أخرجه الإمام أحمد في مسنده والحافظ المقدسي برجال الصحيح من حديث أنس رضي الله عنه قال: (كانت الحبشة يرقصون بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم، ويقولون بكلام لهم: محمد عبد صالح، فقال صلى الله عليه وسلم: "ماذا يقولون ؟" فقيل: إنهم يقولون: محمد عبد صالح، فلما رآهم في تلك الحالة لم ينكر عليهم، وأقرهم على ذلك، والمعلوم أن الأحكام الشرعية تؤخذ من قوله صلى الله عليه وسلم وفعله وتقريره، فلما أقرهم على فعلهم ولم ينكر عليهم تبين أن هذا جائز.

وفي الحديث دليل على صحة الجمع بين الاهتزاز المباح ومدحِ رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأن الاهتزاز بالذكر لا يُسمى رقصاً محرماً، بل هو جائز لأنه ينشط الجسم للذكر، ويساعد على حضور القلب مع الله تعالى؛ إذا صحت النية. فالأمور بمقاصدها، وإنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرىء مانوى.

ولنستمع إلى الإمام علي رضي الله عنه كيف يصف أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، قال أبو أراكة: (صلّيتُ مع علي صلاة الفجر، فلما انفتل عن يمينه مكث كأنَّ عليه كآبة، حتى إذا كانت الشمس على حائط المسجد قيد رمح صلى ركعتين، ثم قلب يده فقال: والله لقد رأيت أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم، فما أرى اليوم شيئاً يشبههم، لقد كانوا يصبحون صفراً شعثاً غبراً، بين أيديهم كأمثال رُكَب المَعْزى، قد باتوا لله سجداً وقياماً، يتلون كتاب الله يتراوحون بين جباههم وأقدامهم، فإذا أصبحوا فذكروا الله مادوا [أي تحركوا] كما يميد الشجر في يوم الريح، وهملت أعينهم حتى تَنْبَلّ۔ والله۔ ثيابُهم)

ويهمنا من عبارة الإمام علي رضي الله عنه قوله: (مادوا كما يميد الشجر في يوم الريح)، فإنك تجده صريحاً في الاهتزاز، ويُبطل قولَ من يدَّعي أنه بدعة محرمة، ويثبت إباحة الحركة في الذكر مطلقاً۔

وقد استدل الشيخ عبد الغني النابلسي رحمه الله بهذا الحديث في إحدى رسائله على ندب الاهتزاز بالذكر، وقال: هذا صريح بأن الصحابة رضي الله عنهم كانوا يتحركون حركة شديدة في الذكر. على أن الرجل غير مؤاخذ حين يتحرك ويقوم ويقعد على أي نوع كان حيث إنه لم يأت بمعصية ولم يقصدها۔

ترجمہ: ذکر میں حرکت امر مستحسن ہے کیونکہ یہ بدن کو ذکر کیلئے چست کرتی ہے اور اس کی دلیل امام احمد اور حافظ مقدسی کی روایت کردہ حدیث ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حبشی لوگ رسول اللہ ﷺ کے سامنے رقص کر

رہے تھے اور اپنی زبان میں کہہ رہے ہیں: "محمد ﷺ نیک بندے ہیں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کیا کہہ رہے تھے عرض کی گئی کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ محمد ﷺ اللہ کے صالح بندے ہیں۔ جب آپ ﷺ نے ان کو اس حالت میں دیکھا تو ناپسند نہیں فرمایا: اور ان کے اس فعل کو ثابت رکھا۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ احکام شرعیہ نبی کریم ﷺ کے قول فعل اور تقریر سے ماخوذ ہیں جب آپ ﷺ نے ان کے فعل کو ثابت رکھا اور اس کو ناپسند نہ کیا تو ثابت یہ ہوا کہ یہ فعل جائز ہے۔ اس حدیث پاک میں جھوم جھوم کر نعت رسول ﷺ پڑھنے کی دلیل ہے۔ حرکت ذکر کو رقص کا نام نہیں دیا جاسکتا بلکہ یہ جائز ہے کیونکہ یہ جسم کو ذکر کیلئے چست کرتی ہے۔ اور دورانِ ذکر حضوری قلب کا باعث ہے لیکن شرط یہ ہے کہ بندے کی نیت صحیح ہو کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق اجر ملتا ہے۔

حضرت ابو اَراکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ساتھ نماز فجر ادا کی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ دائیں طرف متوجہ ہوئے اور کچھ دیر بیٹھے رہے۔ آپ کے چہرے پر رنجیدگی کے آثار نمایاں تھے۔ پھر جب سورج ایک نیزے کی مقدار بلند ہوا تو دو رکعتیں ادا کیں۔ اور اپنے ہاتھوں کو ملنے لگے پھر ارشاد فرمایا:

"میں نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو دیکھا ہے لیکن آج کوئی بھی ان کی مثل نظر نہیں آتا۔ بوقت صبح ان کے رنگ پیلے اور بال بکھرے اور گرد آلود ہوتے، رات بھر اللہ کے حضور سجود و قیام میں رہتے، قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور سجود و قیام سے تسکین اور راحت حاصل کرتے۔ علی الصبح ذکرِ الٰہی کرتے اور اس طرح حرکت کرتے جیسے ہوا میں درخت حرکت کرتا ہے۔ ان کی آنکھوں سے اتنے آنسو رواں ہوتے کہ قسم بخدا ان کے کپڑے تر ہو جاتے۔"

اس ساری عبارت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جملہ "**مادوا کما یمید الشجر فی یوم الریح, وھملت اعینھم حتی تنبل واللہ ثیابھم**" قابلِ توجہ ہے کیونکہ یہ دورانِ ذکر جذب و حرکت پر صراحۃً دلالت کرتا ہے۔ اور جو لوگ یہ دعوی کرتے ہیں کہ دورانِ ذکر حرکت کرنا بدعت محرمہ ہے ان کے دعوی کو باطل کرتا ہے اور مطلقاً ذکر میں حرکت کی اباحت کو ثابت کرتا ہے۔

شیخ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث سے اپنے ایک رسالے میں دورانِ ذکر حرکت کے مستحب ہونے پر استدلال کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صراحۃً دلالت کرتی ہے کہ صحابہ ٔکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دورانِ ذکر سخت

حرکت کیا کرتے تھے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دورانِ ذکر اگر کوئی شخص حرکت کرتا ہے، بیٹھتا ہے یا کھڑا ہوتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ نہ تو اس نے معصیت کا ارتکاب کیا ہے اور نہ ہی اس کا قصد کیا۔[1]

و الخلاصة:

يُفهم مما سبق أن الحركة في الذكر مباحة شرعاً ,هذا بالإضافة إلى أن الأمر بالذكر مطلق يشمل جميع الأحوال ،فمن ذكر الله تعالى قاعداًأو قائماً, جالساًأو ماشياً, متحركاًأو ساكناً... فقد قام بالمطلوب و نفَّذَ الأمر الإلهي.فالذي يدَّعي تحريم الحركة في الذكر أو كراهتها هو المطالَب بالدليل, لأنه يخصص بعض الحالات المطلقة دون بعض بحكم خاص۔

ترجمہ: خلاصہ بحث یہ ہے کہ ذکر میں حرکت شرعًا مباح ہے۔ مزید براں یہ کہ ذکر کا حکم مطلق ہے اور تمام احوال کو شامل ہے جس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر بیٹھے ہوئے، کھڑے ہوئے، چلتے ہوئے، جھومتے ہوئے اور بحالت سکون کیا، وہ امر الٰہی کو بجالایا۔ اور جو شخص دورانِ ذکر وجد وجذب کی حرمت کا دعوی کرتا ہے اس پر لازم ہے کہ دلیل پیش کرے۔ کیونکہ وہ مطلق حکم کو بلا دلیل مقید کرنا چاہتا ہے۔[2]

الشیخ عبدالرحمٰن بن ابو بکر القادری فرماتے ہیں:

يقول الشيخ جمال الدين عبد الله بن حسام الدين أسد اباذي : وهذا صريح على أن الصحابة رضى الله عنهم اجمعين كانوا يتحركون في الذكر حركة شديدة يميناً و شمالاً ، لأنه شبه حركتهم بحركة الشجر يوم الريح ، ومن المعلوم أن الشجر في يوم الريح يتحرك حركة شديدة ,فثبت مطلقاًإباحة الميلان بهذا الأثر۔

ترجمہ: شیخ جمال الدین عبداللہ بن حسام الدین اسد آبادی کہتے ہیں کہ یہ دلیل صریح ہے اس بات پر کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ذکر میں حرکت کیا کرتے تھے حرکت شدیدہ کے ساتھ دائیں اور بائیں اسی لئے ان کی حرکت کو تشبیہہ دی درخت کی حرکت کے ساتھ سخت اور تیز ہوا میں اور یہ بات معلوم ہے کہ درخت تیز ہوا میں حرکت شدیدہ کے ساتھ حرکت کرتے ہیں (پس مطلقاً ثابت ہوا اس اثر کے میلان کی طرف مطلقا حرکت کرنا ثابت ہوا۔)[3]

امام القشیری فرماتے ہیں:

إشارة مشايخ الصوفية إلى جواز الحركة في الذكر يقول الشيخ أبو علي الدقاق : الحركة بركة ، حركات الظواهر توجب بركات السرائر۔

---

[1] (البداية والنهاية في التاريخ" للإمام الحافظ المفسر المؤرخ إسماعيل بن كثير القرشي الدمشقي المتوفى 774هـ. ج8/ص6. وأخرجه أيضاًأبو نعيم في "الحلية" ج1/ص76)

[2] (حقائق عن التصوف ص ۱۵۷)

[3] (مخطوطة تحفة العباد و ادلة الوراد ص ۱۴۵)

دوران ذکر بدن اور ہاتھ وغیرہ کی حرکت کے دلائل

ترجمہ: ذکر میں حرکت کے جواز کی طرف مشائخ وصوفیاء نے اشارہ کیا ہے۔ شیخ ابو علی دقاق فرماتے ہیں کہ حرکت میں برکت ہے۔ ظاہر کی حرکات اسرار کی برکات کو واجب کرتی ہیں۔[1]

الشیخ عبد الرحمن بن ابي بكر القادری فرماتے ہیں:

أشار بعض العلماء إلى أن الحكمة في رفع اليدين في التكبير من الصلاة: إشارة إلى التبري مما سوى الله تعالى وإلقائه وراء ظهره. فان قيل: هذا الرفع مأثور، وحركة الذكر غير مأثورة. قيل: ما كل مالم يرد فيه نص مردود على فاعله البتة، وإنما مالم يرد فيه نص ووافق أصول الشريعة قبلناه، لكن هذا فيه نص وقد سلف من حديث علي۔

ويقول: قال والدي (قدس الله تعالى روحه): ولم يرد عنه نهي عن الحركة في الذكر، ولو كان فيها كراهة لبينها لأمته في ما ورد عنه۔

ترجمہ: بعض علماء نے اشارہ کیا اس بات کی طرف کہ تکبیر افتتاح میں دونوں ہاتھوں کو اٹھانے میں حکمت یہ ہے کہ اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ ماسوا اللہ کے چھٹکارہ مل جائے اور ماسوا اللہ کو پیٹھ پیچھے گرادے اگر کہا جائے کہ یہ رفع الیدین ماثور ہے اور حرکت ذکر غیر ماثور ہے تو کہا گیا ہے کہ ہر وہ جس میں نص وارد نہ ہو تو وہ مردود ہے اس کرنے والے پر خواہ اور جس میں نص واردنہ ہو اصول الشریعہ کے موافق ہو تو ہم اس کو قبول کریں گے لیکن ذکر کی حرکت میں نص ہے جو کہ حدیث عالی سے ثابت ہے اور کہتے ہیں کہ میرے والد صاحب کہتے تھے کہ حرکت فی الذکر میں منع وارد نہیں ہے اگر اس میں کراہت ہوتی تو امت کیلئے بیان کرتے جو وارد ہوا ہے۔[2]

کسی بھی مسئلہ کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے یا فتویٰ دیتے ہوئے احتیاط کا بیان

اصول الافتاء:

اخرج ابن عبد البر رحمة الله عليه بسنده الى عقبة بن مسلم قال صحبت ابن عمر اربعة وثلاثين شهرا فكثيرا ما كان يسئل فيقول: لا ادرى ثم يلتفت الى فيقول: اتدرى ما يريد هولاء؟ يريدون ان يجعلوا ظهورنا جسرا لهم الى جهنم۔

ترجمہ: ابن عبد البر نے اپنی سند کے ساتھ عقبہ بن مسلم رضی اللہ عنہ کے ساتھ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ چونتیس ماہ صحبت اختیار کی تو بہت مرتبہ ان سے کسی مسئلے کے بارے میں

---

[1] (الامام القشیری الرسالۃ القشیریۃ ص ۵۲)

[2] (مخطوطۃ تحفۃ العباد و ادلۃ الوراد ص ۴۵)

پوچھا جاتا تھا تو آپ فرماتے تھے کہ مجھے علم نہیں تو میری طرف دیکھ کر فرمایا کرتے تھے کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہماری پیٹھ ان کیلئے جہنم کا پل بن جائے۔[1]

فائدہ: عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اتنی جلیل القدر ہستی صحابی رسول ﷺ ہونے کے باوجود بہت دفعہ پوچھے گئے سوال کے جواب میں فرماتے کہ مجھے (اس کا) علم نہیں۔

اخرج الخطیب بسندہ عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ قال: لقد رأیت ثلاثمائۃ من اھل بدر ما منھم من احد الا و ھو یحب ان یکفیہ صاحبہ الفتوی۔

ترجمہ: خطیب بغدادی اپنی سند کے ساتھ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ میں نے تین سو بدری صحابہ کرام کو دیکھا ان میں سے ہر ایک چاہتا تھا کہ کوئی اور انکی جگہ فتویٰ دیکر انکی خلاصہ کروادیں۔

فائدہ: اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ بدری صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علم کے بارے میں کتنی احتیاط فرمایا کرتے تھے۔

عن عطاء بن السائب قال: ادرکت اقواما ان کان احدھم یسال عن الشیء فیتکلم و انہ یرعد۔

ترجمہ: عطاء بن سائب سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسی قوم پائی کہ اگر ان میں سے کسی ایک سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا جاتا تھا تو وہ بات کرتے ہوئے کانپنے لگتے تھے۔

وعن الاشعث عن محمد ابن سیرین قال: کان اذا سئل عن شیء من الفقہ، الحلال و الحرام تغیر لونہ و تبدل حتی کانہ لیس بالذی کان۔

ترجمہ: اشعث محمد ابن سیرین سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ جب ان سے فقہ کے حوالے سے حلال اور حرام کے متعلق پوچھا جاتا تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا اور بدل جاتا یہاں تک کہ وہ گھریا وہ، وہ نہیں رہا۔

عن احد تلامذۃ الامام مالک رحمۃ اللہ علیہ قال: و اللہ ان کان مالک اذا سئل عن مسالۃ کانہ واقف بین الجنۃ و النار۔

ترجمہ: امام مالک رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم امام مالک سے جب کسی مسئلے کے بارے میں پوچھا جاتا تو ان کا حال یہ ہوتا گویا کہ وہ جنت اور جہنم کے درمیان کھڑا ہو۔

عن محمد بن واسع قال: اول من یدعی الی الحساب یوم القیامۃ الفقھاء۔

---

[1] (جامع بیان العلم وفضلہ ص ۲۱۶ رقم ۸۹۹)

ترجمہ: محمد بن واسع سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ بروز قیامت جس کو سب سے پہلے حساب کیلئے بلایا جائے گا تو وہ علماء ہونگے۔

وعن سفیان بن عیینۃ رحمۃ اللہ علیہ قال: یغفر للجاھل سبعون ذنبا قبل ان یغفر للعالم ذنب واحد۔

ترجمہ: سفیان بن عینیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جاہل کے ستر گناہ بخش دیئے جائیں گے اس سے پہلے کہ عالم کا ایک گناہ بخشا جائے۔

ذکر النووی رحمۃ اللہ علیہ عن ابن مسعود و ابن عباس رضی اللہ عنھم قالا: من افتی عن کل ما یسال فھو مجنون۔

ترجمہ: امام نووی نے ذکر فرمایا ہے کہ عبد اللہ ابن مسعود اور عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے آپ دونوں فرمایا کرتے تھے کہ جس نے فتویٰ دیا ہر اس مسئلے کا جو اس سے پوچھا جائے تو وہ دیوانہ ہے۔[1]

قال ابن مھدی: سأل رجل مالکاً عن مسالۃ و ذکر انہ ارسل فیھا من مسیر ستۃ اشھر من المغرب۔ فقال لہ: اخبر الزی ارسلک انہ لا علم لی بھا۔ قال و من یعلمھا قال من علمہ اللہ و سالہ رجل عن مسالہ استو دعہ ایاھا اھل المغرب فقال ما ادری ما ابتلینا بھذہ المسالۃ فی بلدنا و لا سمعنا احدا من اشیاخنا تکلم بھا و لکن تعود فلما کان من الغد جاءہ و قد حمل ثقلہ علی بغلۃ یقودھا، فقال مسالتی! فقال ما ادری ما ھی؟ فقال الرجل: یا ابا عبد اللہ ترکت خلفی من یقول لیس علی وجہ الارض اعلم منک فقال مالک غیر مستوحش اذا رجعت فاخبرھم انی لا احسن۔

ترجمہ: ابن مہدی کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے امام مالک رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا اور انہوں نے ذکر کیا کہ اس کو اس مسئلے میں مغرب سے بھیجا گیا ہے جو کہ چھے ماہ پیدل کی مسافت پر ہے تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس نے آپ کو بھیجا اس جا کر خبر دے دیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو اس مسئلہ کے بارے میں علم نہیں تو اس شخص نے کہا کہ اگر آپ کو علم نہیں تو کس کو علم ہے تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جسے اللہ تعالیٰ علم عطا فرمائے اور ایک شخص نے سوال کیا کسی مسئلے کے بارے میں جس کو اہل مغرب والوں نے یہ مسئلہ دے کر بھیجا تھا تو امام مالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں اور اس شہر میں یہ مسئلہ درپیش نہیں آیا اور نہ ہی ہم نے اپنے مشائخ میں سے کسی شیخ سے اس مسئلے کے بارے میں کچھ سنا تو واپس لوٹ جا۔ جب کل کا دن آیا تو یہ شخص دوبارہ آیا اپنے سامان کو خچر پر سامان رکھ کر چلتے ہوئے امام مالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہنے لگا کہ میرا مسئلہ؟ تو امام مالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ کیا جواب ہے۔ اس آدمی نے کہا کہ اے عبد اللہ! کہ میں ایسے لوگوں کو پیچھے چھوڑ کر آیا ہوں جو آپ کے بارے میں کہتے ہیں کہ روئے زمین پر آپ

[1] (سنن الدارمی المقدمۃ باب ا: ۱۲۱ ۵)

سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں تو امام مالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بغیر کسی خوف وخطر کے کہا کہ واپس جا کر ان سے کہہ دینا کہ میں اس مسئلے کے بارے میں بہتر نہیں جانتا ہوں۔

متی یحرم الافتاء: (فتویٰ دینا کب منع ہے؟)

لا یجوز علی الافتاء الا لمن استجمع ھذہ الشروط وصار مؤھلا لذلک ثم ان المفتی المؤھل ایضا لا یجوز لہ الافتاء فی الاحوال الاٰنیۃ۔

الاول: اذا کان المفتی اھلا للافتاء بوجہ عام ولکنہ لا یعرف حکم المسئلۃ المسئول عنھا بخصوصھا ولا یتمکن من استنباطہ او اشتبھت علیہ الادلۃ ولم یتمکن من الترجیح وذلک لقول الرسول الکریم ﷺ القضاۃ ثلاثۃ واحد فی الجنۃ واثنان فی النار۔ فاما الذی فی الجنۃ فرجل عرف الحق وقضی بہ ورجل اعرف الحق فجاز فی الحکم فھو فی النار ورجل قفی للناس علی جھل فھو فی النار اخرجہ ابو داؤد۔

ترجمہ: فتویٰ دینا جائز نہیں ہے مگر اس عالم کیلئے جس میں یہ شرائط جمع ہوں اور وہ اس کا اہل بن چکا ہو اور وہ مفتی جو افتاء کی اہلیت رکھتا ہو اس کیلئے بھی فتویٰ دینا جائز نہیں ہے آنے والے احوال میں۔

ا۔ مفتی جب افتاء کی اہلیت رکھتا ہو عام طریقے سے لیکن جس مسئلے کے بارے میں اس سے پوچھا گیا ہو خصوصیت کے ساتھ اس کا حکم نہ جانتا ہو اور اس کے استنباط پر قدرت بھی نہ رکھتا ہو اور اس پر ادلۃ مشتبہ ہو چکی ہوں اور ترجیح دینے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو ایسے مفتی کیلئے فتویٰ دینا جائز نہیں ہے اور نبی اکرم ﷺ کی حدیث مبارک ہے کہ قاضی تین قسم پر ہے ایک جنت میں جائیگا اور دو جہنم میں جائیں گے پس جو جنت میں جائیگا وہ آدمی ہے جو حق جانتا ہو اور حق کے ساتھ فیصلہ کرے۔ دوسرا وہ آدمی جو حق کو جانتا ہو لیکن فیصلے میں دھوکہ بازی کرے تو وہ جہنمی ہے تیسرا وہ آدمی جو لوگوں کے فیصلے جہالت پر کرے پس یہ بھی جہنمی ہے۔

الرجوع عن الفتوی: (اگر غلط فتویٰ دے دیا تو کیا کرے)

یجب علی المفتی ان ظھر خطا فی فتواہ ان یرجع عن فتواہ السابقۃ وان لا یخجل من ذلک وجاء فی خطاب سیدنا عمر بن الخطاب الی ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنھما: لا یمنعنک قضاء قصیتہ بالامس راجعت فیہ نفسک وھدیت رشدک ان یراجع الحق فان الحق قدیم وان الحق لا یبطلہ شیء ومراجعۃ الحق خیر من التمادی فی الباطل۔

ترجمہ: مفتی پر واجب ہے کہ جب اسے اپنے فتویٰ میں خطا ظاہر ہو جائے تو سابقہ فتویٰ سے رجوع کرے اور اس پر شرمندہ نہ ہو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف جو خطبہ بھیجا اس میں لکھا تھا کہ ہرگز آپ

کو منع نہ کرے وہ فیصلہ جو آپ نے کل کیا تھا پھر آپ کا نفس اس سے رجوع کرے اور تجھے سیدھے راستے کی طرف ہدایت کی گئی ہو کہ تو حق سے رجوع کرے اس لئے کہ حق قدیم ہے اور حق کو کوئی چیز باطل نہیں کر سکتی اور حق کی طرف رجوع کرنا باطل میں رہنے سے بہتر ہے۔

اپنے فتویٰ سے رجوع کے بارے میں مستفتی کو خبر دینا:

اعلام المستفتی بالرجوع عن الفتوی۔

وقد اخرج الخطیب رحمۃ اللہ علیہ ان الحسن بن زیاد اللؤلؤی رحمۃ اللہ علیہ استفتی فی مسئلۃ فاخطا فلم یعرف الذی افتاہ فکتری منادی ینادی ان الحسن بن زیاد استفتی یوم کذا وکذا فی مسئلۃ فاخطا فمن کان افتاہ الحسن بن زیاد بشیء فیرجع الیہ۔ فمکث ایاما لا یفتی حتی وجد صاحب الفتوی فاعلمہ انہ قد اخطا وان الصواب کذا وکذا۔

ترجمہ: خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کی ہے کہ حسن بن زیاد لوئوئی سے ایک مسئلے کے بارے میں پوچھا گیا جس میں ان سے خطا ہو گئی تھی اور وہ اس شخص کو نہیں پہچانتے تھے جس کو انہوں نے فتویٰ دیا تھا تو انہوں نے ایک آواز لگانے والے شخص کو مقرر فرمایا کہ حسن بن زیاد سے فلاں دن فلاں مسئلہ کے متعلق جو پوچھا گیا تھا اس میں ان سے خطا ہو گئی تھی پس حسن بن زیاد نے جس کو فتویٰ دیا تھا وہ شخص ان کی طرف رجوع کر لے اور حسن بن زیاد کچھ دن ٹھہرے اور فتویٰ نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ صاحب فتویٰ کو پالیتے اور اسے خبر دے دیتے کہ وہ فلاں مسئلے میں خطا ہوئے تھے اور حق مسئلہ فلاں فلاں اس طرح تھا۔[1]

مسئلہ: کسی چیز کا علم نہ ہونا اس کے عدم کی دلیل نہیں:

۱۔ واقول اما قولہ لا اعلم لھذا المولد اصلا فی کتاب ولا سنۃ فیقال علیہ نفی العلم لا یلزم منہ نفی الوجود۔[2]

۲۔ لا نترک لما یحصل عندھا من منکرات۔[3]

۳۔ مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

عدم علم وقوع کو مستلزم ہے۔[4]

۴۔ عدم النقل لا ینفی الوجود۔[1]

---

[1] (الفقیہ و المتفقہ ۴۲۴ رقم ۱۲۰۹ باب رجوع المفتی عن الفتوی)

[2] (الحاوی للفتاوی جلد: ۱۵ صفحہ ۱۹۲)

[3] (شامی جلد نمبر ۱ صفحہ ۶۶۵)

[4] (تفسیر بیان القرآن ص ۷۵۲)

۵۔ ہمارے نہ جان سکنے سے عدم وجود لازم نہیں آتا۔[2]

۶۔ کسی شی کے علم نہ ہونے سے معدوم ہونا لازم نہیں۔[3]

۷۔ لانا نقول ان عدم الوجدان لا یقتضی عدم کونہ فی الکتاب۔[4]

۸۔ و الاحتجاج بلا دلیل۔۔۔ عند الجمہور لیس بحجة اصلا لا فی النفی و لا فی الاثبات لقولہ تعالی و قالوا لن یدخل الجنة الامن کان ھودا او نصاری تلک امانیھم قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین امر النبی ﷺ بطلب الحجة و البرھان علی النفی و الاثبات جمیعا نور الانوار حاشیہ ۳ قولہ و عند الجمہور ای من اصحابنا و الشافعیة لیس بحجة اصلا فات عدم وجدان الدلیل لا یوجب انتقاء الدلیل فی الواقع۔

ترجمہ: یعنی کسی شی کا عدم نقل اس کے وجود کی نفی نہیں کرتا کیونکہ ہمارے نہ پانے سے یہ لازم نہیں کہ یہ قرآن میں نہیں کیونکہ ہمارا نہ پانا قرآن پاک میں یہ لازم نہیں کرتا کہ یہ قرآن کریم میں نہیں بغیر دلیل حجت قائم کرنا۔۔۔ جمہور علماء کے نزدیک یہ سرے سے حجت ہی نہیں نہ نفی میں نہ اثبات میں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اور انہوں نے کہا کہ جنت کو صرف یہود و نصاری جائیں گے یہ صرف ان دونوں فریق کے لئے ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ان کی آرزو اور خواہشات ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اگر آپ سچے ہو تو دلیل پیش کرو اللہ پاک نے حضور ﷺ کو حکم دلیل قائم کرنے کی نفی اور اثبات دونوں پر اپنے مدعیٰ پر یہود و نصاری سے طلب کرنے کا دیا۔ شوافع واحناف کے جمہور علماء کا یہ حکم ہے کہ احتجاج بلا دلیل سرے سے دلیل نہیں کیونکہ نہ پانا مدلول کا نفی حقیقت میں نہیں کرتا۔[5]

۱۰۔ شاہ انور شاہ کشمیری صدر مدرس دیوبند رقمطراز ہے:

ان الوجوب و الحرمة یتبعان الامر و النھی دون النظر المعنوی فلا یجب الشی و لا یحرم الا بالامر و النھی دون النظر المعنوی فلا یجب الشی و لا یحرم الا بالامر و النھی۔

یعنی کسی چیز کا واجب ہونا یا حرام امر و نہی کے تابع ہیں نظر معنوی کے تابع نہیں تو بغیر امر و نہی کے کوئی چیز واجب و حرام نہیں ہوسکتی۔ مسائل امر و نہی سے لئے جاتے ہیں لوگوں کی طبیعتوں سے نہیں۔[6]

---

1 (فتح القدیر ج ۱ صفحہ ۲۰ مکتبہ سکھر)

2 (بیان القرآن ص ۳)

3 (بیان القرآن ص ۵)

4 (نور الانوار مبحث القیاس)

5 (قمر الاقمار علی نور الانوار ص ۲۴۱)

6 (فیض الباری شرح بخاری جلد 2 ص ۸۱۱ المسائل انما تؤخذ الامر و النھی لا من اذواق الناس ۱۲)

ابن ماجہ میں ہے باب اجتناب الرای والقیاس: پر صاحب انجام الحاجۃ تحریر فرماتے ہیں:

ای القیاس المذموم وھو ما کان من جھۃ رایہ لا القیاس المستنبط من الکتاب والسنۃ فانہ فی حکمیا واول من قاس برایہ ابلیس حیث قال خلقنی من ناور وخلقتہ من طین۔

جو قیاس اپنی رائے سے ہو وہ مذموم ہے اور جو قیاس کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ سے مستنبط ہو وہ مذموم نہیں وہ تو اس کے حکم میں ہے اپنی رائے سے پہلے پہل قیاس ابلیس نے کیا جیسا کہ کہا کہ آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو گارے سے (یعنی مٹی سے)۔[1]

۱۳۔عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لم یزل امر بنی اسرائیل فعتدلا حتی نشأفیھم المولدون وابناءسبابا الاصم فقالوا بالرای فضلوا او اضلوا۔

سبایا جمع ہے سبی کی قیدی بیان اللسان۔

ترجمہ: یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل کا کام ہمیشہ برابر و صحیح رہا یہاں تک کہ ان میں دوسری قوموں سے بچے پیدا ہوئے جو کہ (لونڈیوں) عورتوں سے تھے تو انہوں نے دین میں اپنی رائے داخل کی تو خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دیا۔[2]

جب مانعین کی رائے چونکہ قیاس شرعی نہیں کیونکہ نہ تو یہ مجتہدین ہیں اور نہ ان کی رائے مستنبط ہے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے بلکہ قرآن اور سنت پر جھوٹ یہی کہتے ہیں کیونکہ قرآن پاک اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کے حوالہ جات کو آپ نے تفاسیر معتبرہ سے دیکھا اور حکمِ خداوندی تو یہ ہے کہ: وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (التوبۃ ۱۱۹) اللہ پاک نے مؤمنوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اور رہو ساتھ سچوں کے۔

۱۴۔ مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں: وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (التوبۃ ۱۱۹) میں اس طرف اشارہ فرمایا گیا کہ صفت تقوی حاصل ہونے کا طریقہ صالحین وصادقین کی صحبت اور عمل میں ان کی موافقت ہے۔[3]

واللہ ورسولہ اعلم

[1] (ابن ماجہ ص ۶)

[2] (ابن ماجہ ص ۷)

[3] (معارف ج ۲ صفحہ ۴۸۵)

(۳) باب نمبر تین: خواتین کا علوم ظاہری و باطنی میں ارشاد و تبلیغ

بعض علماء کہتے ہیں کہ عورتیں دین اور ارشاد کا کام نہیں کر سکتیں حالانکہ ظاہری علوم کی عالمہ مدرسہ و مقتیہ بن جاتی ہیں تو باطنی علوم کے ارشاد کا کام تو بطریق اولیٰ کر سکتی ہیں کیونکہ وہ بھی فرض عین ہے۔ خواتین جس طرح دینی علوم کے حصول کے بعد بحیثیت معلمہ ان علوم کی ترویج کر سکتی ہیں، اور عالمہ اور مقتیہ بن کر ان کو فتویٰ جاری کرنے کی اجازت ہوتی ہے، بالکل اسی طرح عورت تصوف میں مرشدہ ہونے کے بعد باطنی علوم کی نا صرف ترویج کر سکتی ہے، بلکہ ارشاد خط بھی جاری کر سکتی ہے۔

ذیل میں تفصیل بیان کی جا رہی ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ۔ (الذاریات ۵۶)

ترجمہ: اور میں نے جن اور انسان اپنی عبادت ہی کے لیے پیدا کیے ہیں۔

درعموم آیاتہا نفی نساء ابداً متصور نیست بلکہ در سائر اعمال ہر دو فریق مساوی الطرفین ہستند باعتبار کہ ہن ناقصات العقل و ناقصات الدین سلسلہ نبوت و رسالت از انہا متبری است ولی در سلسلہ معرفت و مراتب قرب خداوندی بعض نسا در جنب رجال قدم راسخ دارند بلکہ بعض نسا ابر بعض اولیاء سبقت بیشتر دیدہ شدہ است۔

ان آیات کے عموم میں عورتوں کی نفی کبھی متصور ہی نہیں ہو سکتی بلکہ تمام اعمال میں مرد و زن برابر ہیں لیکن ہاں اس اعتبار سے کہ عورت ناقص العقل اور ناقص الدین ہے اس لیے ان کو منصب نبوت و رسالت سے علیحدہ رکھا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی معرفت اور قرب خداوندی میں بعض عورتیں مردوں کے مقابلہ میں زیادہ ثابت قدم ہوئی ہیں بلکہ بعض عورتیں بعض مردوں سے سبقت لے جاتی دکھائی دیتی ہیں۔

مولانا عبد الرحمن بن احمد جامی در کتاب خود نفحات الانس در بابہ زنان عارفات بابی نمادہ اند فی ”ذکر النساء العارفات الواصلات الی مراتب الرجال“ صاحب فتوحات رحمہ اللہ تعالیٰ در باب ہفتاد و سوم از فتوحات بعد از انکہ ذکر بعض از طبقات رجال اللہ کردہ است میگوید ۔وکل ماتذکرہ من ہولاء الرجال باسم الرجال فقد یکون منہم النساء ولکن یغلب ذکر الرجال قیل لبعضہم کم الابدال قال اربعون نفسا قیل لہ لم لا نقول اربعون رجلاً فقال فقد یکون فیہم النساء۔

(۳) باب نمبر تین: خواتین کا علوم ظاہری و باطنی میں ارشاد و تبلیغ

مولانا عبد الرحمن بن احمد جامی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب نفحات الانس میں "ذکر النساء العارفات الواصلات الی مراتب الرجال" کے نام سے علیحدہ باب کا ذکر کیا ہے اور صاحب فتوحات نے فتوحات کے ۳۷ویں باب میں اللہ عزوجل والوں کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

جو تمام تذکرہ ہم نے مردوں کے متعلق مردوں کے نام سے کیا ہے اس میں عورتیں بھی شامل ہیں لیکن مردوں کا ذکر غالب تھا (اس لیے مردوں ہی کا تذکرہ کیا عورتوں کا نہیں) نیز ارشاد فرمایا:

کسی اللہ والے سے پوچھا گیا کہ ابدال کتنے ہیں تو فرمایا کہ چالیس نفوس ہیں۔ ان سے عرض کی گئی کہ آپ نے چالیس مرد کیوں نہیں فرمایا (چالیس نفس کیوں کہا؟) فرمایا کبھی کبھی ان میں عورتیں بھی شامل ہوتی ہیں۔

شیخ ابو عبدالرحمن السلمی صاحب طبقات المشائخ در ذکر احوال نسوہ عابدات ونساء عارفات علیحدہ کتابی جمع کردہ است و شرح احوال بسیاری از ایشان در بیان آوردہ قال بعضھم:

ولو کان النساء کم ذکرنا — لفضلت النساء علی الرجال

فلا التانیث لاسم الشمس عیب — ولا التذکیر فخر للھلال

شیخ ابو عبدالرحمن اسلمی صاحب طبقات المشائخ نے عابدہ اور عارفہ عورتوں کے احوال کے متعلق ایک علیحدہ کتاب جمع فرمائی ہے اور اس میں کئی خواتین کا ذکر کیا ہے۔ شاعر کا کہنا ہے۔

ترجمہ: اگر عورتیں ان مردوں کی طرح ہو جائیں جن کا ہم نے ذکر کیا تو وہ مردوں پر فضیلت لے جائیں۔

ترجمہ: نہ تو (لفظ) شمس کو مؤنث ہونا عیب کی بات ہے اور نہ ہی (لفظ) ہلال کا مذکر ہونا قابل فخر ہے۔[1]

۱۔ رابعہ عدویہ: از اہل بصرہ بود سفیان ثوری از وے مسائل می پرسید و موعظت ودعای وی رغبت می نمود رابعہ گفتہ است کہ ہر چیز را ثمرہ ایست و ثمرہ معرفت روی بخدا آوردنست۔

ترجمہ: رابعہ عدویہ رحمہ اللہ اہل بصرہ میں سے تھیں۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان سے مسائل پوچھا کرتے تھے اور ان کی نصیحت اور دعا کے طالب رہتے تھے۔ حضرت رابعہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) فرماتی ہیں کہ ہر چیز کا ایک پھل ہوتا ہے اور معرفت کا پھل اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے۔

---

[1] (نفحات، ص ۲۱۵)

۲۔ مریم البصریہ: از اہل بصرہ است در عصر رابعہ بودہ و باوی صحبت داشتہ وبعد از رابعہ چند گاہ زیستہ وچون سخنان محبت شنیدی مست وبیخود گشتی۔ روزی از محبت سخن میگفتند زہرہ وی۔۔ ودر مجلس جان بداد۔ ص ۶۱۶ نفحات

ترجمہ: مریم البصریہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا): یہ بھی اہل بصرہ میں سے تھیں۔ حضرت رابعہ بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) کی ہم عصر تھیں اور ان کے ساتھ ان کا اٹھنا بیٹھنا تھا۔ حضرت رابعہ بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) کی وفات کے کچھ عرصہ بعد تک زندہ رہیں۔ جب بھی محبت الٰہی کی باتیں سنتیں تو بے خود و مست ہو جایا کرتی تھیں۔ ایک دن لوگ محبت کے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ عشق کی آگ بھڑک اٹھی اور اسی محفل میں جان آفرین کے سپرد کر دی۔[1]

۳۔ رابعہ شامیہ: زوجہ احمد بن ابی الحواری بود گاہی بودی عشق و محبت غلبہ وگاہی انس وگاہی خود در حال غلبہ می محبت میگفت۔

ترجمہ: رابعہ شامیہ: آپ حضرت احمد بن حواری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) کی زوجہ تھیں کبھی آپ پر عشق کا غلبہ ہوتا کبھی انس کا اور کبھی خوف کا جب محبت کا غلبہ ہوتا تو کہا کرتی تھیں۔

حبیب لیس یعدلہ حبیب — وما لسواہ فی قلبی نصیب

ترجمہ: میرا دوست ایسا ہے جس کے مقابلے کا کوئی دوست نہیں اور میرے دل میں اس کے علاوہ کسی کا حصہ نہیں۔

حبیب غاب عن عینی و جسمی — ولکن عن فوادی لا یغیب

ترجمہ: (میرا) محبوب میری آنکھ اور جسم سے دور ہے لیکن میرے دل سے دور نہیں۔

انس کے حال میں کہا کرتیں:

ولقد جعلتک فی الفواد محدثی — وبخت جسمی من اراد جلوسی

ترجمہ: تجھے میں نے اپنے دل میں گفتگو کا مرکز بنالیا ہے اور اپنے جسم سے باتیں اس کے لیے روا کر دی ہیں جو میرے بیٹھنے کا ارادہ کرتا ہے۔

فالجسم منی للجلیس موانس — حبیب قلبی فی الفواد انیسی

ترجمہ: میرا جسم میرے ہم نشین کا غمگسار ہے اور میرے دل کا دوست میرے دل کا ساتھی ہے۔

[1] (نفحات ص ۶۱۶)

خوف کے حال میں کہا کرتیں :

وزادی قلیل لا اراہ مبلغی   اللزاد ابکی ام بطول مسافتی

ترجمہ: میرا زادراہ کم ہے۔ مجھے اپنی منزل ملتی ہوئی نظر نہیں آتی۔ کیا میں زادراہ کے لیے روتی ہوں یا طویل سفر کی وجہ سے۔

اتحرقنی بالنار یا غایۃ المنی   فاین رجائی منک این مخافتی

ترجمہ: اے میری امیدوں کی انتہا کیا تو مجھے آگ میں جلا ڈالے گی، میں نے کہاں تم سے امید لگائی ہے اور کہاں تم سے ڈرتی ہوں۔

۴۔ فاطمہ نیشابوریہ: از قدماء نساء خراسان بودہ است واز کبار عارفات رحمہ اللہ تعالیٰ یک از مشائخ ذوالنون را پرسید کہ را بزرگ تر دیدی از این طائفہ گفت زنی بود درمکہ کہ ویرا فاطمہ نیشابوریہ میگفتند در فہم معانی قرآن سخنان میگفت کہ مرا عجب می آمدوی گفت من عمل للہ علی المشاھدۃ فھو عارف و من عمل علی مشاھدۃ اللہ ایاہ فھو المخلص۔

ترجمہ: فاطمہ نیشاپوریہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) : یہ خراساں کی بزرگ خواتین میں سے تھیں اور بڑی بڑی عارفات میں سے ایک تھیں۔ کسی بزرگ نے حضرت ذوالنورین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا اس عارفوں کے گروہ میں سے آپ کو بزرگ ترین ہستی کونسی نظر آئی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ مکہ میں ایک خاتون دیکھی تھیں۔ لوگ اسے فاطمہ نیشاپوریہ کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ قرآن کے ایسے معانی بیان کرتیں کہ میں حیران ہو جاتا تھا وہ فرماتی تھیں۔

جس شخص نے اللہ کے لیے اس کو دیکھ کر عمل کیا وہ عارف ہے اور جس نے یہ سمجھ کر عمل کیا کہ اللہ اس کو دیکھ رہا ہے وہ مخلص ہے۔

۵۔ فاطمۃ البروعیۃ دراروبیل بودہ کانت من العارفات المتکلفات بالشطح بعض از مشائخ ویرا از قول صلی اللہ علیہ وسلم کہ از حق سبحانہ حکایت کردہ است کہ "انا جلیس من ذکرنی ، سوال کرد بگفت : ان الذکر ان تشھد ذکر المذکور لک مع دوام ذکرک لہ فیفنی ذکرک فی ذکرہ لہ ویبقی ذکرہ لک حین لا مکان و لا زمان۔

فاطمہ البروعیۃ اروبیل کے علاقہ سے تعلق رکھتی تھیں اور مقام شطح کی عارفہ خواتین اور متکلمات میں تھیں کسی اللہ والے نے آپ سے سوال کیا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

انا جلیس من ذکرنی (جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا ہم نشین ہوتا ہوں) آپ اس کے متعلق کیا فرماتی ہیں آپ نے فرمایا کہ ذکر یہ کہ تو ہمیشہ مذکور کے ذکر میں کمربستہ رہے اور تیرا ذکر اس کے ذکر میں فنا ہو جائے اور پھر اسی کا ذکر تیرے لیے وہاں باقی رہ جائے جہاں نہ مکاں ہے نہ زماں۔[1]

پس ہیچ شکی نیست کہ در طی مقامات قرب خداوندی و حصول خلعت ارشاد نسواں بار جال طریق متساوی اند حضرت مجدد حضرت صاحب قدس اللہ سرہ در آخر مکتوب چنین تحریر فرمودہ است مخدوما اکابر طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالی اسرارہم ہمین راہ نامسلوک را اختیار کردہ اند و آن راہ نامعہود در طریقہ این بزرگواران را معہود گشتہ است و عالم را ازین راہ بتوجہ و تصرف بمطلب میرسانند این طریق را وصول لازم است اگر مراعات پیر مقتدا نمودہ اید چہ درین طریق پیر و جوان در فصول برابر ند و نساء صبیان متساوی بلکہ موتی نیز ازین دولت امیدوارند حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ فرمودہ اند کہ از حق سبحانہ وتعالی طریقی خواستہ ام کہ البتہ موصل باشد و حضرت خواجہ علاؤالدین عطار کہ خلیفہ نخستین ایشان است درین معنی این بیت میخواند۔

گر نہ شکستی دل دربان راز ۔۔۔ قفل جہان ہمہ بکشاوی

ثبتنا اللہ سبحانہ علی طریقۃ ہولاء الاکابر از نعمت معرفت نساء را فرو نگذاشت بلکہ علاوہ بر نسوان طائفہ پیر و جوان و بلکہ صبیان و اموات را نیز سہیم و شریک نشان دادند۔ برای تشفی منصف ہمین قدر بس است و اگر تصریح مزید میطلبند لابدی است کہ از دیگر کتب معتمدہ قوم در اثبات ارشاد نسوان عارفات حجتی را بمیان آریم۔

لہذا اس میں کوئی شک نہیں کہ قرب خداوندی کے مقامات طے کرنے میں اور خلعت وارشاد کے حصول میں عورتیں مردوں کے مساوی ہیں۔ حضرت مجدد قدس اللہ سرہ مکتوب نمبر ۳۰۰،ج ۱، کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ طریقہ نقشبندیہ کے اکابرین نے اسی راہ نامسلوک کو اختیار کیا ہے اور یہ غیر معروف راہ ان بزرگان کے طریقہ میں معروف راہ بن چکی ہے۔ یہ بزرگ اپنی توجہ اور تصرف سے ایک دنیا کو منزل مقصود تک پہنچا دیتے ہیں۔ یہ راہ ایسی ہے جس میں منزل مقصود تک پہنچنا لازمی ہے مگر پیر کی توجہ رہنمائی کرے تو پھر کیا بوڑھے کیا جوان کیا عورتیں کیا بچے سب مقصود کے حصول میں برابر ہیں بلکہ مردے

---

[1](نفحات، ص ۶۳۳)

بھی اس دولت سے حصہ پاتے ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے ایسا طریقے عطا کیے جانے کی درخواست کی جو یقینی طور پر اس (اللہ تعالیٰ) تک پہنچانے والا ہو۔ حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ آپ کے پہلے خلفاء میں سے ہیں، نے اسی معنی میں یہ شعر پڑھا ہے:

ترجمہ: اگر تو راز کے دربان کی دل شکنی نہ کرتا تو تو دنیا کے تمام تالے کھول سکتا۔

فاطمة ابنة جمال الدين سليمان

فاطمة ابنة الشيخ الإمام المقرئ المحدث جمال الدين سليمان بن عبد الكريم بن عبد الرحمن بن سعد الله بن أبي القاسم الأنصاري الدمشقي.

كانت من النساء العالمات العاقلات المحدثات الصادقات في الرواية أخذت الحديث عن والدها وعن أجلاء عصرها وقد أخذ عنها الحديث جملة مثل الصفدي وخلافه وأجازها معظم علماء القرن السابع للهجرة من الشام والعراق والحجاز وفارس وغيرها وكانت ولادتها في سنة 620 هجرية، وتوفيت في سنة 708 هجرية، وكانت ذات ثروة وافرة تمكنت منها بأعمال خيرات ومبرات ومدارس وبمارستانات وتكايا، وأوقفت لتلك المحلات الخيرية أوقافا، ورتبت لمستخدميها رواتب حتى باهت بأفعالها الخيرية أعاظم رجال ونساء عصرها - رحمها الله تعالى-[1]

فاطمة ابنة الخشاب

كانت شاعرة مجيدة وفصيحة بليغة لها قصائد مطولة وأشعار لطيفة ونثر جميل، عاصرت الصفدي في القرن السابع. وقد اجتمع عليها جملة من العلماء والأماثل والأدباء الأفاضل، وقد أجازها في الحديث جملة منهم وروى عنها كثير أيضا.

وقد أرسلها يوما العلامة قاضي القضاة شهاب الدين بن فضل الله بقصيدة غراء نحو سبعة وعشرين بيتا ومطلعها:

هل ينفع المشتاق قرب الدار … والوصل ممتنع مع الزوار

يا نازلين بمهجتي وديارهم … من ناظري بمطمح الأنظار

هيجتم شجني فعدت إلى الصبا … من بعدما وخط المشيب عذاري

فأجابته المترجمة بقصية على وزنها وقافيتها تزيد عن العشرين بيت لم نعثر منها إلا على هذين البيتين وهما:

إن كان غركم جمال إزار … فالقبح في تلك المحاسن وار

لا تحسبوا أني أماثل شعركم … أني يقاس جداول ببحار

---

[1] (الدر المنثور في ربات الخدور، باب فاطمه ابنة جمال الدين سليمان، جلد1ص366)

فلما وصلت هذه القصيدة إلى قاضي القضاة وجدها كلها ألفاظا درية ومعاني عبقرية أكبر مخاطبته وأخذها بعين الكمال، ولم يخاطبها إلا بما يوافق مقام العلماء الأعلام، وبقيت معززة مكرمة إلى أن ماتت وحضر مشهدها جملة من العلماء والأعيان والحكام - رحمها الله تعالى -[1]

فاطمة النيسابورية رضي الله تعالیٰ عنها

كانت من ذوي الزهد والورع ولابسات المسوح حجت جملة مرار من بيت المقدس إلى مكة وهي ماشية على قدميها، وكانت معاصرة لذي النون المصري وأبي يزيد البسطامي وكان ذو النون المصري - رضي الله عنه - يقول: فاطمة أستاذتي.

وكانت تقول: من لم يراقب الله تعالى في كل حال فإنه ينحدر في كل ميدان ويتكلم بكل لسان، ومن راقب الله في كل حال أخرسه إلا عن الصدق وألزمه الحياء منه والإخلاص له.

وكانت تقول: من عمل لله على مشاهدة الله إياه فهو مخلص، وكان أبو يزيد البسطامي يقول عنها: ما رأيت امرأة مثل فاطمة ما خبرتها عن مقام إلا كان الخبر لها عيانا. ماتت في طريق العمرة بمكة سنة ثلاث وعشرين ومائتين -[2]

فاطمة بنت الإمام السيد أحمد الرفاعي الكبير

كانت عابدة فاتنة صالحة حافظة لكتاب الله فقيهة في دين الله محافظة على الدين مكرمة للصالحين خاشعة قانعة باكية، هائمة في الله تعالى شغلها حب الله تعالى عن غيره.

رأى الشيخ الفاروقي - قدس سره - رسول الله صلى الله عليه وسلم في المنام والسيدة فاطمة هذه وأختها السيدة زينب بين يديه والنبي صلى الله عليه وسلم يقول: فاطمة فاطمتي، وزينب زينبي وبنتاي وبنتا ولدي أحب أهل هذا البيت يا عمر. فأفاق الفاروقي مندهشا وغشي عليه الليل كله، فلما أصبح استأذن على السيدة فاطمة، فلما وقف وراء الحجاب قالت له بصوت حزين وخشية وأنين قبل أن يذكر رؤياه: جدنا بنا رحيم صلى الله عليه وسلم.

أخذ عنها القراءة ولدها السيد أبو إسحاق إبراهيم الأعزب وولدها السيد نجم الدين أحمد - رضي الله عنهما - وسمع منها حديث الرسول وحدث عنها السيد أحمد الصبان - رضي الله عنه - في كتاب (الوظائف).

فاطمة بنت السيد عبد الرحيم الرفاعي

وتلقب ملكة. قال الإمام أحمد الزبرجدي الكبير - قدس سره - حين ذكرها: السيد فاطمة أخت القطب الجليل السيد أحمد الصياد بن الرفاعي - قدس الله سره - العزيز يلقبها أهل بيتهم ملكة. كانت صالحة عارفة عالمة عابدة خاشعة، حجت مع أخيها السيد عز الدين أحمد الصياد الشهير سنة ثلاث وأربعين وستمائة وزارت مدينة النبي صلى الله عليه وسلم، فلما تمثلت أمام قبر جدها عليه السلام قالت:

يارب إقبلت لديک زيارتي   فاجعل [بطيبة] قرب طه مدفني

---

[1] (الدر المنثور فی ربات الخدور، باب فاطمه ابنة خشاب، جلد 1 ص 366)

[2] (الدر المنثور فی ربات الخدور، باب فاطمه النیسابوریة رضی اللہ تعالیٰ عنها، جلد 1 ص 366)

ثم غشي عليها فرفعوها إلى محلها فماتت ذلك اليوم ودفنت بالقرب من حرم النبي صلى الله عليه وسلم، ومرقدها المبارك معروف يزار بالمدينة ويتبرك به -رضي الله عنها- وهي حفيدة الغوث الأكبر سيد الأولياء السيد أحمد الرفاعي -رضي الله عنه- من بنته السيدة العارفة بالله الشريفة زينب ووالدها القطب الأعظم السيد عبد الرحيم الرفاعي الحسيني -رضي الله عنهم أجمعين۔[1]

فاطمة علية

هي ابنة العلامة المفضال المؤرخ الشهير جودت باشا، ناظر العدلية العثمانية سابقا. ولدت فاطمة علية في الأستانة العلية ليلة الثلاثاء السابع والعشرين من شهر ربيع الثاني سنة 1279 هجرية الموافق 9 تشرين الأول (أكتوبر) سنة 1862 ميلادية. ولما تولى والدها ولاية حلب الشهباء سنة 1282 هجرية كان عمرها ثلاث سنوات ولما ظهر عليها من أمرات النجابة أحبها حبا شديدا فأخذها معه ومكثت عنده مدة ولايته وهي سنتان تحت ناظريه.

ولما رجع إلى الأستانة استحضر لها معلمين ومعلمات وهو تقلب في جملة وظائف مهمة في الدولة العثمانية إلى أن بلغت من العمر أربع عشرة سنة فتعين والدها في ولاية ثانية، وكان ذلك في سنة 1292 هجرية، فذهبت معه ولم يمكث بها كثيرا ورجع إلى الأستانة ومع ذلك فإنها أينما توجهت فإنها مشتغلة بالعلوم والمعارف.[2]

فاطمة الفقيهة ابنة علاء الدين محمد بن أحمد السمرقندي

كانت من الفقيهات العالمات بعلم الفقه والحديث أخذت العلم عن جملة من الفقهاء وأخذ عنها كثيرون. وكان لها حلقة للتدريس وقد أجازها جملة من كبار القوم، وكانت من الزهد والورع على جانب عظيم تزوجت بفخر الأنام العالم العلامة علاء الدين القاشاني ومكثت عنده زمنا طويلا، وقد ألفت المؤلفات العديدة في الفقه والحديث وانتشرت مؤلفاتها بين العلماء والأفاضل، وكانت معاصرة للملك العادل نور الدين الشهيد وطالما استشارها في بعض أموره الداخلية وأخذ عنها بعضا لمسائل الفقيهة وكان دائما ينعم عليها ويعضد مسعاها.

وقد توفيت بمدينة حلب ودفنت في مقبرة من قبور الصالحين وقبرها هناك مشهور بقبر المرأة وزوجها لأنها دفنت بعد وفاته بجانبه۔[3]

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں ان اکابرین کے طریقہ پر ثابت قدمی عطا فرمائے۔

معرفت کی نعمت سے عورتوں کو دور نہ رکھیں بلکہ عورتوں کے علاوہ بزرگ، نوجوان بلکہ اور مردوں کے متعلق بھی یہی سمجھیں کہ وہ اس میں برابر کے شریک وحصہ دار ہیں ان لوگوں (مخالفین) کی تسلی وتشفی کے لیے اتنا ہی کافی ہے لیکن اگر وہ

---

[1] (الدر المنثور فی ربات الخدور، باب فاطمة بنت السيد عبد الرحيم الرفاعي جلد 1 ص 366)

[2] (الدر المنثور فی ربات الخدور، باب فاطمة علية جلد 1 ص 366)

[3] (الدر المنثور فی ربات الخدور، باب فاطمة الفقيهة ابنة علاء الدين محمد بن أحمد السمرقندي جلد 1 ص 366)

مزید تصریح چاہیں تو ہم بزرگانِ دین کی ان کتب سے دلائل پیش کر سکتے ہیں جو کہ عارفہ عورتوں کے ارشاد کے اثبات میں تحریر کی گئی ہیں۔

در کتاب عمدۃ المقامات مسطور است ص ۴۹۵:

تذکرہ سابع از منتخب سابع در ذکر عارفہ باللہ و مقبولہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا خدمت ایشان والدہء راقم وخواہر زادہ حضرت قیوم جہان اند اول بخدمت حضرت قدوۃ الاولیاء شاہ غلام محمد شرف بودند وار نسبتہائی خاصہ ایشان بہرہ یافتہ چنانچہ رمزی ازان در تذکرۂ احوال حضرت قدوۃ الاولیاء گذشتہ چون حضرت قیوم جہان اشارہ بدان رفتہ و سلوک آن راہ از سر نو بخدمت ایشان از ابتداء تا انتہاء بانجام رسانیدند و بہ اعلیٰ درجات کمال واکمال فائض ومشرف شدند اول نسب ایشان بہ بیان آوردہ شو بعدہ کیفیت احوال ایشان بطریق اجمال مذکور گردد والد ماجد حضرت بی بی صاحبہ حضرت شاہ عطاء اللہ نام دارندہ در نسب از طرف آبائی کرام از سادات بخاری دھلوی انداز اولاد حضرت حاجی عبدالوہاب بخاری قدس سرہ کہ در ایام حضرت مجدد الف ثانی، در حضرت دہلی صاحب ارشاد بودند وطریق اجداد خود را ترویج میفرمودند از جناب حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ مکاتیب بطرف ایشان درود یافتہ دران مکاتیب فقرات مدحیہ ایشان بسیار نوشتہ اند انشاء اللہ مکتوبی ازان مذکور خواہد سہ حضرت حاجی عبدالوہاب بخاری رحمۃ اللہ علیہ بحضرت مخدوم جہانیاں میر سید وطریقہ نیز ازایشان داشتند مکتوبی کہ بالا وعدہ ذکر شدہ نوشتہ می شود۔

منتخب سابع سے تذکرہ سابع:

عمدۃ المقامات کے صفحہ ۴۹۵ پر مرقوم ہے:

یہ تذکرہ عارفہ باللہ مقبولہ جناب رسول اللہ ﷺ حضرت بی بی صاحبہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) کے متعلق ہے (جس میں مرقوم ہے) کہ راقم کی والدہ اور حضرت قیوم زماں کی بھتیجی ان کی خدمت میں رہیں اس سے پہلے وہ حضرت قدوۃ الاولیاء شاہ غلام محمد شرف رحمہ اللہکی خدمت میں رہیں۔ لہٰذا ان خاص نسبتوں سے انہوں نے وافر حصہ حاصل کیا۔ چنانچہ حضرت قدوۃ الاولیاء رحمہم اللہ کے احوال کے تذکرہ میں ان کا بھی ذکر گزر چکا ہے۔ جب حضرت قیوم زماں قیومیت کے مقام پر فائز ہوئے تو

بی بی صاحبہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) ان کی خدمت میں رہیں چنانچہ حضرت قیوم زماں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے احوال میں ان کی طرف اشارہ گزرا ہے۔ بی بی صاحبہ نے ان کی خدمت میں رہ کر ان سے از سر نو ابتداء تا انتہا سلوک طے کیا اور کمال و اکمال (خود کمال پر فائز ہونا اور دوسرے کو بھی درجہ کمال تک پہنچا دینا) کے مقام سے مشرف ہوئیں۔ پہلے ان کے نسب کو بیان کیا جاتا ہے پھر اجمالی طور پر ان کے احوال کی کیفیت مذکور ہوگی۔ حضرت بی بی صاحبہ کے والد ماجد کا نام حضرت شاہ عطاء اللہ رحمہ اللہ تھا۔ اپنے آبائی نسب کے لحاظ سے ان کا تعلق دہلی کے بخاری سادات سے تھا جو کہ حضرت حاجی عبد الوہاب بخاری قدس سرہ کی اولاد میں سے تھے اور یہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے زمانے میں دہلی میں صاحب ارشاد تھے اور اپنے اجداد کے طریقہ کی ترویج فرماتے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی طرف سے حضرت کے نام کئی مکتوبات ملتے ہیں ان مکتوبات میں حضرت کی تعریف میں کئی عبارات لکھی ہیں۔ حضرت حاجی عبد الوہاب بخاری رحمہ اللہ نے جو مکتوب حضرت مخدوم جہانیاں رحمہ اللہ کی خدمت میں بھیجے ان شاء اللہ ان میں سے ایک کا تذکرہ بھی ہوگا۔ انہوں نے ان سے طریقہ بھی حاصل کر لیا تھا۔

جس مکتوب کا اوپر وعدہ کیا وہ ذیل میں مذکور ہے:

مکتوب پنجاہ و پنجم از جلد اول شیخ عبد الوہاب بخاری صدور یافت چند گاہ است کہ دل را محبتی نسبت بملازمت شما پیدا شدہ است غیر ان ارتباطی کہ سابقا متحقق بود بناء علیہ بدعای ظہر الغیب بی اختیار مشغول است و چون سرورِ کائنات و فخر موجودات علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات فرمودہ اند کہ من احب اخاہ فلیعلم ایاہ اظہار حب خود نمودن اولیٰ وانسب دانست و بہ این محبت کہ نسبت بہ اقربائی آنحضرت علیہ السلام پیدا شدہ رشتہ امیدواری تمام بدستِ آوردہ حق سبحانہ وتعالیٰ بر محبت ایشان استقامت ارزانی فرماید بحرمۃ سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ صلوات والسلام۔ مکتوبہ الشریف ۴۹۶

جلد اول مکتوب نمبر ۵۵، بسیادت پناہ شیخ عبد الوہاب بخاری، کچھ عرصہ ہوا کہ آپ کے ساتھ رہنے کی وجہ سے آپ سے محبت پیدا ہوگئی جو تعلق آپ سے پہلے تھا تو اس کو چھوڑ کر اسی وجہ سے آپ کی موجودگی اور غیر موجودگی میں آپ کے لیے دعا گو رہتا ہوں۔ حضور سرورِ کائنات فخر موجودات ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

من احب اخاہ فلیعلم ایاہ (جو اپنے بھائی سے محبت کرتا ہے تو اس کو (اس محبت سے آگاہ کر دے) محبت کا خود بخود اظہار بہتر و اعلیٰ ہوتا ہے اور وہ محبت جو حضور ﷺ کے اقرباء سے پیدا ہوتی ہے۔ اس سے امید کا رشتہ ہاتھ آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے طفیل ان کی محبت میں استقامت عطا فرمائے۔

اظہار نسبتِ باطنی بی بی صاحبہ (رحمۃ اللہ علیہا)

چون خدمت ایشان بسیر محبوبی ومرادی مراتبِ اظہار کمال واکمال را حاصل کردند ومعاملات سنین را باساعات علی فرمودند وبمقامات علی ومراتب متعالی مشرف شدند وچون مشرب ایشان محمدی واقعہ شدہ بودہ جمیع مدارج ولایات فائض گردیدند دقیقۂ از دقائق اسرار وکمال نماند کہ بدان ممتاز نشدند وبہ الہامات خاصہ وعنایات مختصہ وسرور آمدند مرشد ایشان حضرت قیوم جہان خدمت ایشان را تکلیف تام بامر ارشاد داشتند وایشان خود را زین امر خطیر یکسو نمودند وسوانح ان بیان میفرمودند ہرچند مبالغہ دران امر مشاہدہ میمودند کنارہ ازان می جستند درین لیت ولعل مدتی در گفتگوی کشید تاآنکہ در معاملہ بشرف زیارت جناب اطہر صلوات اللہ علیہ مشرف شدند وازان سرور کائنات وفخر موجودات بخلعت خاصہ خلافت ارشاد وممتاز ومجاز گردیدند وتاکید اکید درین امر شریف دیدند لاچار اظہار بخدمت مرشد والاتبار خود نمودند وان قیوم وقت چون از مدتی خواہش این امر داشتند ازین مرور گردیدہ نامۂ اجازت وارشاد برای ایشان نوشتہ وجبہ ودستار خود رابہ تبرکات بہ ایشان عنایت فرمودند وجماعت طلاب کہ بخدمت عالی بودامر کردند کہ بخدمت حضرت بی بی صاحبہ رحمہا اللہ تعالیٰ رفتہ از بیرون حجرہ شریف توجہ گرفتہ باشند حتی کہ خلفای کامل خود را نیز اذن بتوجہ از ایشان نمودند وفرزنداں واطفال واہل خود را تمام چہ بنات وچہ ازدواج بخدمت ایشان مرید کردند ایشان بہ امر مرشد واشارہ ارواح طیبہ طوعاً وکرہاً مشغول شدند تاثیر در مسترشدان ایشان بنوعی شد کہ مافوق ان متصور بناشد ومردم از دور ونزدیک خصوصاً از عالم نساء بہ ایشان رجوع آوردند وہنگامہ ارشاد فیض رشاد ایشان در اطراف واکناف منتشر شد بانسوان از خانمان خود دوست برداشتہ بذیل دامان ایشان افتادند واز انوار واسرار سرمست وسرشار شدند وبسیاری از مسترشدات ایشان مجذوبہ گردیدند حتی کہ در خانہ ایشان مجذوبات زنجیر بپا ہمیشہ فتادہ بودند در عالم نسوان مثل این اجتماع للہ وفی اللہ کہ در خدمت ان مقبولہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدہ بود چہ در متقدمین ومتاخرین از صالحات شیذہ نہ شدہ بلکہ در عالم رجال خال خال دران حال باین قوت کمال واکمال بودہ باشد۔

بیت

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

ا۔ بی بی صاحبہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) کی باطنی نسبت کا اظہار:

جب بی بی صاحبہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) نے ان کی خدمت میں رہ کر مراتب کمال و اکمال حاصل کر لیے اور معاملات سنین بہت جلد طے کر لیے اور بلند مقامات اور اعلیٰ مراتب سے مشرف ہو گئیں اور جب ان کا مشرب مشرب محمدی ہو گیا اور ولایت کے جملہ مدارج کا فیض حاصل کر لیا تو اسرار و کمال کی کوئی باریکی نہ تھی جس سے وہ ممتاز نہ ہوئی ہوں اور جب خاص الہامات اور خاص عنایات سے بھی فیض یاب ہو گئیں تو آپ کے مرشد حضرت قیوم جہاں رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ارشاد و تبلیغ کا حکم دیا لیکن انہوں نے خود اپنے آپ کو اس مشکل معاملے سے دور رکھا اور اس امر مشاہدہ سے ہر چند کنارہ کیے رکھا اور ایک مدت تک اس معاملے میں گفتگو کرنے سے پس و پیش سے کام لیتی رہیں یہاں تک کہ اسی معاملہ میں حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئیں اور حضور ﷺ نے ان کو خلافت وارشاد کی خاص خلعت عطا فرمائی اور ان کو اجازت عطا فرمائی اور اس معاملہ میں سخت تاکید فرمائی۔ پھر مجبوراً آپ نے اپنے مرشد گرامی سے اس (خواب) کا اظہار کیا۔ قیوم زماں تو مدت سے اس امر کی خواہش رکھتے تھے لہذا آپ بہت خوش ہوئے اور ان کو ارشاد و تبلیغ کا اجازت نامہ لکھ دیا۔ نیز اپنا جبہ و دستار تبرک کے طور پر ان کو عنایت فرمائیں اور جو طلبا آپ کی خدمت میں موجود تھے۔ ان کو حکم ارشاد فرمایا کہ حضرت بی بی صاحبہ (رحمہا اللہ تعالیٰ) کے پاس جایا کریں اور ان کے حجرہ کے باہر بیٹھ کر ان سے توجہ لینے کی اجازت عطا فرمائی۔ نیز اپنے بیٹوں، بچوں اور اہل خانہ کو بھی یہی حکم دیا، کیا بیٹیاں کیا بیویاں تمام کو ان کا مرید کروادیا۔ آپ (بی بی صاحبہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) طوعاً و کرہاً مرشد گرامی کے حکم اور ارواح طیبہ کے اشارہ سے اس کام میں مشغول ہو گئیں۔ جلد ہی ان میں ایسی تاثیر نظر آنے لگی جو تصور میں بھی نہ تھی اور قریب و بعید سے لوگ خصوصاً عورتیں ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگیں۔ اطراف و اکناف میں ان کے فیض وارشاد کے ڈنکے بجنے لگے۔ ان کے اپنے خاندان کی بہت سی عورتیں ان کے دامن کے ساتھ وابستہ ہوئیں اور راز و اسرار سے سرمست و سرشار ہوئیں۔ بہت سی ارادت مند خواتین مجذوب ہو گئیں۔ یہاں تک ان مجذوب عورتوں کے پاؤں میں زنجیر ڈال کر گھروں میں رکھا جاتا۔ عورتوں کی جو حالت ان مقبولہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تھی وہ کسی اور متقدمین اور متاخرین بزرگوں کے اجتماع للہ و فی اللہ میں سننے کو نہیں ملیں بلکہ مردوں میں بھی اس طرح کمال و اکمال کی قوت کا عالم خال خال ہی نظر آتا ہے۔

(۳) باب نمبر تین: خواتین کا علوم ظاہری و باطنی میں ارشاد و تبلیغ

بیت

فیض روح القدس اگر باز مدد فرماید　　دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

ترجمہ: حضرت روح القدس کا فیض اگر دوبارہ مدد فرمائے تو دوسری ہستیاں بھی اسی طرح کر سکتی ہیں جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیا کرتے تھے۔

ارشاد خط:

ارشاد نامہ کہ خدمت حضرت قیوم جہاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نوشتہ اند اینجا ثبت میشود
ھذا ھو الحمد للہ الذی خلق الآدم علی صورتہ و کرمہ بخلافتہ و اجریٰ تلک النسبۃ بین انبیائہ و اولیائہ صلوات اللہ علی نبینا محمد و آلہ الطاھرین و صاحبہ المھتدین و کذالک علی الانبیاء اجمعین و اولیائ۔ المرضیین و عباد اللہ الصالحین اما بعد!

نمودہ می آید کہ خدمت مخدومہ مکرمہ معظمہ مظہر انوار القیوم نور العین و ثمرۃ الفواد امۃ المعصومیہ سلمہا اللہ تعالیٰ چون سلوک و تسلیک طریقہ علیہ حضرات نقشبندیہ مجددیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نزد فقیر حاجی صفی اللہ السرہندی باتمام واختتام رسانید و باعلی درجات کمال واکمال مشرف شدہ قطع مراتب ولایت صغریٰ و کبریٰ وعلیا و سیر الی اللہ وفی اللہ عروج در مدارج کمالات نبوت و رسالت واولوا العزم بمقامات انبیاء و رسل ودخول در صفوف ان اکابر ووقوف از علوم معیت احاطہ و سریان توحید وجودی و شہودی بتفصیل حاصل نمود واز حضور خاصہ نقشبندیہ بطرز حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ وفناء اتم وبقاء اکمل وزوال عین واثر وفناء فنا تحقق یافت وارتقای از جمیع مقامات ظلال واصول ووصول باصل الاصل کہ از شائبہ ظلیت مبدا ویکسواست حاصل وقت او شد وسوی آنچہ مذکور گردید بمعاملاتی مشرف شد کہ این کمالات نسبت بآن حکم قطرہ دارد نسبت بدریای محیط چہ این کمالات از علوم واجب الاظہار است وان از اسرار لازم الاستتار یضیق صدری ولا ینطلق لسانی۔ ایمای بان مینماید و قطع منی ہذا البلعوم اشارہ بان میکند ودر مقام نزول چون عروج کامل آمد بخاطر فقیر افتاد کہ معزالیہا را اجازت تعلیم و تلقین نماید تا خلائق از فیوض وبرکاتش بہرہ ور گردند اما مخدومہ مکرمہ معظمہ در قبول این امر اہمال درزیدہ وتعویق درین امر افتاد تا عنایات بی غایات ازلی شامل حال او گردید

کار اور از حضیض باوج رسانید و بمنصب خلت و محبوبیت و بھرہ اصالت و فردیت ومایناسب ذالک من الخصوصیات والا از جناب اقدس خداندی علی التواتر والتوالی سرفراز وممتاز شد وبشرف زیارت حضرت خیر البریہ خاتمیت علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیۃ مشرف گردید واز ان جناب بخلعت خلافت وارشاد ماذون کامل شد ودر قبول این امر تاکید اکید یافت الحمدللہ علی ذالک حمداً کثیراً الا کابر الحال خدمت مخدومہ مشار الیھا را احتیاج باذن نیست اما چون از قلم موسوم گردید کہ بی اذن پیر درین امر خطیر اقدام نمی نمایند لھذا میگردد کہ ہر کہ از قسم نساء ورجال کہ طالب راہ ایزد ومتعال باشد بخدمت شریفش برسد واخذ طریقہ نماید گویا باین فقیر رسیدہ باشد وبقدر استعداد از انعکاس باطن شریفش بھرہ ور گردد شرط الاجازۃ الاستقامہ بالشریعہ المرضیہ والسنۃ المصطفویہ علی صاحبہا الصلوات والسلام والتحیۃ والرسوخ بمحبۃ الشیوخ السلسلۃ العلیۃ رضی اللہ تعالیٰ اجمعین ثم الصلوات والسلام علی خیر الانام وعلی آلہ العظام وصحبہ الکرام الی یوم القیام۔

ارشاد خط:

حضرت قیوم جہاں رحمہ اللہ کا ارشاد نامہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

تمام تعریفیں اس اللہ عزوجل کے لیے ہیں جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا اور اپنی خلافت سے ان کو نوازا اور اس نسبت کو انبیاء اور اولیاء کے درمیان جاری فرمایا اور اللہ عزوجل کی رحمتیں ہوں۔ ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور ان کی آل پاک پر اور ان کے ہدایت یافتہ اصحاب پر اور اسی طرح رحمتوں کا نزول ہو تمام انبیاء علیہم السلام واولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) اور اللہ عزوجل کے نیک بندوں پر امابعد! دیکھنے میں آیا ہے کہ جب مخدومہ، محترمہ، معظمہ، مکرمہ، مظہر انوار القیوم، نور العین ثمرۃ الفواد امۃ المعصومہ سلمہا اللہ تعالی نے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کا سلوک فقیر حاجی صفی اللہ سرہندی سے مکمل کیا اور کمال واکمال کے اعلیٰ درجات سے مشرف ہو گئیں اور ولایت صغریٰ اور کبریٰ وعلیا حاصل کر لیں اور سیر الی اللہ سیر فی اللہ کے مدارج میں عروج حاصل کر لیا اور کمالات نبوت ورسالت میں عروج حاصل کیا اور انبیاء ورسل کے مقامات میں صعود سے مشرف ہو چکیں اور ان اکابرین کی صفوں میں داخل ہو گئیں اور معیت احاطہ کے علوم اور توحید وجودی وشہودی کی سیر کا تفصیل سے مشاہدہ کر لیا اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت مجدد الف کے طریقہ کے مطابق حضور کا مقام پا لیا اور مکمل فنا اور اکمل بقا اور عین واثر کے زوال اور فنا در فنا کے مقام کو حاصل کر لیا۔ ظلال اصول اور وصول باصل الاصل کے تمام مقامات میں اس قدر

ترقی حاصل کرلی کہ اس میں ظلیت کے شائبہ سے یکسوئی حاصل ہوگئی۔ نیز مذکورہ بالا مقامات کے علاوہ ایسے بہت سے دیگر مقامات سے مشرف ہوئیں کہ ان کی مثال ان کے مقابلہ میں قطرہ و دریا کی سی ہے۔

علوم کے ان کمالات کا اظہار واجب ہوتا ہے اور ان کے اسرار و رموز کا پوشیدہ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ یضیق صدری و لا ینطلق لسانی۔ (میرا سینہ تنگ ہوتا ہے اور میری زباں نہیں چلتی) میں اُس کی طرف اشارہ ہے اور قطع منی ھذا البلعوم میں اس کی طرف اشارہ ہے اور جب انہوں (بی بی صاحبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) نے نزول کے مقام میں عروج کامل حاصل کرلیا تو فقیر (حاجی صفی اللہ رحمہ اللہ) کے دل میں یہ خیال آیا کہ کیوں نہ بی بی صاحبہ کو تعلیم و تلقین کی اجازت دی جائے تاکہ مخلوق خدا ان کے فیوض و برکات سے بہرہ مند ہو لیکن ایک مخدومہ و مکرمہ (بی بی صاحبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) تھیں کہ اس کو قبول کرنے سے اغماض برتتی رہیں اور اس امر کو ملتوی کرتی رہیں۔ یہ اسی وجہ سے ہوگا کہ انتہائی ازلی عنایات ان کے شامل حال ہو جائیں۔ سو ہوا بھی یوں ہی کہ ان کا معاملہ پستی سے اوج ثریا تک جا پہنچا اور وہ خلت و محبوبیت کے مقام سے مشرف ہوئیں اور اللہ جل جلالہ کی جناب سے اصالت و فردیت اور دیگر مقامات سے مشرف ہوئیں۔ (جو اس کے لائق تھے) پھر وہ حضرت خیر البریہ علیہ و علی آلہ الصلوات والتسلیمات کی زیارت سے مشرف ہوئیں اور آپ ﷺ نے خلافت و ارشاد کی خلعت عطا فرمائی اور اس کو قبول کرنے کی سخت تاکید فرمائی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک حمداً کثیراً۔

اگرچہ اب مخدومہ مذکورہ کو اجازت کی قطعاً ضرورت باقی نہیں رہتی لیکن چونکہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ پیر کی اجازت کے بغیر اس مشکل راہ پر قدم نہیں رکھنا چاہیے۔ لہٰذا یہ بات واضح کی جاتی ہے کہ راہ خدا عزوجل کے طالبین تمام مرد و عورت کو چاہیے کہ وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوں اور ان سے وہ طریقہ حاصل کریں جو فقیر سے ان کو پہنچتا ہے اور اپنی باطنی استعداد کے مطابق ان سے بہرہ مند ہوں اور اس اجازت کی شرط یہ ہے کہ شریعت مرضیہ پر استقامت اور سنت مصطفوی علی صاحبہا الصلوات والسلام والتحیۃ پر ثابت قدم رہیں اور سلسلہ عالیہ کے شیوخ رحمہم اللہ تعالیٰ سے محبت میں راسخ ہوں۔

الصلوات و السلام علی خیر الانام و علی آلہ العظام و صحبہ الکرام الی یوم القیمۃ۔

بعد ازین مدتی ارشاد در زیدند و جہانی از قسم نسوان از خدمت ایشان مستفیض شدند جماعت کہ بنقص عقل و دین متصف اند بکمال عرفان و یقین موصوف شدند۔

بیت

حنظل صحرا چو سیب بوستان
میزند پہلو بقند ای دوستان

خدمت ایشان از کثرت مشاہدہ عنایت بی غایات جناب ایزدی در بارہ خود گاہی این فرد میخواند خود

اگر بادشاہ بر در پیرہ زمان   بباید تو ای خوجہ سلہت فگن

اس کے بعد ایک مدت تک ارشاد و تبلیغ کا کام ہوتا رہا اور خواتین کا ایک جم غفیر ان کی خدمت سے مستفیض ہوتا رہا۔ وہ جماعت جو ناقص العقل اور ناقص الدین تھی وہ معرفت و یقین کے کمال سے متصف ہو گئی ہے۔

اے دوستو! ریگستان کا تمہ (اندرائن جو ایک کڑوا پھل ہے) باغ کے سیب کی طرح اب میٹھے سے شانہ ملاتا ہے (مقابلہ کرتا ہے) اللہ تعالیٰ کی ان پر بے پایاں عنایات دیکھ کر میں ان کی خدمت میں اکثر یہ شعر پڑھتا ہوں۔

اس بزرگ عورت کے دروازے پر اگر بادشاہ بھی آئے تو اسے بھی مونچھیں نیچی کرنا پڑیں گی۔

اینک صورت عرفان وارشاد بی بی صاحبہ رحمہااللہ تعالیٰ اجمالاً تسوید یافت اگر بہ تفصیل برداختہ شود

بہ تطویل فی انجام و ذالک یکفی للمؤمن المنصف لا المنکرین المتعصبین الذین ینکرون و یتعصبون و یسیؤن الادب فی شان اھل اللہ تعالیٰ و یفرطون فی شانھم و یشنعون علی ارشاد من کانت ھی اھلاً لھذا الامر المطلوب و طعنوا علی السالکات التی وصلت الیٰ ذروۃ مقامات السلوک۔

یہ بی بی صاحبہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) کی معرفت وارشاد کے مختصر احوال تھے۔ اگر تفصیل میں جاؤں تو بات لمبی ہو جائیگی۔ بہر حال ایک منصف مزاج مومن کے لیے یہی کافی ہے۔ ان متعصبین و منکرین کی بات نہیں کرتا جو اہل اللہ عزوجل کا انکار کرتے ہیں، ان سے تعصب رکھتے ہیں اور ان کی شان میں بے ادبی کرتے ہیں۔ ان کی شان میں تفریط سے کام لیتے ہیں۔ اور ان خواتین کی عیب جوئی کرتے ہیں جو اس مطلوبہ امر کی اہل ہوتی ہیں۔ ان سالکات پر طعن زنی کرتے ہیں جو مقامات سلوک کی بلندی تک جا پہنچتی ہیں۔

حاشا و کلا نجانا اللہ تعالیٰ من دنس کلامھم الذی یقولون بافواھھم قولا لا یقبلہ الشرع۔

حاشا و کلا اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں کی فریب زدہ باتوں سے محفوظ فرمائے جو اپنے منہ سے ایسی باتیں کہتے ہیں۔ شریعت جن کو قبول ہی نہیں کرتی۔

مزید ترین البتہ قارئین گرامین و حضرات قائدین و مدرسین ان نواحی ملاحظہ کردہ دیدہ باشند کہ در ضلع گجرات مدرسہ معتبرۂ موجود است کہ تدریس میشود وان مدرسہ علوم دینی و فنون مذہبی و بالغ میشود طلاب ان مدرسہ بہ ہتصد نفر بلا انکار نکیر واختصامی دارد بہ نسوان آبجنائی خاصۃ کہ موجد

(۳) باب نمبر تین: خواتین کا علوم ظاہری و باطنی میں ارشاد و تبلیغ

نبو باین نظم ونسق اینگونه تعلیم وتربیت در قرون ثلاثه که بلسان شفیع انس وجان صلی اللہ علیه وسلم قرون ثلاثه بوصف خیریت، وخیر القرون متصف شده است، واحداث گردیده است این امر در قرنی وصورت گرفته است در عصری که در احادیث آں رازمانہ فتن گفته است که موجود میشود درآن حرج و مرج پس درحالیکه بنا روبقا اینگونه مدارس وامثال این باشاره من راه المسلمون حسنافهو عندالله حسن۔ مستحسن در شرع باشد ومدار افاده واستفاده کافه زنان آن ناحیه گردیه باشد که ودین آموزش آراستن ظاهر است بآداب شریعت ومسوط ومسلم قرار گرفته است اصلاح امور معاملاتی برآن پس چه تصور میرود در علوم باطنی که در عرف جامعهٔ خلف وسلف آنرا تصوف می نامند وثابت است بقرآن واحادیث نبوی علی صاحبها الصلوة والسلام۔

اگر تذکار گردد ممکن میسازد تالیف ضخیمی را، احراز کردم از اشارت نیز ودر کتب انرا حالت شریفه نامیده است بلکه آنرا نور وہدایۃ وعنایۃ واثر توفیق من اللہ تعالیٰ ستائش کرده است وعمل کرده است بعین شریعت وعایت شان از صفت موصوف میخواهند ونهایت شان از اسم مسمیٰ میطلبند که نمی گنجد هیچ تباین درمیان شریعت وطریقت زندیق میشود که طریقت راجدا شمار داز شریعت زیرا اراستن ظاهر است بآداب شریعت وپیراستن باطن است بآداب طریقت ووصل کردن خلق است، بخالق ومتخلق ساختن خلق است به خلق اللہ تعالیٰ بضناء وبقاء مشرف سختن است اہل اللہ رامنوط ومنحصر است این همه توجهات تو به شیخ مقتداء پس هیچ احدی که صاحب بصیرت باشد نمی پزیرد که جانب ظاهر که صورت شریعت وصل عمل انگارد وجانب باطن که حقیقت شریعت عکس العمل مگر آنکه مطمس البصیرت باشد۔

اگر اس کا تذکرہ شروع ہوا تو ممکن ہے کہ ایک ضخیم کتاب میں ڈھل جائے اس لیے اشارہ پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ کتابوں میں (تصوف کو) حالت شریفہ سے موسوم کیا گیا ہے بلکہ اس کی تعریف نور ہدایت عنایت اور توفیق من اللہ کے الفاظ سے کی گئی ہے اور یہ عین شریعت کے مطابق عمل کرنا ہے۔ کیونکہ شریعت وطریقت میں کسی قسم کے اختلاف کی گنجائش نہیں اور جو شخص طریقت کو شریعت سے جدا گردانتا ہے وہ زندیق ہے کیونکہ آداب شریعت کے ذریعے ظاہر میں نکھار آتا ہے اور آداب طریقت سے باطن سنورتا ہے اور یہ مخلوق کو خالق سے ملا دیتا ہے انسان کو اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف کر دیتا ہے اور اہل اللہ کو فنا وبقا

کے مقام سے مشرف فرمادیتا ہے لیکن ان کمالات کے حصول کا دارومدار شیخ کامل ومقتدا کی توجہات پر ہے۔کوئی بھی صاحب بصیرت شخص اپنے ظاہر کو صورت شریعت اوراپنے باطن کو حقیقت شریعت کے بغیر نہیں رکھ سکتا۔لیکن جو شخص بے بصیرت ہو وہ تو پھر ایسا ہی کرے گا۔

بالجملة قصدی مماذکرته هان اثبات الارشاد و دعوة الطريقة سواء كان رجالاً او نساء فالامر ليس كما يزعمه المعاندون الحاسدون فلو فرضوا ارشاد النساء ممنوعا و توجها الى غير المعروف كما يتفوه المتقولون المانعون و هم في الخطاب يستويان فنسير الى آية واحدة قال ربنا جل جلاله و ما خلقت الجن و الانس الا ليعبدون قال ابن عباس ليعرفون فالخطاب مطلق و المطلق يجرى على اطلاقه۔

المختصر مذکورہ بالا بحث سے میرا مقصد ارشاد اور دعوت کے مطلق طریقہ کو ثابت کرنا ہے۔چاہے وہ مرد ہوں یا عورتیں۔ مسئلہ اس طرح نہیں ہے جس طرح مخالفین اور حاسدین گمان کرتے ہیں۔بالفرض اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ عورتوں کا ارشاد ممنوع ہے اور ایک غیر معروف چیز کی طرف متوجہ ہونا ہے جیسا کہ بعض باتیں بنانے والے اور منع کرنے والے کہتے رہتے ہیں تو پھر یہ بھی چاہیئے کہ مردوں میں سے جو اولیاء اللہ ہیں ان کی دعوت وارشاد کو بھی ممنوع قرار دیا جائے کیونکہ مرد اور عورتیں شریعت کے احکام کے یکساں مخاطب ہیں۔ہم صرف آیت کی طرف اشارہ کرتے ہیں پروردگارعالم نے فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاريات ٥٦)

ترجمہ: میں نے جن اور انسان پیدا نہیں کیے مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔

یہاں خطاب مطلق ہے اور قاعدہ ہے کہ المطلق یجری علی اطلاقه (مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے)۔

چون فریقین در معرفت برابر آمدند پس لابد در استفاده و افادۂ ارشاد بی مضائقه علی حسب الاستعداد مع رعایۃ تفاوۃ درجاتہما برابر آمدند اقول و ایضاً ان المانعون کما ینکرون دعوتهن فی علوم الباطن فلماذا لا یمنعون تدریسهن فی العلوم الظاهر یس هذا الا من علة انهم لم یشم رائحة من اسرار الطریقة۔

اس لیے جب ہر دو فریق (مرد وعورت) کا ذکر معرفت میں برابر ہوا ہے تو ضروری ہے کہ استفادہ وافادہ اور ارشاد میں وہ اپنی استعداد کے مطابق برابر ہوں لیکن ہاں یہ بات ہے کہ مرد وعورت کے درجات میں فرق کو بہرحال ملحوظ خاطر رکھا جائے گا۔اور پھر یہ بھی ہے کہ جس طرح مخالفین عورتوں کے لیے علوم باطنیہ کی دعوت کا انکار کرتے ہیں تو پھر اسی طرح وہ علوم ظاہریہ میں بھی ان کی تدریس کا انکار کیوں نہیں کرتے ؟ان کا یہ انکار صرف اپنی کمزوری کی وجہ سے ہے کہ وہ خود تو طریقت کے اسرار کی خوشبو پانہ سکے (اور چلے ہیں دوسروں کا انکار کرنے)۔

وفی الاحیاء للغزالی لذۃ العلم بقدر شرف العلم و شرف العلم بقدر شرف المعلوم و قال فی آخر قولہ و بھذا تبیین ان العلم لذیذ و الذ العلوم العلم باللہ تعالیٰ و بصفاتہ و افعالہ و تنبیرہ فی ممکنتہ من منتھی عرشہ الی تخوم الارضین فینبغی ان یعلم ان لذۃ المعرفۃ اقویٰ من سائر اللذات انتھی۔

امام غزالی اپنی کتاب احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ علم کی لذت اس علم کے شرف کے مطابق ہوتی ہے اور علم کا شرف معلوم کے شرف کے مطابق ہوتا ہے۔ اپنے اسی قول کے آخر میں وہ فرماتے ہیں کہ علم لذیذ ہوتا ہے اور لذیذ ترین علم اللہ تعالیٰ اس کی صفات اور افعال کا علم ہے۔ نیز عرش الٰہی کی انتہا سے لے کر تحت الثریٰ تک اس کی بادشاہت میں غور و فکر کرنا یہ لذیذ ترین علم ہے۔ لہٰذا جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی لذت تمام لذات سے قوی ہے۔

ویا ایھا السالک و السالکۃ ابقا کماللہ بعد ما افنا کما۔ ان مسائل الجواب کثیرۃ جدا لا یمکن احصائھا علی التفصیل خوفاً عن الاطناب ولکن اثرت الی مجامعھا و سلکت اخصر المسالک فی نھایۃ الاختصار لئلا یقع بھذا مثلاً فلیبک علی نفسہ و لیمت علی غیضہ و للہ در القائل:

وان کنت تعلم فذاک مصیبۃ و ان کنت لا تعلم فالمصیبۃ اعظم

زد شیخ شہر طعنہ بر اسرار اہل دل — المرء لا یزال عدو لما جھل

اب خضر از جوی بار اولیائ نہ خوریم از تشنۂ غافل بیاء

اے سالک مردوں اور عورتوں، اللہ تعالیٰ تمہیں فنا کے بعد بقا کا مقام عطا فرمائے۔ ان سوالوں کے جواب بہت زیادہ ہیں لیکن طوالت کے ڈر سے ان کو بالتفصیل ذکر کرنا یہاں ممکن نہیں۔ بہر حال میں نے اجمالاً ان کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ میں نے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے مختصر راستہ اختیار کیا ہے تا کہ طالب سالک اور طالبہ و سالکہ دنیا کے جھوٹے پروپیگنڈا کرنے والوں کے دھوکے میں مبتلا نہ ہوں۔ زمانہ کے تفرقہ بازوں کی واہمات میں نہ الجھیں اور مکار اور دھوکے باز لوگوں کی لغویات سے پریشان نہ ہوں۔ اہل علم خود بھی اس مسئلہ کو سمجھ لیں اور اہل عبادات کو بھی آگاہ کر دیں اور جو شخص ان دلائل پر بھی قناعت نہیں کرتا اسے اپنے آپ پر رونا چاہیے اور اسے چاہیے کہ وہ اپنے ہی غصے کی موت مر جائے۔

شاعر نے اللہ کے کرم سے کیا عمدہ بات کی ہے:

ترجمہ: اگر تو جان جائے پھر بھی مصیبت ہے اور اگر تو نہ جانے تو پھر اس سے بڑھ کر مصیبت ہے۔

ترجمہ: شیخ شہر نے اہل دل کے اسرار پر طعنہ زنی کی آدمی جس چیز کو جانتا نہیں اس کا دشمن ہی رہتا ہے۔

فھذا الامر شروح ان اردت یطول لا یحتملھا المقام فھذا النبذ یکفی للعالم المحقق المنصف۔

یہ مسئلہ بہت واضح ہے اگر میں چاہوں تو بات کو طول دے سکتا ہوں مگر یہ مقام اس طوالت کا متحمل نہیں۔ یہ مختصر سی وضاحت ایک منصف مزاج عالم اور محقق کے لیے کافی ہے۔

فنسال اللہ الاستقامۃ علی جادۃ الشریفۃ المصطفویۃ علی صاحبہا الصلوات والسلام

فقیر سیف الرحمن اخندزادہ پیر ارچی

۱۴۱۵، ہجری ربیع الثانی

ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست سوال دراز کرتے ہیں کہ وہ ہمیں شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوات والسلام پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین والسلام!

فقیر سیف الرحمن اخندزادہ، ارچی وخراسانی

۱۴۱۵، ہجری ربیع الثانی

حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں:

کرامت: یکبارے بعضے عورات مستورات از محرمات فقیر وعم من شیخ محمد کہ شیخ فانی شدہ بود و طاقت رسیدن بملازمت ایشان نداشت بفقیر بجد شدند کہ مارا بر طریقۂ ایشان مشغول کن۔ گفتم من اجازت ندارم۔ از حضرت ایشان رخصت گرفتہ مشغولی خواہم گفت۔ چون بملازمتِ آنحضرت رسیدم معروض داشتم کہ بعضے نساء صالحات ازین فقیر طلب مشغولی می کنند، درین برچہ حکم شود برآن عمل نمایم ونام عم فراموش کردم۔ فرمودند بآن نساء مشغولی بگو بلکہ عم خود شیخ محمد را ہم خواہی گفت کہ او ہم مشتاق است۔ ونام پیرے دیگر بردند کہ پسر او آمدہ بود واز جانب او التماس مشغولی می نمود، بخانۂ وے رفتہ او را مشغولی بگوئی۔ بخاطر فقیر گزشتہ کہ این اجازت مقید است بہمین اشخاص یا دیگران را ہم اگر مشغول کنم مجوز باشد۔ ہنوز این خطرہ دردل استقرار نگرفتہ بود کہ فرمودند کہ ترا اجازت مطلق ست کہ تو داخل عیال مائی۔ بعد ازان این فقیر بآن عورات و بعم خود و بآن پیر دیگر مشغولی فتہ ملازمت رسید۔ احوال آن جماعہ بتفصیل پرسیدند۔ عرض کردم کہ ہمہ را مشغولی گفتم و دریہنا بتوجہ حضرت خوب در گرفتہ۔ فرمودند الحمدللہ رب العالمین۔ بعدازان چند کس دیگر راہم تلقین ذکر کردم واحوال فرور فتگیہا واستغراق ایشان بخدمت حضرت ایشان معروض داشتم۔ خوش وقت شدند وفرمودند ما می خواستیم کہ تو بنشینی و بارشاد خلق اللہ پردازی، کثرتِ عیال تران می گزار۔

کرامت : ایک مرتبہ اس فقیر کی بعض محرم عورتوں نے اور میرے چچا شیخ محمد رحمہ اللہ نے جو بڑھاپے کی وجہ سے معذور ہو چکے تھے اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے کی طاقت نہ رکھتے تھے مجھ سے اصرار کیا کہ حضرت کا طریقہ ہم کو سکھاؤ میں نے کہا کہ مجھے اجازت نہیں ہے میں حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اجازت لے لوں تو پھر بتاؤں گا، جب میں حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا کہ بعض صالح عورتیں اس فقیر سے ذکر کا طریقہ چاہتی ہیں، جو کچھ اس معاملے میں حضور کا حکم ہو اس پر عمل کروں، میں اپنے چچا کا ذکر کرنا بھول گیا، آپ نے فرمایا کہ ان عورتوں کو بھی ذکر کا طریقہ بتادو بلکہ اپنے چچا شیخ محمد رحمہ اللہ کو بھی بتادو، کیونکہ وہ بھی مشتاق ہیں، آپ نے ایک اور بوڑھے شخص کا نام بھی لیا جس کا فرزند آیا ہوا تھا اور جس کی طرف سے اس فرزند نے التماس کی تھی کہ اس کے گھر جا کر اسے بھی ذکر کا طریقہ بتاؤ، مجھ فقیر کے دل میں خیال گزرا کہ یہ اجازت بس انہی لوگوں تک کیلئے محدود ہے یا دوسروں کو بھی ذکر بتانے کا مجاز ہوں ابھی یہ خیال میرے دل میں اچھی طرح بیٹھا نہیں تھا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ تم کو مطلق اجازت ہے کہ تم ہمارے عیال میں داخل ہو، اس کے بعد میں نے ان عورتوں کو اپنے چچا کو اور اس دوسرے بوڑھے شخص کو ذکر کا طریقہ بتادیا اور پھر خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ان سب کا حال تفصیل سے دریافت فرمایا میں نے عرض کیا کہ میں نے سب کو ذکر کا طریقہ بتادیا ہے۔ اور حضرت کی توجہ اچھی طرح موثر ہوئی آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **الحمدللہ رب العالمین** اس کے بعد کچھ اور لوگوں کو بھی میں نے ذکر کی تلقین کی اور ان کے استغراق وبیخودی کی کیفیت حضرت رحمہ اللہ سے عرض کی تو آپ خوش ہوئے اور فرمایا کہ ہم یہی چاہتے تھے کہ تم بیٹھو اور خلق اللہ کی ہدایت کرو مگر کثرت عیال تم کو نہیں چھوڑتی۔[1]

حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، لکھتے ہیں :

خواجہ محمد ہاشم نقل کردہ کہ روزے حضرت ایشان درمیان عورات اہل خانہ نشستہ بودند کہ عاجزۂ ایشان ام کلثوم کہ ہفت سالہ بود، از پیش اخوند آمدہ تاسف بسیار کرد کہ ہائے ہائے ! من ہمہ شمارا از حق سبحانہ غافل می یابم۔ حضرت ایشان فرمودند کہ بی بی ! این حال بر شما باز کجا پر تو انداخت ؟ گفت شما فلان زن را شغل تلقین می فرمودید، من حاضر بودم۔ ازان روز دل مرا مشغولی گرفتہ است، ہیچ گاہ، بر من غفلت طالوی نمی شود و حال ہیچ دل بر من پوشیدہ نیست۔ ہشتم ربیع الاول سنہ مذکور یک روز عقب ازآن دو برادر خورد وفات یافت۔

---

[1] (حضرات القدس، ج، ۲، ص، ۴۰۵، ناشر محکمہ اوقاف پنجاب لاہور) (حضرات القدس، ج، ۲، ص، ۴۴۰)

خواجہ محمد ہاشم نے بتایا کہ ایک دن حضرت مجدد زنانہ مکان میں تشریف رکھتے تھے کہ آپ کی صاحبزادی ام کلثوم جو اس وقت سات سال کی تھیں استاد کے پاس سے پڑھ کر آئیں اور بہت افسوس ظاہر کیا کہ آہ میں تم سب کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل پارہی ہوں، حضرت نے فرمایا کہ بی بی یہ بات تمہیں کس طرح معلوم ہوئی، انہوں نے کہا کہ آپ جس وقت فلاں عورت کو ذکر کی تلقین فرمارہے تھے میں بھی موجود تھی اور اسی دن سے میرا دل ذاکر ہو گیا ہے اور کسی وقت مجھے غفلت طاری نہیں ہوتی اور کسی دل کا حال مجھ پر پوشیدہ نہیں رہتا۔[1]

حضرت علامہ سید محمد ہاشم کشمی، برہانپوری، نقشبندی مجددی، قدس سرہ لکھتے ہیں:

سیّدی مرشدی میر نعمان سلمہ اللہ فرمودند صبیۂ ما مرضعہ داشت بکرات آن مرضعہ را دلالت بمریدی حضرت خواجہ کردیم دی ابانمود تا روزی آن صبیہ را بتقریبی بمصحوب آن مرضعہ بملازمت حضرت خواجہ فرستادیم ایشان آن طفل شیر خوارہ را در کنار مبارک گرفتہ شفقتہا نمودند آن طفل دستی بمحاسن شریف ایشان بردہ موی از لحیۂ مبارک بدست او بماند فرمودند طفلک سیر از ما یادگاری میگیرد و در حدود ہمان ایام انتقال فرمودند و آن موی مبارک تا امروز بہ تبرک و یادگار بماند:

مرا از زلف تو موی پسند ست　　　　فضولی مسکینم بوی بسند ست

چون آن مرضعہ نجبانہ مراجعت نمود ساعتی نرفتہ بود کہ آثار مستی و جذبات بروپیچیدن گرفت دوی خود را بران نمیداشت تا آنکہ فریادی سخت برآورد و بیہوش بنقیاد و از پہلوی چپ او حرکت قلبی چنان غلبہ برداشت کہ ہمہ یاران معانیہ می نمودند بعد از مدتی بہوش آمد پرسیدہ شد کہ چہ بود و چہ دیدی گفت ساعت ساعت حضرت خواجہ بصورت مہیب عجیب نمودار نزمن میشد تا آنکہ امری مرا از جان ربودہ دیگر نمیدانم کہ چہ شد جز آنکہ دل خود را اللہ کو می یابم۔

حضرت سیدی مرشدی میر محمد نعمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میری بچی کی ایک دایہ تھی کئی مرتبہ اس سے کہا گیا کہ آپ کی مرید ہو جائے لیکن اس نے انکار کیا۔ اتفاق سے ایک دن میں نے اس بچی کو اس دایہ کے ساتھ حضرت سیدنا شیخ الشیوخ خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے اس بچی کو گود میں لے لیا اور پیار کرنے

[1] (حضرات القدس، ج،۲، ص،۲۹۸ ،ناشر محکمہ اوقاف پنجاب لاہور) (حضرات القدس، ج،۲، ص،۳۱۹)

لگے۔ بچی اپنا ہاتھ آپ ریش مبارک میں لے گئی تو اس کے ہاتھ میں ایک بال آگیا۔ آپ نے فرمایا کہ بچی ہم سے ایک بار گاہ لے رہی ہے۔ اسی زمانے میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انتقال فرمایا اور وہ بال ابھی تک تبرک اور یادگار کے طور پر محفوظ ہے۔

ترجمہ: تیری زلفوں کے بال اچھے ہیں کیسے مہکتے ہیں وہ (مہکے مشک جیسے)۔

جب وہ دایہ گھر کو واپس ہوئی تو ابھی ایک گھڑی نہ گزری تھی کہ اس پر مستی و بیخودی (سُکر) کے آثار شروع ہونے لگے اور وہ ان جذبات کو ضبط نہ کر سکی اس لیے شور مچانے لگی اور بے ہوش ہو گئی اور اس کے بائیں پہلو سے حرکت قلبی اس قدر تیز ہونے لگی کہ سبھی لوگوں (یعنی عورتوں) نے معائنہ کیا۔ ایک عرصے کے بعد اس کو ہوش آیا تو اس سے پوچھا گیا کہ تجھے کیا ہوا اور تو نے کیا دیکھا۔

اس نے جواب دیا کہ ہر گھڑی حضرت خواجہ (شیخ الشیوخ باقی باللہ) ایک مہیب صورت میں ظاہر ہوئے تھے یہاں تک کہ میں بے ہوش ہو گئی۔ پھر مجھے معلوم نہیں کہ کیا ہوا سوائے اس کے کہ میں اپنے دل کو اللہ اللہ کہنے والا پاتی ہوں۔[1]

[1] (برکاتِ احمدیہ، زبدۃ المقامات، ص، ۱۹، ۱۸، المکتبۃ ایشق بشارع دار الشفقۃ، استانبول، ترکیہ) (زبدۃ المقامات، ص، ۴۶)